عمل کی ثمرات نظریات
اور
اوہام کی شرعی حیثیت

وزیر احمد

جامعہ رضائے مدینہ
ماڑی والا، جمال چھپری، چیچہ، ضلع الب

تھل کی رسومات نظریات
اور
اوہام کی شرعی حیثیت

وزیر احمد

جامعہ ضیائے مدینہ
ٹاہلی والا، بجال چھپری، چوبارہ ضلع لیہ

نام کتاب	تھل کی رسومات، نظریات اور اوہام کی شرعی حیثیت
مرتبہ	وزیر احمد
ناشر	جامعہ ضیائے مدینہ، ماہی والا، جمال چھیری، ضلع لیہ
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	9 اگست 2011ء بمطابق 8 رمضان المبارک 1432ھ
بار	اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُنْشِى الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ
ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمُخْتَارِ فِى الْقِدَمِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

انتساب

اپنے شیخ کے نام! جن کی بے پایاں شفقتوں سے راقم نوشت وخواند کے لائق ہوا۔
اپنے اساتذہ کے نام! جن کی تمام تر توجہات میری بے بسی کے سبب مجھ پر رہیں۔
اپنے والدین کے نام! جن کی دعاؤں نے قدم قدم مجھے حوصلہ بخشا۔

فہرست ابواب:

باب ۱۔ بعہد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں 31

باب ۲۔ وفات کے موقع پر کی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں کی شرعی حیثیت 63

باب ۳۔ غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت 79

باب ۴۔ نیک فالیں، بدشگون اور توہمات 135

باب ۵۔ جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات 153

باب ۶۔ مریض بچوں کیلئے مہمل اور بے فائدہ ٹونے ٹوٹکے 173

باب ۷۔ جہلاء عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات، رسومات اور رواج 181

فہرست مندرجات

1	تقدیم	17
2	حرف اولین	21
3	بعہد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں	31
4	ناچ، باجا، ڈھول اور عورتوں کا گانا	33
5	مزامیر	37
6	گانا	37
7	آتشبازی	38
8	مہندی	38
9	''کھارا گانا''	40
10	''چھوہڑیں توڑنا''	41
11	سہرابندی	41
12	دولہا کے ہاتھ میں چھری	42
13	دولہا اور دلہن پر پیسے اور جو نچھاور کرنے کی رسم	43
14	مٹھائی نچھاور کرنا	44
15	دولہا زنان خانہ میں	44
16	بلا عذر اجنبی مرد اور عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا	45
17	ساس کا داماد کو بطور تحفہ سونے کی انگوٹھی پیش کرنا	46
18	عروسی لباس	48
19	عروسی لباس کی حفاظت	49
20	دلہن روانہ کرنے کی رسم	49

21	ناخن پالش	50
22	رونمائی اور دلہن کے محاسن ونقائص بیان کرنا	51
23	مرد عورت ایک دوسرے کیلئے لباس ہیں	52
24	ولیمہ یا قرض وصول کرنے کا بہانہ؟	53
25	ولیمہ اور ''جہیز'' کے مختلف پہلو	56
26	وفات کے موقعہ پر ادا کی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں کی شرعی حیثیت	63
27	غیر شرعی وجوہات کی بنا پر میت دفنانے میں تاخیر کرنا	65
28	کفن	69
29	کفن پہنانے میں غلطی	70
30	''اوچھاڑ''	70
31	میت پر استعمال ہونے والی اشیاء سے پرہیز کرنا	71
32	میت کو تین منزل (صحیح) دینا اور چالیس کرم پر رکھ کر دعا کرنا	71
33	قبر کس قدر گہری ہونی چاہیے	72
34	تلقین میت میں سستی	72
35	تعزیت اور افسوس کرتے ہوئے ناجائز کلمات زبان پر لانا	73
36	وفات کے موقعہ پر بولے جانے والے کفریہ کلمات	74
37	میت اگر عورت ہو تو اسے قبر میں کون اتارے؟	74
38	میت کی حجامت، زیب وزینت کرنا	75
39	متفرق مسائل	76
40	غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت	79
41	اونٹ حلال کرنے کا شرعی طریقہ	81

42	بیعانہ ''ٹھپی'' ضبط کرنا	84
43	جانوروں کے بدن پر اون بیچنا	85
44	نر جانور کو مادہ پر ڈالنے کی اجرت لینا	85
45	مردار جانوروں کی کھال فروخت کرنا	86
46	نقد اور ادھار کے بھاؤ میں کمی بیشی	87
47	کیا لاوارث سامان کا مالک اٹھانے والا ہے؟	88
48	مکمل درود شریف کے مقام پر ''ص'' ''صلعم'' علیہ کہنا	89
49	اگر پہلی بار ذبح غیر صحیح ہو تو کیا دوسری ذبح سے جانور حلال ہوگا؟	89
50	عورت کی ذبح	90
51	نظر بد سے بچنے کیلئے کئے جانے والے ٹوٹکے	90
52	عمر رسیدہ لوگوں کا بیٹے وغیرہ سے موئے زیر ناف منڈوانا	91
53	اندازہ اور قیافہ سے کسی بچہ پر حرامی ہونے کا حکم لگانا	92
54	حمل گرانے کا جرم انسان قتل کرنے کے برابر ہے	93
55	مہر کے تعین میں اہم غلطی	95
56	اسپیکر پر شبینہ پڑھنا	96
57	کیا زانی مزنیہ کی اولاد آپس میں بہن، بھائی ہیں	97
58	قربانی کے جانور کا دوندا ہونا شرط نہیں	97
59	امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟	98
60	اجنبی مرد کا غیر عورت سے مصافحہ اور سر پر ہاتھ رکھنا	99
61	فسق و فجور سید کے نسب کو منقطع نہیں کرتا	100
62	زیریں لب کے نیچے سے بال کاٹنا	100
63	فرضی قبروں پر گنبد، شجر پرستی	101
64	فوت شدہ جنم لینے والے بچہ سے ناروا سلوک	104

65	قحط باراں کے موقعہ پر ادا کی جانے والی رسومات جاہلیت	105
66	مقدس ناموں میں تبدیلی کرنا	106
67	خیال کرنا کہ سانپ مارنے والے سے دوسرا سانپ بدلہ لیتا ہے	107
68	وقت، زمانہ کو برا کہنا	108
69	بخار کو گالیاں دینا	109
70	تیز ہوا کو گالی دینا	109
71	نمازی کے آگے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی	111
72	چھوٹے بچے کا پیشاب نجاست ہے	111
73	قطب ستارہ کی طرف پاؤں کر کے نہ سونا اور سمت قبلہ پر ترجیح دینا	112
74	خنزیر کا نام لینا ایمان کو خطرہ میں نہیں ڈالتا	113
75	ماں کا معصوم بچے کو بددعا دینا	113
76	نکاح، حمل، نسب اور عدت کے بارے غلط روایات	113
77	کوکھ پر ہاتھ رکھنا	116
78	اولاد کے درمیان تقسیم ترکہ اور ہبہ میں تفاوت	117
79	کھانا، پینا	122
80	نجومی، کاہن، بھوپے اور عامل	125
81	عورت کا غیر محرم کے ساتھ حج، عمرہ ادا کرنا	128
82	قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے	129
83	نیک فالیں، بدشگون اور توہمات	135
84	ہفتہ کے دن	139
85	اتوار	139
86	عیدین	139
87	شرعی تحقیق	142

88 اوقات کے نحس ہونے کا نظریہ 144
89 ماہ صفر محرم 145
90 صفر کے معانی 146
91 اعداد کے متعلق وہم 148
92 جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات 153
93 کتا 156
94 الو 156
95 گیدڑ 157
96 کوا 157
97 مرغی 157
98 بھینس 157
99 ہیجڑا جانور 157
100 جانوروں پر شفقت اور خدمت کرنے کے متعلق مرویات 159
101 جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دینا 161
102 کلام حیوانات 163
103 مرغ 164
104 تیتر 164
105 مور 164
106 ہدہد 164
107 چنڈول 164
108 گدھ 165
109 باز 165
110 طیطوی 165

111 طوطا 165
112 سنگخورو 165
113 فاختہ 165
114 زرزور 165
115 الو 165
116 مینڈک 166
117 شیر 166
118 شناخت اور شوق کی وجہ سے جانوروں کے اعضاء کاٹنا 167
119 مریض بچوں کیلئے مہمل اور بے فائدہ ٹونے ٹوٹکے 173
120 پھوڑے 175
121 کھانسی 176
122 باری کا بخار 176
123 پیچش 176
124 خسرہ 177
125 آنکھوں کا ورم 177
126 چیچک 177
127 پرچھائیں 177
128 گلے پڑنا 177
129 ”ڈانورکین“ 178
130 کوے کا جھوٹا پلانا 178
131 کان چھیدنا 178
132 حفاظتی تدابیر 178
133 بچوں کو بری نظر لگنے پر کئے جانے والے ٹوٹکے 179

134 نظر کاٹنے کا عمل 179
135 جہلاءعرب اور ہندوؤں کی لغو عادات، رسومات اور رواج 181
136 جہلاء عرب کی رسومات بیہودہ اور لغو عادات 183
137 بت پرستی 183
138 مادر زاد ننگے ہو کر کعبہ شریف کا طواف 184
139 جوتے کے عوض معصوم بیٹی فروخت کرنا 184
140 بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم 184
141 دھاگہ سے بیوی کی خیانت معلوم کرنا 184
142 حائضہ عورت سے نفرت 185
143 ماتم 185
144 قتل معاف کرنا اور آسمان کی طرف تیر پھینک کر دیت کا فیصلہ کرنا 185
145 اہل عرب کی توہم پرستی 186
146 خشک سالی پر وحشیانہ رسم 186
147 درخت پرستی 187
148 عورتیں اور زیردست لوگ وراثت سے محروم رہتے 187
149 ہندو مذہب 187
150 حمل کی ہندو رسوم 188
151 پیدائش کی خوش بختی اور بدبختی کا مدار 189
152 نو ماہ سے قبل جنم لینے والا بچہ 189
153 ”تری کھل“ 190
154 آٹھواں بچہ 191
155 جس بچے کے پہلے اوپر والے دانت نکلیں 192
156 پیدائش کے تیرہویں اور چالیسویں دن کے بعد رسومات 192

157 ”جھنڈ“ 193
158 ان کے ہاں منگنی اور شادی کی رسومات 193
159 منگنی ناقابل تنسیخ 194
160 گھوڑی چڑھنا 194
161 لڑکا گود میں لینا اور تل کھیلنا 194
162 موت کی رسوم 195
163 متوفی بچے کی ماں سے پرہیز 196
164 وفات پانے والے بچے کے بعد پیدا ہونے والے بچوں سے متعلق رسومات 197
165 ”رنڈوے“ کی شادی پر رسومات 197
166 سوگ اور ماتم 198
167 ہندو معاشرے، موت کی متفرق رسوم 199
168 ہندو معاشرہ کے مختلف پہلو 200
169 ضمیمہ (علمائے کرام کی تائیدات) 203

تقدیم

صحرائے تھل سے میری محبت اور تعلق کی کئی جہتیں ہیں۔ زندگی کا شاید ہی کوئی مرحلہ ہو جب میں نے خود کو جذباتی طور پر اس خطہ زمین سے منسلک اور وابستہ خیال نہ کیا ہو۔ اور وجوہات کے علاوہ سب سے اہم اور بنیادی دو باتیں میرے اس رویے کی اصل وجہ ہیں۔ ایک اپنے والدین کے ساتھ اس علاقہ کے اہم شہروں خوشاب، بھکر، لیہ اور مظفر گڑھ میں قیام، حصول تعلیم اور زندگی کے بہت سے بہتر دنوں کی یاد اور اس سے بھی بڑھ کر فتح پور کے نواح میں تھل کی ماضی قریب کی اہم ترین فیض رساں ہستی حضرتِ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر بارو سے روحانی تعلق جن سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف مجھے 1973ء میں حاصل ہوا جب میری عمر محض 13 سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ اور بات کہ ان کی محبت 1968ء سے ہی مجھے حاصل ہو گئی تھی جب میں اپنی والدہ محترمہ اور والدِ گرامی کے ساتھ پہلی باران کے درِ اقدس پر حاضر ہوا تھا۔ اس تعلق کی بنا پر میری ہمیشہ خواہش رہی کہ میں لیہ اور تھل کے پس منظر میں کوئی باقی رہنے والی تحریر رقم کروں۔ اس خواہش کو خاطر خواہ انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچانا ہنوز باقی ہے لیکن میرے اس جذبہ کے نتیجے میں چیدہ چیدہ تحریریں ضرور وجود میں آئی ہیں۔ زندگی رہی اور مقدر میں ہوا تو انشاءاللہ اس کام کو سرانجام دوں گا۔

تھل کے حوالے سے میری تحقیق کا ایک اہم عنوان یہاں کی زمانہ ماقبل تاریخ سے تعلق رکھنے والی آبادیاں ہیں۔ یہ موضوع برصغیر کی قدیم تاریخ پر لکھنے والے بڑے بڑے ناموں کے لیے بھی چونکانے والا ہے۔ ایک عرصہ تک یہ گمان کیا جاتا رہا کہ سکندرِ اعظم کے حملہ سے پیشتر تھل میں تہذیبی وثقافتی سرگرمیاں ناپید تھیں۔ پچھلی صدی کی نوے کی دہائی میں پاکستان کے محکمہ آثارِ قدیمہ کی سرپرستی میں ہونے والے ایک بڑے سروے کے نتیجہ میں کوٹ ادو، مظفر گڑھ اور چوبارہ کے علاقوں میں سامنے آنے والی ماقبلِ تاریخ کی سات بستیوں نے یہ رائے بدل دی۔ اس بڑی دریافت کے بعد اصولی طور پر سروے ٹیموں کو اس علاقہ میں ہر ممکن کوشش اور کاوش سے مزید آثار تلاش کرنے چاہئیں تھے لیکن یہاں کے مخصوص جغرافیائی خدوخال یا محکمہ آثارِ قدیمہ کو درپیش کوئی وجہ یا مشکل ایسا

کرنے میں مانع رہی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں تھل کے مختلف علاقوں مثلاً بھکر، منکیرہ، حیدرآباد، لیہ، کروڑ لعل عیسن، راجن شاہ، دائرہ دین پناہ، محمود کوٹ، پرہار، پیر جگی، نواں کوٹ، چوبارہ، انگورا فارم، پتل منڈا، منو دانا، اوچ گل امام، ہزارہ اور روڈو سلطان وغیرہ میں واقع کئی اہم آثار زمانہ طالب علمی میں ہی دیکھ چکا تھا۔ میرے ذہن میں ہمیشہ یہ بات رہی تھی کہ دریائے سندھ کے غربی کنارے کے مکین، اس کے معاونین کی وادیوں کی جانب سکونت پذیری کے خیال سے بڑھتے وقت، کیسے ممکن تھا کہ سارے کا سارا تھل نظر انداز کر دیتے، بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ اس کے بعض علاقے گلہ بانی کے لیے شاندار ماحول فراہم کرتے تھے۔ میری اس رائے کو تقویت آثارِ قدیمہ کے آرکیالوجی نمبر 29 کی اشاعت سے ملی اور اس طرح اس مہم کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں اب تک 170 سے زائد قدیم بستیوں کے آثار سامنے آ چکے ہیں جن کا تعلق ہاکڑہ اور کوٹ ڈجی عہد سے ہے۔

میری اس کاوش میں تھل کے قلب میں مقیم میرے پیر بھائی وزیر احمد صاحب کا کردار بہت اہم نوعیت کا ہے۔ انہی کی مدد سے میں دینی مدارس کے طلباء و اساتذہ، کاشت کاروں، جیپ اور ٹریکٹر ڈرائیوروں اور ان کے ساتھ ساتھ گڈریوں پر مشتمل ایسی ٹیم بنانے میں کامیاب ہوا جو چوبارہ کے طول و عرض میں بکھری قدیم آبادیوں کی نشاندہی کرنے میں میری ممد و معاون ہے۔ وزیر احمد صاحب خود بھی صاحبِ تصنیف ہیں۔ ان کے مذہبی موضوعات پر لکھے جانے والے بعض رسالہ جات اہمیت کے حامل ہونے کے ساتھ ان کے علمی ذوق و شوق کا پتہ دیتے ہیں۔ متذکرہ بالا جستجو کے حوالے سے جب ان سے بات ہوئی تو انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ خود بھی کسی ایسے عنوان کی تلاش میں ہیں جس پر بالتفصیل قلم اٹھایا جائے۔ قرآن و سنت اور مذہب سے جڑے موضوع پر وقیع علمی کام سے یقیناً لوگوں کی اصلاحِ احوال کی صورت نکلے گی جو دنیاوی اور اخروی دونوں اعتبار سے برکت اور سعادت کا باعث ہوگی۔ میری رائے خالصتاً مذہبی حوالے سے کوئی کام کرنے کی بجائے یہی کاوش ایک اور انداز میں سر انجام دینے کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ کوئی ایسا موضوع کتاب لکھنے کے لیے منتخب کیا جائے جس میں خالص علمی انداز اختیار کرتے ہوئے حقائق کو ترتیب دینے کی بجائے عوام الناس کے فائدے کو ملحوظ رکھا جائے۔ ایسا مواد جس کی تشریح و تصریح کے لیے دوسروں کی مدد ناگزیر ہو اس کی بجائے ایسے موضوعات

چھیڑے جائیں جن سے لوگ بخوبی واقف ہوں اور جن پر بحث و مباحثہ، غور و فکر اور نتیجہ کے طور پر طرزِ عمل میں ضروری ہو تو رد و بدل، ان کے لیے اپنے طور پر ممکن ہو۔ انہیں خود احساس ہو کہ وہ صراطِ مستقیم سے کس قدر دوری پر ہیں۔ کسی نصیحت یا سختی سے دیئے گئے حکم کے بغیر وہ بذاتِ خود اپنے رویے کا ادراک کر سکیں اور چاہیں تو تبدیلی کی کوشش بھی کریں۔

اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے وزیر احمد صاحب کو اپنے اردگرد پھیلے ماحول میں، ہر علاقہ ہی کی طرح، رائج احمقانہ رسوم و رواج، توہمات اور باطل اعتقادات کو موضوع بنانے کی تجویز پیش کی۔ یہ موضوع کسی کے لیے نیا نہیں لیکن اس کی اہمیت پر خاطر خواہ غور و فکر بھی کسی نے نہیں کیا۔ غیر محسوس انداز میں ہم کس قدر بے اعتدالی کی طرف جھکتے جا رہے ہیں اس کی فکر غالباً ہمیں نہیں۔ ہم بہت سے ثقافتی و سماجی وطیروں کو، جنہیں اپنانے کی ہماری اقدار کسی طرح بھی اجازت نہیں دیتیں، سوچے سمجھے بغیر نسلاً بعد نسلاً رائج ہونے کی بنیاد پر قبول کرتے ہیں یا "الناس علی دین ملوکھم" کے مصداق معاشرے میں بظاہر اثر و رسوخ کے حامل افراد یا طبقات کی نقالی کرتے ہوئے۔ ہم فراموش کر دیتے ہیں کہ یہ انداز و اطوار ہماری روایات، افکار اور مذہب کی روشنی میں قطعی طور پر درست قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر علاقے میں ایسی رسومات، توہم اور اعتقادات کثرت سے دیکھنے میں آتے ہیں جن کی جڑیں اسلامی اقدار کی بجائے ان اقوام اور ادیان و مذاہب سے جڑی ہوتی ہیں جو زمان و مکان کے مختلف دائروں میں برصغیر میں بسنے والے مسلمانوں کے افکار پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ صدیوں کے باہم ربط نے جہاں بعض اچھی عادات و خصائل کو جنم دیا ہے وہیں بہت سی قباحتیں بھی ماحول میں در آئی ہیں۔ ان قباحتوں میں سب سے بڑا حصہ ہندومت کے ماننے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی سراسر مختلف النوع تہذیب کی آویزش و آمیزش کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ ہندومت عقائد کے ایک ضخیم مجموعے پر مشتمل ہے جو وید کے بھجنوں، مابعد الطبیعاتی بحثوں، اپنشدوں کی فلسفیانہ قیاس آرائیوں اور صنم پرستی کی جامد اور مقلدانہ روایتوں پر جذباتی انداز میں یقین رکھنے سے ترتیب پاتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس اسلام نظم و ضبط، سادگی اور آفاقی سچائیوں پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ تصورِ توحید، کلامِ الٰہی اور نطقِ رسول ﷺ سے جلا حاصل کرتا ہے۔ بہر حال ان دونوں بڑے عقائد کے اکٹھے ایک ہزار سال سے زیادہ بالمقابل رہنے کی وجہ سے بہت سی اشیاء باہم

مل جل گئی ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ احتیاط برتتے ہوئے صائب اور نامناسب اشیاء کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ وزیر احمد صاحب نے میری رائے کو قبول کیا اور تھل کی رسوم و رواج اور نظریات وعقائد کے پس منظر میں نہایت خوبصورت کام بہت کم مدت میں مکمل کیا۔ قارئین اس امر سے اتفاق کریں گے کہ ان کی توجہ ایک لمحے کے لیے بھی قرآن وسنت کی تعلیمات سے نہیں ہٹی۔ انہوں نے اپنے علاقہ میں رائج اعتقادات وخیالات کا جائزہ اسلام کے دو بنیادی ماخذوں کی روشنی میں لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاملات کی تشریح کے حوالے سے بھی صرف ثقہ علمائے کرام، فقہاء اور صوفیا کی آراء کا انتخاب کرتے ہوئے وزیر احمد صاحب ثانوی اور عمومی ماخذ سے دور رہے ہیں۔ یہ بعض اعتبار سے بڑی اہم بات اور ضروری رویہ ہے۔ ہم جس قدر بنیادی ماخذین سے دور ہو کر ثانوی ماخذین کی جانب بڑھتے ہیں اسی قدر نامناسب بحث وتکرار اور ناواجب تنقید کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔

کتاب میں سادہ اور سمجھانے والا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ نہ اسے پڑھنا مشکل ہے نہ سمجھنا۔ البتہ عمل کا مرحلہ ہمیشہ کی طرح آسان نہیں۔ اس سے گزرنا توفیق خداوندی کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ معاملہ محض مکتب کی کرامت سے حل ہونے والا نہیں اس میں فیضانِ نظر بھی درکار ہے۔ کتاب میں جس افراط وتفریط کی طرف اشارہ ہے اس میں محض عوام مبتلا نہیں خواص بھی جانے انجانے میں بہت سی غلط رسوم کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے ہوئے ہیں۔ خود میں نے اس مسودے کو پڑھ کر بعض معاملوں میں اپنی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وزیر احمد صاحب کی یہ کاوش پڑھنے والوں کی نظر میں لائق تحسین ٹھہرے گی۔ اگر ان میں سے کچھ نے اپنے رویوں کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تو یہ نیکی وزیر احمد صاحب کے لیے صدقہ جاریہ کی صورت باقی رہے گی۔ جو تھوڑی بہت کوشش مجھ گنہگار کی جانب سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے حوالہ سے ہوئی ہے، دُعا ہے بارگاہِ رب العزت میں قبولیت کے لائق ٹھہرے۔ اگر ایسا ہو تو یہ میرے لیے سرمایہ دنیا وآخرت ہوگی۔

زبیر شفیع غوری

لاہور

حرفِ اولیں

زیرِ نظر کاوش "تھل کی رسومات، نظریات اور اوہام کی شرعی حیثیت" بنیادی طور پر ان ذاتی مشاہدات کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے جو تھل کا ایک باشندہ ہونے کے حوالے سے زندگی کے مختلف مراحل میں میرے تجربے اور علم کا حصہ بنے۔ میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ ان رسومات اور نظریات کی کوئی فکری اور علمی بنیاد موجود نہیں۔ اپنے زمانہ طالب علمی میں جب قرآن وحدیث اور ان سے متعلق بہت سے اہم ماخذین کے مطالعے کا موقع، خدائے بزرگ وبرتر کے بے پایاں کرم کی بدولت، ملا تو میری یہ رائے قطعیت کی حد تک پختہ ہوگئی۔ بہت سے اوہام وخیالات نہ صرف باطل محض ثابت ہوئے بلکہ کئی کے حوالے سے سخت وعیدات بھی نظر سے گزریں۔ میں نے محسوس کیا کہ اس موضوع کے تناظر میں اگر کوئی تحقیقی کام کیا جائے تو انشاء اللہ عامۃ الناس کو اس کا فائدہ ہوگا اور عین ممکن ہے لوگوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ خود میری اخروی نجات کا سامان بھی پیدا ہو جائے۔

جہاں تک ان اوہام، باطل خیالات اور نظریات کے پس منظر کا تعلق ہے ان کی حتمی تاریخ کا تعین آسان نہیں لیکن اس حقیقت کا ادراک بھی مشکل نہیں کہ یہ تھل اور اس سے جڑے علاقوں میں زمانہ قدیم سے ہی کسی نہ کسی صورت پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے برصغیر بالخصوص پنجاب اپنے جغرافیائی خدوخال کے باوصف ہمیشہ سے ہندوپاک میں تجارت یا قبضے کی غرض وغایت سے آنے والے لوگوں اور اقوام کی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ اس علاقے پر ہونے والی پہلی لشکر کشی اور اس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر غارت گری آریاؤں کے ہاتھ ہوئی جو نہ صرف یہاں کے اصل مکینوں کی ان کے آبائی علاقوں سے ہجرت کا باعث بنے بلکہ ایک طویل عرصے تک وادی سندھ کی زرخیزی سے متاثر ہو کر یہیں قیام پذیر ہوگئے۔ یہی سرزمین تھی جہاں انہوں نے ابتدائی وید مرتب کیے اور اس طرح برصغیر میں ہندومت کی بنیاد پڑی جو یہاں کا قدیم ترین اور باقاعدہ غیر وہبی مذہب قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان کے طویل عرصے تک قیام نے دریائے سندھ کے کناروں پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں میں ان کے اعتقادات اور نظریات کی ایسی گہری چھاپ لگادی جو آج بھی بہت سے حوالوں سے اسی طرح

قائم دائم ہے جیسے ازمنہ قدیم میں تھی۔ دریائے سندھ اور چناب کی درمیانی پٹی پنجاب کے پانچ دوآبوں میں سب سے بڑے دوآبے "سندھ ساگر" کے تقریباً سارے جنوبی حصے کا احاطہ کرتی ہے۔ اس ریگستانی پٹی میں بھی ہندوتہذیب وثقافت کی تاریخ زمانہ قدیم سے لے کر پاک وہند کی تقسیم تک طویل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تھل میں شادی بیاہ، حمل وولادت، مرض، مرگ اور دیگر اہم مواقع پر ادا کی جانے والی رسومات میں ہندومت کا اثر خاصا گہرا نظر آتا ہے۔ کہیں کہیں یہ اثرات اعتقادی معاملات کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے عہد زوال اور پاکستان کے قیام سے پیشتر کے دورانیے میں ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت اور معاشی کمزوری نے بھی ہندوؤں کی رسومات اپنائی جانے کی راہ ہموار کی ہے۔

برصغیر میں آمد کے لحاظ سے مسلمان دوسری قوت تھے جو آریاؤں کے برعکس ابتدائی طور پر مکران اور سندھ کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے اور جلد ہی ان کا سیاسی اثرورسوخ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقوں سے لے کر کوہستانِ نمک اور بعض روایات کے مطابق کشمیر تک پھیل گیا۔ محمد بن قاسم کی آمد کے وقت راجہ داہر کی سلطنت کی حدود شمال میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور یہی وجہ ہے کہ اس کی شکست کے بعد مسلمانوں کا اثرونفوذ بھی پہلے پہل انہی علاقوں تک پہنچا جو رائے خاندان اور بعدازاں چچ اور داہر کی سلطنت میں شامل تھے۔ اس اعتبار سے ہندوؤں کے بعد جن لوگوں سے مقامی آبادی کا واسطہ پڑا وہ عرب تھے۔ عرب مذہبی اعتبار سے اسلام کے علمبردار تھے اور ان کے اعتقادات اور معاملات میں اسلامی تعلیمات کا عمل دخل کم از کم ابتدائی دور میں خاصا گہرا تھا لیکن اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ان کے ہاں بعض ایسے خصائل اور عادات بھی موجود تھیں جو عہد جاہلیت سے ہی عرب معاشرے کا طرۂ امتیاز تھیں۔ مظاہر پرستی، بتوں کی پوجا، کاہنوں کا اثرو رسوخ، معاشرتی بے اعتدالیاں اور عصبیت سے جڑی خودنمائی اور خود پرستی قبل از اسلام کے معاشرے میں اپنے عروج پر تھیں۔ ان کی باقیات عربوں کی سرشت میں سرایت کر چکی تھیں اور اس اعتبار سے جہاں جہاں وہ گئے اپنے ساتھ وہ اعتقادات اور خیالات بھی لے کر گئے جو دین ومذہب کی گرفت کی کمزوری کی صورت میں اجاگر ہو جاتے ہیں۔ تھل میں بسنے والے بھی ان کی فکر کی منفی جہتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اچھائیوں کے ساتھ ساتھ بعض کوتاہیاں بھی معاشرے میں در آئیں۔ بہر حال دو

اقوام کے باہمی اختلاط کی صورت میں ان معاملات کا وقوع پذیر ہونا کسی صورت بھی تعجب خیز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تھل کے باشندوں میں ان معاشروں کی پیداوار کے علاوہ معیوب رسم ورواج کا ایک باعث مسلک سے انحراف اور خود ساختہ نظریات کی تقلید بھی ہے۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے جہالت اور کج فہمی کے نتیجے میں مذہب کی تعلیمات کے قطعی برعکس معیوب اور نقصان پہنچانے والی رسم ورواج کو مذہبی سمجھ یا قرار دے کر اختیار کر لیا ہے۔

چونکہ میری رہائش اور ادارہ تقریباً تھل کے وسط میں ہے اس لیے مجھے یہاں کے رہنے والے لوگوں کی رسم ورواج کا ہر تقریب میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ مزید برآں مختلف مواقع پر لوگوں کو درپیش مسائل کا شرعی حل پیش کرنا بھی میرے لئے مندرجات کے جاننے کا ایک باعث ٹھہرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی علاقہ کے رسم ورواج پر تحریری کام کرنے کیلئے اس علاقہ میں جانا لازم ہوتا ہے جیسا کہ ایک امریکی خاتون نے پنجاب کے دیہاتوں میں لوگوں کے طرز معاشرت پر کتاب لکھنے کیلئے پانچ سال قیام کیا۔ قدرتی طور مجھے یہ سہولت روزِ اوّل ہی سے فراہم تھی۔ اس کے باوجود ماسوائے وقتی اصلاح کے اس موضوع پر کچھ لکھنے کا قطعی ارادہ نہ تھا۔ اتفاقاً مجھے ادارہ کے کام کیلئے ستمبر 2009ء، رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں لاہور جانا پڑا۔ قیام برادرِ طریقت، ماہرِ آثارِ قدیمہ، زبیر شفیع غوری کے ہاں کیا تو ان سے تھل کے لوگوں کی عادات، رسومات اور مغالطوں پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے نہ صرف مجھے اس موضوع کی اہمیت کا احساس دلایا بلکہ لکھنے کا فریضہ بھی سونپا اور اس موضوع پر معاون کتابیں بھی عنایت فرمائیں۔

بعدازاں میں نے مستقلاً مآخذ کی طرف پیش قدمی کی کیونکہ فقط مشاہدات پر قناعت کرنا ناکافی تھا۔ تھل کے پس منظر میں اس موضوع پر کوئی باقاعدہ کتاب بھی نہیں لکھی گئی تھی جس سے میں گل چینی کرتا۔ بالآخر علاقہ کے ہر ملنے والے سے خیروعافیت کا احوال لینے کے بعد رسومات پر گفتگو کرنا گویا کہ مزاج بن گیا۔ اس سلسلہ میں کافی لوگوں سے ملاقات بھی کی۔ جن اصحاب نے علاقے کی رسومات سے مجھے آگاہ کیا ان میں جام منظور احمد، ڈاکٹر حاجی محمد رمضان، ملک فیض محمد بھٹہ، راؤ محمد اکمل آف رنگ پور، قاری بشیر احمد باروی آف پیر عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، ملک محمد رمضان نکا حسو والا

خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔اس موضوع پر جو کتابیں پیشِ نظر رہیں ان سے فقط وہ رسومات اخذ کی گئیں جو تھل میں شامل مختلف علاقوں میں پائی جاتی تھیں۔ان کتابوں کے نام حوالہ جات میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

کثرتِ مشاغل کے پیشِ نظر سارے تھل کی رسومات قلمبند نہیں کی گئیں بلکہ تھل کے ایک خاص ایریا تحصیل چوبارہ کے شمال مغرب کی وہ رسومات جمع کی گئیں ہیں جو اس مقام کے اکثر خاندانوں میں پائی جاتی ہیں۔ہر علاقہ اور برادری کی رسومات ایک دوسری سے مختلف ہیں اور ہر تیس، چالیس کلومیٹر کی مسافت پر، جیسے لب ولہجہ میں تفاوت ہے، ایسے ہی رسومات میں فرق ہے۔اگرچہ خال خال رسومات ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔

یہاں یہ امر واضح کرتا چلوں کہ مقالہ میں جائز وناجائز کا فرق کئے بغیر رسومات وعادات کا ذکر نہیں کیا گیا۔صرف وہ مضر اور نقصان رساں رسمیں ذکر کی گئی ہیں جنکے اپنانے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات سے روگردانی ہوتی ہے۔مجھے شروع سے یہ احساس تھا کہ رطب ویابس کو مخلوط نہ کیا جائے اور جو رسومات جائز اور اچھی ہیں وہ بدستور باقی رکھی جائیں اور جو معاشرے کے دامن پر بدنما داغ ہیں حتی المقدور انہیں ترک کیا جائے۔بہرحال نہ "روشن خیالی" سے کام لیا گیا کہ سب رسمیں میٹھی اور اپنانے کے لائق ہیں اور نہ "تعصب" سے تمام رسومات پر ناجائز ہونے کا حکم لاگو کرنے کی جسارت کی گئی۔

شرح شریف کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری ہے اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خوبی نکلے نہ برائی وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے۔اس کے کرنے یا چھوڑنے میں نہ ثواب اور نہ عتاب۔مزید قارئین کی تسلی کیلئے مستند مفتیانِ عظام سے تائیدات بھی حاصل کی گئی ہیں۔

لوگوں کے غیر شرعی رسوم پر مسلسل عمل نے اس حد تک ان کی عادت ڈال دی ہے کہ باطل رسم ورواج کے مقابل کئی بار شرعی احکام کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔اس طرف بھی توجہ نہیں دی جاتی کہ آخر ان رسوم کو اپنانے میں مفادات کیا ہیں؟ تھل میں بیشتر لوگ اس نظریے کے حامل ہیں کہ بیٹی اور بیٹے کی شادی کی رسومات ادا کرنے کی فکر میں حج جیسا فریضہ موخر کرنا روا ہے۔لاکھوں روپے کی اضافی مالیت

موجود ہونے کے باوجود حج سے محروم رہتے ہیں اور اپنے آپ کو غریب تصور کرتے ہیں۔اسی طرح ان رسومات میں ترمیم بہت ضروری ہے جن کی بدولت حقوق العباد کی پامالی ہو رہی ہے یا بے حیائی اور فحاشی فروغ پا رہی ہے۔مراثی ،رنڈیاں اور لڑکیوں کا بھیس بدلے ہوئے لڑکے سب کے سب مضر رسوم کی ذرّیت ہیں۔بدقسمتی سے مسلمانوں میں جس شرح کے ساتھ یہ لوگ، دورِ حاضر میں شامل ہیں شاید سکھوں اور ہندوؤں میں اتنی تعداد کیساتھ نہیں ہونگے۔

شادی بیاہ کے ساتھ ساتھ فوتیدگی کے موقعہ پر ایصال ثواب کے طریقے ایسی صورت اختیار کر چکے ہیں کہ ان سے اصل مقصد کا حصول دشوار ہو گیا ہے۔ایصال ثواب کی مجلس غمی کی بجائے خوشی کی تقریب معلوم ہوتی ہے۔متوفی کے پس ماندگان اپنی ناک اونچی رکھنے کیلئے قرض کے بھاری بوجھ تلے دب جاتے ہیں اور تعزیت کیلئے آئے ہوئے حضرات کے طعام کی فکر میں اصل غم بھول جاتے ہیں۔بعہد حال تھل میں یہ رائج ہے کہ وفات کے بعد قل خوانی کے موقع پر پندرہ بیس دیگیں، پلاؤ کی، آنے والے مہمانوں کو کھلائی جاتی ہیں۔اس کے برعکس مقروض متوفی کے قرض خواہوں کو کئی سال تک قرض کی ادائیگی کے حوالے سے ٹال دیا جاتا ہے۔بسا اوقات متوفی کے یتیم بچوں کے مال سے قل خوانی کے موقعہ پر ولیمہ کی طرح کھانے تیار کرنے سے بھی احتیاط نہیں کی جاتی۔

معاشرتی تقاریب کے علاوہ عامۃ الناس میں ناخواندگی اور روایت پرستی کی بنا پر مختلف اوقات ،ایام اور جانوروں کے وجود وآواز کے متعلق بے بنیاد فالوں اور بدشگونیوں کی ایک طویل فہرست ہے۔مثلاً اُلو کی رہائش اور کتے کی غیر عادی آواز کو بہت خطرناک اور نقصان دہ تصور کیا جاتا ہے۔اس کے تدارک میں ان کو جان سے مار دیا جاتا ہے۔نیک فال اور بدشگون کے سلسلہ میں اہانت آمیز حرکات کو اس حد تک روا سمجھا جاتا ہے کہ کدو اور پیٹھے کی بیل اور بینگن کے پودے پر مادر زاد ننگے ہو کر پانی ڈالنے سے کثرت پھل کی فال لیجاتی ہے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ عادت پڑ جانے کی وجہ سے کوئی بھی اس معاملے میں دلچسپی نہیں لیتا کہ کسی رسم کی ابتدا اور ایجاد کب اور کیوں ہوئی؟ بعض رسومات ایسی بھی ہیں کہ کسی تقریب میں اگر کوئی کام مصلحت اور ضرورت کے پیشِ نظر کیا گیا تو اس کام کی ضرورت ختم ہونے کے بعد لوگ عادتاً اسے اختیار کر لیتے ہیں۔اسکی مثال یہ ہے کہ تھل کے طول وعرض میں جب دولھا کو غسل دیا جاتا

ہے تو چار آدمی ایک کپڑے کے چاروں کونوں کو پکڑ کر دولہا کے سر پر تانے کھڑے رہتے ہیں۔ ممکن ہے اس رسم کی ابتداء اسوقت ہوئی ہو جب کسی دولہا نے سخت گرمیوں میں غسل کرتے وقت سورج کی تپش محسوس کی ہوگی تو چار دوستوں نے ایک کپڑا پکڑ کر اس پر سایہ کر دیا ہوگا اور اُدھر جتنے باراتی موجود ہونگے سب نے ایسے مواقع پر اس رسم پر عمل کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ دولہا کیلئے جب کپڑے خریدے جاتے ہیں تو یہ "شامیانہ" لازمی طور لیا جاتا ہے۔ شادی کی تقریب میں، خواہ وہ پوہ کے مہینے میں ہو کپڑا تان کر دولہا پر سایہ کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات اور اُن کے ضمن میں آنے والی ابحاث کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا۔

باب ۱۔ بعہد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں۔

باب ۲۔ وفات کے موقع پر روا رکھی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں کی شرعی حیثیت۔

باب ۳۔ غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت۔

باب ۴۔ بے بنیاد نیک فالیں، بدشگون اور توہمات۔

باب ۵۔ جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات۔

باب ۶۔ مریض بچوں کیلئے مہمل اور بے فائدہ ٹونے، ٹوٹکے۔

باب ۷۔ جہلاء عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات، رسومات اور رواج۔

کتاب کا آخری باب ممکنہ حد تک کسی قاری کی نظر میں باعث تنقید ہو سکتا ہے۔ یہ باب کتاب میں اس مقصد کے تحت شامل کیا گیا ہے کہ جہلاء عرب اور ہندوؤں کی رسومات کی تفصیلات کا ادراک خاطر خواہ طریقے سے ہونے کے بعد با آسانی اندازہ ہو سکے کہ بعہد حاضر غیر اسلامی تہذیب کے آثار اور باقیات کس قدر باقی ہیں۔ بطور تمثیل ہندوؤں اور مسلمانوں کی بعض وہ رسومات وعادات ذکر کی جاتی ہیں جو بالکل ایک دوسرے کے مساوی یا قدرے تغیر کے ساتھ اس وقت پائی جاتی ہیں۔

(۱) ہندو مذہب میں وفات پانے والا بچہ اگر والدین کو بہت عزیز ہو تو اسکے بعد پیدا ہونے والے بچے سے زیادہ پیار نہیں کیا جاتا اور اسکی پیدائش پر پیاز تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسے مانگے ہوئے کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔

(۲) ارتھی کے ساتھ جانیوالے لوگ جب واپس آتے ہیں تو متوفی کے گھر پہنچنے پر دروازے کے سامنے ایک دو قطاریں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور نائی ان کے درمیان پانی چھڑکتا ہوا گزرتا ہے۔

(۳) شام کے وقت اس جگہ ایک مٹی کا دیا جلا دیتے ہیں جہاں متوفی نے آخری سانسیں لی ہوں۔

(۴) تین چار بچوں کی موت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کے پاؤں میں لوہے کے کڑے پہنائے جاتے ہیں۔

(۵) بلی جیسی آنکھیں بے وفائی کی علامت خیال کی جاتی ہیں۔

(۶) حمل کے دوران خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ پر سورج گرہن کے منحوس اثرات نہ پڑیں۔

(۷) روزانہ صبح کو حاملہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے شوہر کا چہرہ دیکھے تاکہ بچے کی شکل اس جیسی ہو۔

مذکورہ بالا ہندوؤں کی رسومات وعادات کے مماثل تھل کی وہ رسومات جو میرے ذاتی مشاہدات سے تعلق رکھتی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جس جگہ میت کو غسل دیا جاتا ہے شام کے وقت وہاں دیا جلایا جاتا ہے۔

(۲) ایک عورت کے یکے بعد دیگر دو بیٹے فوت ہو گئے۔ جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو اس نے کپڑے مانگ کر اپنے بیٹے کو پہنائے اور خوشی اس حد تک روا سمجھی کہ گھر میں "مبارک بادی" دینے کیلئے جتنی عورتیں آئیں انکے درمیان ثابت سرخ مرچیں تقسیم کیں اور صدقہ کے لئے جو بکرا ذبح کیا گیا اس کا خون لیکر اس کمرہ کی دیوار پر ڈال دیا گیا تھا جس میں بچہ پیدا ہوا تھا تاکہ جنات یا بھوت اس مکان میں داخل نہ ہوں۔

(۳) ایک عزیز کے ہاتھ میں چاندی کی کڑی دیکھ کر سوال کیا کہ کڑی پہننے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواباً کہا میرے دو بھائی ننھی عمر میں فوت ہو گئے۔ ماں جی کو کسی سیانی عورت نے نصیحت کی کہ اپنے بیٹے کے ہاتھ میں مانگی ہوئی چاندی کی کڑی بنوا کر ڈال دو تاکہ اس کی موت جلد واقع نہ ہو۔

(۴) سورج گرہن کے متعلق نظریات بعینہ ہندوانہ ہیں۔

(۵) میت دفن کر کے واپس آنے والے لوگوں کے سامنے ایک آدمی کسی برتن میں پانی

لیکر خط مستطیل کی شکل میں گراتا ہے۔

(۶) بہت لوگوں سے یہ بات سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ جب انہیں بلی جیسی آنکھوں والے انسان سے ذاتی کدورت ونفرت ہوجائے تو کہتے ہیں "کا بے وفا، نی دا چور ہوندااے"۔ گویا اس محاورہ کے قائل ہندوؤں کے نظریے سے بھی چار قدم آگے نکل گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

بیان کردہ ان مندرجات سے میرا مقصد نہ علمی تعلّی ہے اور نہ کسی کی مخالفت بلکہ جتنے واقعات درج کئے گیے ہیں ان کی سند میں کسی آدمی کا نام تو کجا، مخصوص گاؤں کا ذکر بھی نہیں کیا گیا تا کہ کسی کو عار نہ ہو۔ اہل علم سے گذارش ہے کہ اگر کہیں ترمیم کی گنجائش محسوس کریں تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

گر خطا بینی باصلاحش بکوش
عیب جوئی نیست کار اہل ہوش

میں یہ واضح کرتا چلوں کہ جن رسومات اور اعتقادات کا ذکر آنے والے صفحات میں کیا جا رہا ہے ان کا تعلق محض عوام سے نہیں۔ خواص بھی عوام ہی کی طرح بہت سے ایسے نظریات رکھتے ہیں جن کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اور نہ ہی ان مسائل کو دین ومذہب سے دور کا بھی واسطہ ہے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ عرصہ دراز سے ایک روایت پر مسلسل عمل ہونے کی وجہ سے عامتہ الناس کو بعض غلط العام معاملات کی صحت کے بارے میں اس حد تک یقین ہے کہ منع کرنے اور دلائل شرعی پیش کرنے کے باوجود بجائے سچ بات قبول کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کے کچھ حضرات لڑنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی اپنی ہتک اور بے عزتی کے مترادف سمجھتے ہیں حالانکہ ہماری ناموس، ناموسِ دین پر قربان ہوجائے تو اصولی طور پر یہ بہت بڑی عزت اور وقار کی بات ہے۔ بعض حضرات مسائل کی صحت پر یقین آجانے کے بعد علمائے کرام سے ناراض ہوجاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ابھی تک ہمیں اس مسئلے کے متعلق بتایا کیوں نہیں۔ بعض اوقات دور افتادہ علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی عادات، نظریات، رسوم اور غلط فہمیوں کی علماء کو اطلاع تک نہیں ہوتی۔ تھل اپنی جغرافیائی صورت حال کے حوالے سے اس طرح کا علاقہ ہے۔ اکثر صورتوں میں آبادی بہت دور دور اور کم کم ہے۔ ایسے میں ان معاملات کی خبر ہونا، کسی طرح بھی ممکن نہیں ہوتا کجا یہ کہ ان کا ازالہ اور اصلاح کی جاسکے۔

میری خواہش ہے کہ اس مقالے کے توسط سے جو اہم کام اب تک نہیں ہو سکا اس کا اہتمام کیا جائے۔ تحریری صورت میں آنے کے بعد اس امر کا امکان موجود ہے کہ میرا پیغام نہ صرف میرے علاقے بلکہ تھل اور اس کے باہر لوگوں تک پہنچے گا اور اگر خدائے بزرگ وبرتر کی توفیق شامل حال رہی تو بہت سے لوگ اپنے اعتقادات اور نظریات میں تبدیلی لانے کی کوشش کریں گے۔

اس سے قبل کہ میں اپنی بات ختم کروں مجھے ان احباب کا شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اس کاوش میں کسی نہ کسی حوالے سے میری رہنمائی یا مدد کی۔ اس ضمن میں برادرِ طریقت زبیر شفیع غوری صاحب کا ذکر ضروری ہے جو اس کتاب کی حقیقی وجہ بنے۔ کام کے دوران مستقلاً ان سے تبادلہ خیالات رہا۔ انہوں نے ذاتی اور اہم مصروفیات سے وقت نکال کر مسودے کو نہایت احتیاط سے پڑھا اور جہاں مناسب خیال کیا ترمیم کا مشورہ دیا۔ وہ تادمِ اشاعت میرے ممد ومعاون رہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم کے نائب مفتی ومدرس مولانا محمد سیف اللہ صاحب ہمارے ہاں مضامین کی تصویب کیلئے دو مرتبہ کراچی سے آئے۔ مولانا محمد حیات عاکف الباروی صاحب نے بھی بعض مضامین کے شامل کرنے میں قیمتی آراء دیں۔ مولانا غلام عباس باروی صاحب بھی اس کار خیر میں شریک رہے۔ میرے استاد مکرم استاذ العلماء مولانا محمد شریف باروی صاحب کی تائید بھی میرے لیے تقویت کا باعث رہی۔ میں ان تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں ایک بار پھر جام منظور احمد صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کی خصوصی معاونت کے بغیر یہ کام اتنے قلیل عرصے میں کبھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت وتعاون قبول فرمائے۔

سب سے آخر میں آستانہ عالیہ پیر بارو شریف رحمۃ اللہ علیہ کے زیب سجادہ حضرت خواجہ فقیر محمد الحسنی الباروی صاحب اور ان کے فرزند دلبند حضرت خواجہ محمد حسن الحسنی الباروی مدظلہ کے کمالِ فیض کا اقرار واظہار لازم ہے جس کی وجہ سے میں اس لائق ہوا کہ اس مقالہ کو ترتیب دے کر ان کی فیض رسانی اور اصلاح عام کے کام میں کسی قدر حصہ ڈال سکوں۔

وزیر احمد
جامعہ ضیائے مدینہ، ماہی والا
جمال چھپری، چوبارہ لیہ

باب ۱

بعہد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں

شادی بیاہ کے دوران روا رکھی جانے والی زیادہ تر رسومات فضول خرچی، ناجائز مطالبات، بے حیائی، فحاشی، عریانی اور نام ونمود کی نذر ہوتی ہیں الا ماشاء اللہ۔

جدید تعلیم یافتہ عیاش، دولت مند طبقات اور روشن خیال ایسے مسلک کے پیروکار ہو چکے ہیں جس کے مطابق شادی اور خوشی کے موقع پر سب کچھ جائز ہے۔ غمی اور خوشی میں فرق ہونا چاہیے۔ خواہ شرعی حدود سے دور دراز ہی نکل جائیں۔ بعہد حاضر علاقائی اور خاندانی لحاظ سے شادی کے موقع پر کی جانے والی غیر شرعی رسومات، عادات واطوار کا تعین اور احاطہ بہت مشکل کام ہے البتہ تمام تر خاندانوں کی مخلوط اور چیدہ چیدہ غیر شرعی رسومات اور انکی بابت شرعی حکم قلمبند کیا جاتا ہے۔

ناچ، باجا، ڈھول اور عورتوں کا گانا:

دولہا اور دلہن کے ورثا جب شادی کی تاریخ، دن متعین کر لیتے ہیں اسی روز سے تا شب زفاف دولہا کے صحن میں ہر شب مغرب کے بعد دولہا کی بہنیں، بھابھیاں اور ہمسایہ عورتیں حلقہ بنا کر درمیان میں اسٹیل یا پیتل کا بڑا تھال رکھ کر بجاتی ہیں اور گانے گاتی ہیں۔ یہ پروگرام ہر رات کم وبیش نصف شب تک رہتا ہے۔ بعض اوقات بجائے بیٹھ کر تھال بجانے کے صحن میں ملکر ناچتی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ گاتی بھی ہیں۔ ٹھنڈی رات میں پندرہ، بیس عورتوں کے ملکر یک زبان ہو کر گانے، تالیاں اور دریس مارنے کی آواز کئی میلوں تک جاتی ہے۔ مقامی زبان میں اسے "سہرے کہنا" کہا جاتا ہے۔ اور اس میں فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ ان کی اس سراپا بے حیائی سے مساجد و مدارس میں نمازیوں اور طلباء کی قرآن خوانی میں اس حد تک خلل واقع ہوتا ہے کہ مقتدیوں تک امام کی قرأت وتکبیرات کی آواز نہیں پہنچتی۔

علاوہ ازیں کچھ برادریوں میں یہ بھی رواج ہے کہ رات کو چند مراثی ڈھول وشہنائی لیکر عورتوں کے ایک جھرمٹ کے درمیان بجانے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عورتیں انکے دائیں بائیں خوب ناچتی اور تالیاں بجاتی ہیں۔ بعض اوقات سہرابندی سے ایک رات پہلے گانے، باجے اور ناچنے کا سابقہ معمول سے بڑھ کر اہتمام کیا جاتا ہے۔ ناچ رنگ کی اس محفل میں بازاری، فاجرہ، فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ہیجڑوں، مراثیوں اور گلوکاروں کو گرانقدر نقدی دے کر بلواتے ہیں۔ شادی والوں کے گھر کی چاروں اطراف کئی میلوں سے نوجوان وادھیڑ عمر کے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں پہنچ کر مقابلہ و

مسابقت کی صورت میں ہزاروں روپے نچھاور کر کے اپنا نام بلند کرنے کے گمان میں اپنی ذات پات کو گھٹیا لوگوں کی فہرست میں شامل کرواتے ہیں۔ مراثیوں کے لیے مساجد کے اسپیکر استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

مذکورہ بالا طریقہ ہائے کار سے شادی وغیرہ منانا، لوگوں کا شریک ہونا، عورتوں کا ناچنا بالکل حرام اور گناہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ (نور: ۳۱)

اور (عورتیں) زمین پر پاؤں زور سے نہ ماریں تا کہ معلوم ہو جائے انکا چھپا ہوا سنگار۔

آیت کریمہ کی روشنی سے یہ بات واضح ہے کہ عورتیں پازیب وغیرہ پہن کر مردوں کے سامنے پاؤں زمین پر زور سے مار کر نہ چلیں اور اشارۃ النص سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جب زیورات کی آواز جائز قرار نہیں دی گئی تو ہاتھ، پاؤں کے ذریعے قصداً تالیاں بجانے اور ناچنے کی صورت میں زور زور سے پاؤں زمین پر مارنے کی کس طرح رخصت ہوگی؟

اسی طرح ہر ایسی چیز جو نامحرموں کے لیے توجہ کا مرکز بنے وہ بھی ممنوع ہے حتیٰ کہ تیز خوشبو وغیرہ لگا کر مجمع عام اور بازاروں سے گزرنا بھی منع ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی عورت کو آتے ہوئے دیکھا جس سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ آپ نے اسے فرمایا اے خداوند جبار کی بندی کہاں کا ارادہ ہے؟ اس عورت نے کہا مسجد کی طرف۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے۔

اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا تو واپس چلی جا اور غسل کر۔ پس بیشک میں نے اپنے محبوب ابو القاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنِ امْرَأَةٍ صَلٰوةً خَرَجَتْ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرِيحُهَا تَعْصِفُ حَتّٰى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ

اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد میں تیز خوشبو لگا کر جائے، جب تک وہ گھر لوٹ کر غسل نہ کرے۔ ۱

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ عورت جو آراستہ و پیراستہ ہو کر نامحرموں میں اترا اترا کر چلتی ہے قیامت کے دن وہ مجسم تاریک ہوگی جہاں نور

کی کرن تک نہ ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس قوم کی دعا قبول نہیں فرماتا جن کی عورتیں جھانجن پہنتی ہوں۔ ۲

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی لڑکی لائی گئی جس کے پاؤں میں گھنگرو تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے گھنگرو کاٹ دیئے اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے

مَعَ كُلِّ جَرْسٍ شَيْطَانٌ

کہ ہر گھنگرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ ۳

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی آئی جس کے پاؤں میں گھنگرو بج رہے تھے فرمایا اسے میرے پاس نہ لانا جب تک اس کے گھنگرو کو کاٹ نہ لینا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جَرَسٌ

کہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں گھنگرو ہوتے ہیں۔ ۴

قریش مکہ جب کعبہ شریف کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے تو اس وقت سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔ ۵

چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (انفال: ۳۵)

نہ تھی انکی نماز کعبہ کے پاس مگر سیٹی اور تالی۔

تفسیر نور العرفان میں ہے۔ تالیاں اور سیٹیاں بجانا کفار کا طریقہ ہے۔ آج بھی عیسائی اپنی مجلسوں میں خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں۔ مسلمان ان کی نقل کرتے ہیں اور انہیں کفار کی نقل نہیں کرنا چاہیے کہ بری ہے۔ ۶

امام ابو الوفا ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ناچنے سے منع کرنے پر قرآن مجید کی تصریح موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

لَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا: زمین پر اترا کر نہ چلو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے اترانے والے کی مذمت فرمائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اور ناچنا، اترانا، فخر کرنا ایک جیسے عمل ہیں بلکہ ناچنا اترانے اور فخر کرنے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ ۷

ابو بکر طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے اس (ناچنے والی) بدعت کو ایجاد کیا وہ اصحاب سامری ہیں۔ جب انہوں نے بچھڑے کا ایک ڈھانچہ تیار کیا جو گائے جیسی آواز نکالتا تھا تو وہ کھڑے ہو کر اس کے سامنے ناچنے لگے اور وجد کرنے لگے یعنی جھومنے لگے۔ ۸

امام بزازی نے فتاویٰ بزازیہ میں فرمایا ناچ بالاجماع حرام ہے۔ سید الطائفہ احمد سنوی نے اس کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے۔

شیخ الاسلام جلال الدین گیلانی کا فتویٰ ہے۔

ناچ کو حلال کرنے والا یعنی جائز کرنے والا کافر ہے۔ ۹

امام محبوبی کے کلمات اور بھی زیادہ سخت ہیں "میں کہتا ہوں کہ جس کی طبیعت میں انصاف ہو وہ ذرا ہمارے زمانے کے صوفیا کا مساجد میں ناچنا کودنا شور مچانا دیکھے کہ بے ریش لونڈے، خواہشات نفسانی کے متوالے، جاہل دیہاتی اور بے وقوف بدعتی ان میں ملے جلے ہوتے ہیں جو طہارت سے ناآشنا، قرآن مجید کے ادب سے ناواقف، مساجد کی بے حرمتی کرنے والے، حلال وحرام کی پہچان سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ جو سوائے چیخنے چلانے کے اور کچھ نہیں جانتے، ایمان اور اسلام کی معرفت سے لاعلم ہوتے ہیں۔ فرمایا ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل، تماشا بنا رکھا ہے۔ ۱۰

جو فعل حرام ہے اس میں شریک ہونا اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ ۱۱

رقص اگر معاذ اللہ بروجہ تصنع وریا ہے تو حرام قطعی و جریمۂ فاحشہ ہے اور بطور لہو ولعب بھی ناجائز و مسقط عدالت اور تمایل (ڈانس) کے ساتھ مثل رقص فحش، اشد حرام ہے۔ ۱۲

ذخیرہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ناچنا کبیرہ گناہ ہے اور مشائخ میں جس نے اسے مباح قرار دیا وہ

اس رقص کے حق میں ہے جس کی حرکات مثل رعشہ والے کے بے اختیار ہوں، وہ مغلوب الحال ہوں اور وجد کرنے والے کی وجدانی کیفیت گم سم ہو جانے کی حالت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اس حد تک حاوی ہو کہ اگر وجد والے کے چہرے پر تلوار کی ضرب لگائی جائے تو تب بھی اسے درد کا احساس اور شعور نہ ہونے پائے۔ ۱۳

مزامیر:

مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء وعلماء فریقین مقتدا کے کلمات عالیہ میں واضح اور صریح ہے۔ اُن کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں بلکہ بصورت اصرار کبیرہ گناہ ہے۔ اور حضرات عالیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت رضی اللہ عنہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل و افترا ہے۔ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الدین رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفوائد وغیرہا میں جا بجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی، بلکہ حضور والا صرف تالی بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے۔ ۱۴

آپ ایسے افعال میں عذر غلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے اور صاف تصریح فرمائی کہ "مزامیر حرام است" یعنی گانے بجانے کے آلات کا استعمال حرام ہے۔ ۱۵

رسول اللہ ﷺ نے ایک قوم کا ذکر فرمایا! یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَمْرَ وَالْحَرِیْرَ وَالْمَعَازِفَ، زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ فرمایا! وہ بندر اور سور ہو جائیں گے۔ ۱۶

البتہ اوقات سرور (خوشی کے وقت) میں دف جائز ہے بشرطیکہ اس میں جلاجل یعنی جھانج نہ ہوں، نہ وہ موسیقی کے تال، سُر پر بجایا جائے ورنہ وہ بھی ممنوع ہے۔ ۱۷

گانا:

فساق، فجار، اہل شہوت مردوں، امردوں، عورتوں، رنڈیوں اور ڈومنیوں کا اس طرح گانا جو کہ معصیت پر مشتمل ہو، فحش یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب وزنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت کی بالیقین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا، اگرچہ مردہ ہو، ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب کو حیا و عار آئے سب ممنوع ہے۔ ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل

فتنہ، نہ لہو ولعب مقصود، نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے گیت، غزلیں، ذکر باغ و بہار پر مشتمل سنے جائیں اور فساق و فجار واہل شہوت کو اس سے بھی روکا جائے۔ ۱۸

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گانا دل میں اس طرح نفاق اگاتا ہے جس طرح پانی ساگ پات اگاتا ہے۔ ۱۹

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! صَوْتَانِ... فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں:

۱۔ آسائش کے وقت گانا بجانا۔

۲۔ مصیبت کے وقت بین کرنا۔ ۲۰

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی گانے والی کے پاس بیٹھ کر اس کا گانا سنے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دے گا۔ ۲۱

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے نادان بدکار آوازوں سے روک دیا گیا۔ ۲۲

آتشبازی:

شادی والے گھر میں شادی سے ایک رات قبل اس قدر آتشبازی ہوتی ہے کہ رات کو پورے محلہ والوں کا سکون ختم اور نیند اڑ جاتی ہے اور مدعو صاحبان مقابلہ بازی میں نوع نوع کی آتشبازی کرتے ہیں جس سے بے دریغ مال ضائع ہوتا ہے۔ تضیع مال حرام اور اسراف ہے۔ نکاح میں البتہ بغرض اعلان بندوقیں چھوڑنے کی ممانعت نہیں ہے بہرحال اگر فائرنگ سے نیت ریا و فخر ہو تو وہ حرام ہے کیونکہ دکھلاوا اور ریا تو نماز کو بھی حرام کر دیتا ہے۔

مہندی:

شادی کی مجملہ غیر شرعی و جاہلانہ رسومات سے ایک رسم مہندی کی بھی ہے۔ شادی سے ایک رات قبل دولہا کو تہائی رات گزرنے کے بعد مہندی لگانے کی اس دور میں جو رسم ہے وہ اکثر خاندانوں

میں قدرے ردوبدل سے ملتی جلتی ہے۔ مہندی کا ایک تھال تو دولہا کے گھر والوں کی طرف سے تیار کیا جاتا ہے علاوہ ازیں دولہا کے دوست احباب بھی مہندی سجا کر لاتے ہیں۔ مہندی سجانے کی رسم اس وقت تھل میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ نام فقط مہندی کا ہوتا ہے لیکن اس شب میں شادی والوں کا گھر پوری طرح بے حیائی کی مہندی سے سرخ ہو چکا ہوتا ہے۔ چاروں اطراف سے مہندی سجا کر لانے والے بے حیائی و پردہ دری میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتے ہیں۔ نوجوان، کنواری لڑکیاں رقص کرتے ہوئے، عشقیہ اشعار پڑھتے ہوئے، تالیاں بجاتے ہوئے، اور پیشہ ور مراثیوں کو اپنے فن سے شرمانے والیاں، مہندی سجانے اور لگانے کی رسم، میں شب بھر اس قدر مست اور بے خود رہتی ہیں کہ رات کے پردہ میں ہر اجنبی و غیر محرم اور آوارہ لڑکوں سے بات چیت کرنے اور ان کے قریب نشست و برخاست سے عار محسوس نہیں کرتیں۔ دولہا کو جب مہندی لگائی جاتی ہے تو اس وقت بھی اجنبی عورتیں اپنے ہاتھوں سے دولہا کو مہندی لگانا فخر سمجھتی ہیں۔ دولہا کے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں، ہتھیلیوں، تلوؤں اور ہاتھوں کی پشت اور ناخنوں پر نقش گری کی صورت میں ماہر عورتیں اور لڑکے مل کر مہندی لگاتے ہیں اور اسی دوران مراثی، ڈھول و شہنائی بجانے والوں کو بھی ویل دی جاتی ہے۔ نوجوان عورتیں اپنے معصوم بچوں کے نام پر اپنے ہاتھوں سے ویل دینا فخر سمجھتی ہیں۔

مہندی لگانے اور سجانے کی مذکورہ رسومات بالکل حرام و ناجائز ہیں۔ جب مرد کیلئے مہندی لگانا ہی حرام ہے تو اس کے لئے جتنا پروگرام بھی بنائیں جائز نہیں ہوگا کیونکہ حرام کے ارتکاب کے لیے نقل و حرکت بھی ناجائز ہوتی ہے۔ جب مرید عورت اپنے شیخ اور شاگرد لڑکی اپنے استاد کے پاؤں نہ پکڑ سکتی نہ چھو سکتی ہو تو غیر متقی لوگوں کے پاؤں اور ہاتھوں پر نوجوان لڑکیوں کا مہندی لگانا کس طرح جائز ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ۔ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مہندی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے، سر اور داڑھی میں مستحب۔ ۲۳ بعض متقی فقط چھنگلی پر مہندی لگانا تقوی سمجھتے ہیں حالانکہ جب پورے ہاتھ پر مہندی کی رنگت حرام ہے تو بطور نشانی فقط چھنگلی پر اسے لگانا اور اپنے تئیں قناعت کرنا تقویٰ نہیں ہوگا۔

کھارا گانا:

دولہا کو نہلانے اور کپڑے پہنانے کی رسم کو کھارا گانا کہا جاتا ہے۔ اس دوران کچھ غیر شرعی رسومات کا ارتکاب بھی کیا جاتا ہے۔ مثلاً دولہا اولاً قمیص اور شلوار سمیت غسل کرتا ہے پھر قمیص اتار لی جاتی ہے اور شلوار سمیت خوب جسم پر پانی بہایا جاتا ہے۔ اس دوران اکثر باراتی دولہا کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں کچھ خدمت میں مصروف اور کچھ نظارہ کرنے میں مگن رہتے ہیں۔ دریں اثنا شلوار تر ہونے کی وجہ سے خوب جسم کے ساتھ چپک جاتی ہے اور دولہا کا دبر، قبل اور شرمگاہ کی وضع قطع صاف طور پر باراتیوں کو نظر آ رہی ہوتی ہے گویا سفید اور باریک شلوار اور کپڑوں پر پانی پڑنے سے سب کچھ نظر آتا ہے عامۃ الناس غسل کے دوران ناف سے نیچے ایک بالشت کپڑا ڈھلک جانے کو بھی قبیح خیال نہیں کرتے۔ تو مندرجہ بالا صورت حال کے مطابق لوگوں کے سامنے کھڑا ہونا اور انکا دیکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ ستر دیکھنے کے متعلق بہت ہی وعیدات وارد ہوئی ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر دیکھے نہ عورت کسی عورت کا ستر۔ ۲۳

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے علی نہ اپنی ران کھولو اور نہ کسی مردہ اور زندہ کی ران دیکھو۔ ۲۴

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ننگے ہونے سے بچو۔ ۲۵

حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص سے گزرے جو غسل کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اے لوگو: بیشک اللہ تعالیٰ بہت ہی حیا فرمانے والا، حلم والا، پردہ پوشی کرنے والا ہے اور حیا و پردہ کو محبوب رکھتا ہے لہٰذا تم میں سے جب کوئی غسل کرے تو لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے۔ ۲۶

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر مجھ پر یکے بعد دیگرے تین مرتبہ موت و حیات واقع ہو تو مجھے اس سے پسند ہے کہ میں کسی کا ستر (شرمگاہ) دیکھوں یا کوئی میری شرمگاہ دیکھے۔ ۲۷

"چھونڑیں توڑنا":

کھارا گانا کی دوسری غیر شرعی اور ہندوؤں کی رسومات کے مماثل رسم یہ ہے کہ دولہا جس گھڑے سے غسل کرتا ہے غسل کرنے اور کپڑے و جوتا پہننے کے بعد اس گھڑے کا سرپوش یا ڈھکن مقامی زبان میں جسے چھونڑیں کہتے ہیں اوندھا کر کے کچھ پیسے نیچے رکھ کر کسی سخت جگہ پر رکھ دیتے ہیں جسے دولہا اپنے پاؤں سے خوب زور لگا کر توڑتا ہے۔ جملہ تماشائی صاحبان بآواز بلند بطور شکرانہ اللہ، اللہ کہتے ہیں۔

اس رسم جاہلیت میں متعدد خرابیاں و نقصانات ہیں:

۱۔ بلاوجہ برتن توڑنا حرام ہے کیونکہ ایک قیمتی اور ضرورت کی چیز کو ضائع کرنا ہے۔

۲۔ سرپوش کے نیچے نقدی رکھنا بھی ناجائز کیونکہ بعض اوقات ٹھیکریوں پر زور سے پاؤں مارنے سے نوٹ کٹ کر ضائع ہو جاتے ہیں اور تضیع مال حرام ہے۔

۳۔ نوٹوں پر مقدس تحریر و نقش کی بھی بے حرمتی ہے۔ کئی نوٹوں پر گورنر کے دستخط کے مقام پر سعید احمد لکھا ہوا دیکھا۔ احمد، نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک ہے اسے پاؤں سے روندنا اور اس پر جوتا مارنا کتنی عظیم بدبختی و خانہ بربادی ہوگی۔

۴۔ تھل میں رواج ہے کہ جب کسی اہم کام کی تکمیل ہو جائے تو سب لوگ یک زبان ہو کر بطور شکرانہ نعرہ تکبیر لگاتے ہیں۔ برتن توڑنے پر نعرہ تکبیر بلند کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ مقام شکر کرنے کا نہیں بلکہ گناہ اور نقصان کرنے پر اناللہ وانا الیہ راجعون اور استغفر اللہ پڑھنے کا مقام ہوتا ہے۔

سہرا بندی:

کچھ نام نہاد صوفی ہر سہرا باندھنا ناجائز کہتے ہیں اور بر سر مجلس دولہا کے سر سے اتروا کر پھینکنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ ہر سہرا کے کرنے اور باندھنے پر حرمت کا حکم صادر فرمانا سراسر جہالت اور تعصب ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک سوال آیا کہ پھولوں کا سہرا جس میں نلکیاں اور پنی وغیرہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ جواباً وضاحت کی گئی پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور ہے رسوم دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں، نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا، تو مثل

اور تمام عادات ورسوم مباحہ کے مباح رہے گا۔ ۲۸

شرع شریف کا قاعدہ کلیہ ہے جس چیز کو خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اچھا بتائیں وہ اچھی ہے، جسے برا فرمائیں وہ بری اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اسکی خوبی نکلے نہ برائی وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے، اس کے فعل وترک میں نہ ثواب اور نہ عتاب۔

بالجملہ خلاصہ یہ ہے کہ سہرا نہ شرعاً منع ہے نہ ضروری یا مستحب، بلکہ ایک دنیوی رسم ہے۔ کی تو کیا نہ کی تو کیا۔ اس کے سوا جو کوئی اسے حرام، گناہ، بدعت ضلالت بتائے وہ سخت جھوٹا، بر سر باطل اور جو اسے ضروری، لازم اور ترک کو شرعاً موجب تشنیع جانے وہ نرا جاہل۔

دولہا کے ہاتھ میں چھری:

عام طور سہرا بندی کے بعد دولہا کے ہاتھ میں ایسی چھری دی جاتی ہے جو ایک خوبصورت سرخ رنگ کے کپڑے وغیرہ میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ سہرا بندی کے وقت سے لیکر شام تک دولہا لازمی طور پر اسے اپنے پاس رکھتا ہے۔ اب کہیں کہیں چھری کی جگہ آہنی عصا ہاتھ میں پکڑنے کا بھی رواج شروع ہو گیا ہے۔ چھری اور آہنی عصا ساتھ رکھنے کی غرض فقط ایک ہی بتائی جاتی ہے کہ ہاتھ میں چھری وغیرہ ہو تو جنات اور بھوت حملہ آور نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی آدمی دو چار کلومیٹر کے فاصلہ پر کچا گوشت لیکر جا رہا ہو تو اس میں لوہے کی کوئی چیز یا کوئلہ رکھتے ہیں تاکہ گوشت اٹھانے والے کو بھوت اور جنات نہ چمٹ جائیں۔

یہ سب ناجائز رسمیں ہیں۔ اگر دولہا یا گوشت اٹھانے والے یا کسی اور پر جنات کا خطرہ ہو تو دولہا اور گوشت اٹھانے والا آیۃ الکرسی یا تعوذ پڑھ لیں ان شاء اللہ العزیز جنات حملہ آور نہیں ہونگے کیونکہ قرآن ایک بہترین محافظ ہے۔ اگر دولہا خود نہیں پڑھ سکتا تو اس پر کوئی اور آدمی پڑھ کر دم کر دے۔

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک جن کو پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ انسان تم سے کس طرح بچ سکتے ہیں تو اس نے کہا صبح وشام آیۃ الکرسی پڑھ لیں۔ صبح کو یہ واقعہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس خبیث نے سچ کہا۔ ۲۹

جس گھر میں آیۃ الکرسی پڑھی جائے اس گھر سے شیطان ایک ماہ تک اور جادوگر چالیس دن تک دور رہتے ہیں۔ ۳۰

جو کوئی صبح وشام اپنے اور اپنے بچوں پر آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کر دے وہ شیطان، جادو اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔ ۳۱

اگر کوئی شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے تو رات بھر دو فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ۳۲

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص روزانہ دس بار اعوذ باللہ پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو کہ اس کو شیطان سے بچاتا ہے۔ ۳۳

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو حضور قلب کے ساتھ اعوذ باللہ پڑھے تو رب اس کے اور شیطان کے درمیان تین سو پردے حائل کر دیتا ہے۔ ۳۴

دولہا اور دلہن پر پیسے اور جو نچھاور کرنے کی رسم:

شادی کے موقعہ پر ادا کی جانے والی غیر شرعی اور جاہلانہ رسومات میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ جب دلہن والدین کے گھر سے روانہ ہوتی ہے تو گھر کے دروازہ سے نکلنے کے دوران قریبی رشتہ دار عورت اس کے سر پر جو یا پیسے نچھاور کرتی ہے۔ باراتیوں میں سے بچے اور غریب لوگ۔ پیسے چُن لیتے ہیں۔

یہ دونوں رسمیں ناجائز ہیں۔ پیسے نچھاور کرنے کی رسم تو اس لیے ناجائز ہے کہ زیادہ تر جو پیسے ''وارے'' جاتے ہیں وہ کافی تعداد میں نالیوں اور ریت میں گم ہو جاتے ہیں۔ پیسوں کو چننے کے لئے غریب لوگ سبقت کرتے ہیں جسکی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکے بھی دیتے ہیں اور کسی کو چوٹ لگ سکتی ہے بعض اوقات ایک نوٹ دو آدمیوں کے ہاتھ میں آجاتا ہے تو ہر ایک آدھا آدھا نوٹ لیجاتا ہے۔

کوئی نوٹ اور سکہ اس چیز سے خالی نہیں کہ اس پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو بعض اوقات نوٹوں پر نہایت ہی واجب التعظیم مقدس کلمات اور نقش ہوتے ہیں اور ایسے نوٹ غلاظت والی نالیوں میں گر جائیں یا پامال ہوں تو کتنی توہین اور جرم ہوگا۔ بہر حال پیسے ہوں یا اناج، اس طرح پھینکنے کے نہ صرف بہت سارے نقصانات ہیں بلکہ یہ صریحاً فضول خرچی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا!

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (اسرائیل:27-26)

اور بے جا خرچ نہ کرو یقیناً بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو اسراف اور ناجائز خرچ کو تبذیر کہتے ہیں، تبذیر اسراف سے زیادہ بری ہے اس لیے تبذیر پر سخت وعیدات آئی ہیں، نوٹ اڑانا اور جو پھینکنا بھی تبذیر ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین کاموں کو ناپسند فرمایا!

۱۔ فضول باتیں کرنا۔

۲۔ مال کو ضائع کرنا۔

۳۔ بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا۔ ۳۵

مٹھائی نچھاور کرنا:

بعض برادریوں میں ایک غلط و ناجائز رسم یہ بھی ہے کہ کھارا گانا کے بعد دولہا پر مٹھائی نچھاور کی جاتی ہے، حالانکہ اس طرح مٹھائی نچھاور کرنے میں بہت خرابیاں ہیں:

۱۔ اکثر مٹھائی ریت میں مل کر ضائع ہو جاتی ہے۔

۲۔ اشیاء خوردنی کی توہین ہے۔

۳۔ آئے ہوئے مہمانوں کو مٹھائی پیش کرنے کا ہتک آمیز طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں زلف کشائی کے موقع پر بھی مٹھائی کی ''ہولی'' کی جاتی ہے۔ بعض مرتبہ خانقاہوں پر بھی نذر و نیاز کی اشیاء خوردنی ایسے جاہلانہ رویے سے تقسیم کی جاتی ہیں۔

دولہا زنان خانہ میں:

دولہا اور بارات جب دلہن کے گھر پہنچتے ہیں تو اولاً نکاح پڑھا جاتا ہے۔ بعد ازاں دولہا ایک دو آدمیوں سمیت زنان خانہ میں چلا جاتا ہے۔ دولہا کا جب نکاح پڑھا جاتا ہے تو اکثر لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ اب دولہا کو گھر بھیجو کیونکہ اس کا عورتوں میں جانا جائز ہو گیا ہے، حالانکہ اس کا نکاح تو ایک عورت سے ہوا ہے اس کے پاس جانا تو جائز ہو گیا تمام تر عورتیں جو شادی میں شریک ہیں انکے پاس جانا یا بیٹھنا تو جائز نہیں ہوا۔ وہاں پر جتنی عورتیں ہوتی ہیں وہ دولہا کو دیکھتی ہیں۔ سالی وغیرہ یا دولہا کو کھانا

اور خوش دامن دولہا کو سونے کی انگوٹھی پیش کرتی ہے۔ دولہا ہر تقریب میں اسے پہننا لازمی سمجھتا ہے۔ انگوٹھی گم ہونے یا فروخت کرنے کی صورت میں کچھ سسرالی داماد سے باز پرس بھی کرتے ہیں۔ غریب خاندان کے لوگ بجائے سونے کی انگوٹھی کے چاندی کی انگوٹھی پیش کرتے ہیں۔

بعض رزیل خاندان کے لوگ عورتوں سے بھی سلامی وصول کرتے ہیں اور انکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ دولہا کے گھر میں جتنی عورتیں ہوتی ہیں خواہ محرمات ہوں، غیر محرمات ہوں، نوجوان ہوں یا کنواریاں سب کے سر پر دولہا باری باری ہاتھ رکھتا جاتا ہے اور وہ کچھ نقدی پیش کرتی ہیں جسکی فہرست بنائی جاتی ہے اور یہ سلامی بھی نیوتا کی طرح قابل واپسی ہوتی ہے۔

بلا عذر اجنبی مرد اور عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا:

بلا عذر اجنبی مرد اور عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا منع ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ (نور:31-30)

مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عورت چھپانے کے لائق ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانک کر دیکھتا ہے۔ ۳۶

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ۔ دیکھنے والے پر اور جس کی طرف نظر کی گئی دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ۳۷

زنان خانہ میں دولہا، ''سبالا'' یعنی اس کا محافظ اور تیسرا مرد سلامی لکھنے والا، ان سب کا عورتوں کے پاس جانا اور ان تینوں کو دولہا کی ''سالی'' کا کھانا کھلانا اور کھانا کھانے کے بعد بطور

"مکھلاوا" سالی کا ان سے پیسے لینا بہت بڑا گناہ، بے حیائی اور فتنے کا دروازہ کھولنا ہے۔ اس موقعہ پر شادی والوں کے گھر میں آئی ہوئی عورتیں سب کی سب دولہا کو بڑی ہی چاہت سے دیکھتی ہیں اور دولہا بھی انہیں دیکھتا رہتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث پاک کی روشنی سے یہ سب کے سب لعنتی ہوئے۔

تنہائی میں عورتوں کا دیکھنا اور انکے پاس جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن عورتوں کے شوہر غائب ہیں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے خون کے دوران کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ سے بھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے بھی مگر اللہ تعالی نے میری مدد فرمائی کہ وہ اسلام لایا۔ ۳۸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ ۳۹

جس طرح مرد کے لئے اجنبی عورت کو بلا عذر قصداً دیکھنا جائز نہیں اسی طرح عورتوں کے لیے بھی جائز نہیں کہ غیر مرد کو دیکھیں چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما حاضر تھیں تو حضرت عبد اللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو فرمایا کہ پردہ کر لو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اندھی ہو، کیا تم انہیں نہیں دیکھو گی۔ ۴۰ نبی اکرم ﷺ نے جب نابینا آدمی کو دیکھنے سے منع فرمایا تو بینا کو دیکھنا کیونکر جائز ہوگا؟

سالیوں وغیرہ، کا بہنوئی، "سالا" اور سلامی دینے والوں کی فہرست تیار کرنے والا، ان تینوں سے پردہ بہت ضروری ہے بشرطیکہ سالا وغیرہ محرم نہ ہو اور ہنسی مذاق کرنا تو مزید بے حیائی اور فتنہ ہے۔

ساس کا داماد کو بطور تحفہ سونے کی انگوٹھی پیش کرنا:

دولہا کو خوش دامن یا کوئی اور اگر سونے کی انگوٹھی پیش کرے تو اسکا پہننا حرام ہے۔ مسلسل پہننا یا ایک لحظہ کے لیے پہننا برابر کا حکم رکھتا ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا، جو پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ کہ کیا بات ہے تجھ سے بتوں کی بو

آتی ہے تو اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھتا ہوں؟ اس نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا چاندی کی اور ایک مثقال پورا نہ کرو (یعنی وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو)۔ ۴۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داہنے ہاتھ میں ریشم لی اور بائیں ہاتھ میں سونا، پھر فرمایا: اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ۔

یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ ۴۲

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا۔ پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص جہنم کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو کسی نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھا اور کسی کام میں لا تو انہوں نے کہا۔

وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَ قَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ خدا کی قسم میں اسے کبھی نہ لوں گا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پھینک دیا۔ ۴۳ سبحان اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کس قدر اپنے آقا ﷺ کے ساتھ عقیدت تھی۔ اگر آپ ﷺ نے سونا بھی پھینک دیا تو انہوں نے اسے اٹھانا اور لینا گوارہ نہ کیا واقعی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان عالیشان کی تصویر تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا! لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَابِعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک اسکی پسند و خواہش اسکے موافق و تابع نہ ہو جو کچھ میں (احکام) لیکر آیا ہوں۔ ۴۴

کچھ صاحبان سونے کی انگوٹھی پہننے کا یہ حیلہ بھی تراشتے ہیں کہ ایسی انگوٹھی سفر میں پہننی جائز ہے کیونکہ اگر زادِ سفر ختم ہو جائے تو پھر انگوٹھی فروخت کر کے ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں یہ سراسر غلط ہے۔ جیسے گھر میں مرد کیلئے سونے کے زیورات حرام ہیں ایسے ہی سفر میں بھی حرام ہیں۔ رہی ضروریات سفر کی بات تو اس کے متبادل کئی حل ہیں (۱) سونے کی انگوٹھی جیب میں رکھ لی جائے اگر ضرورت

پڑے تو فروخت کر سکتے ہیں (۲) قیمتی موبائل سیٹ بھی سفر میں ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔ بوقت ضروریات اسے فروخت کر کے کم قیمت موبائل خرید لیا جائے باقی پیسوں سے ضروریات سفر پوری کی جاسکتی ہیں۔

عروسی لباس:

دلہن کو رخصت کرنے کی جب تیاری ہوتی ہے تو اسے عام طور پر ایسا عروسی لباس پہنایا جاتا ہے جو بازار سے بہت ہی مہنگے دام دستیاب ہوتا ہے۔ بالعموم سال میں دو بار عروسی لباس کی نئی ورائٹی بازار میں آتی ہے۔ شومئ قسمت سے اکثر و بیشتر عروسی لباس اتنا باریک ہوتا ہے کہ دوپٹے کے اندر سے دلہن کے بال، سر اور گردن واضح نظر آتے ہیں عام اوقات میں بھی عورتوں کا جو لباس ہوتا ہے 90% ایسا ہوتا ہے کہ زیب تن کرنے کے باوجود ان کا بدن و جسم خوب جھلک رہا ہوتا ہے اور صاف صاف اعضاء نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ مردانہ لباس بھی باریک ہونے کے لحاظ سے عورتوں کے لباس سے کم نہیں۔ گرمیوں میں لان، کاٹن وغیرہ کی مردوں کے لئے جو ورائٹی دستیاب ہوتی ہے اتنی باریک، پتلی ہوتی ہے کہ مردوں کی رانیں صاف نظر آ رہی ہوتی ہیں سارے بدن کا رنگ جھلک رہا ہوتا ہے اور جسم پر بال بھی دکھائی دے رہے ہوتے ہیں۔ کئی بھلے مانس امام بھی ایسا لباس پہن کر لوگوں کی نمازیں ضائع کرتے رہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا باریک کپڑے پہن کر رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان سے رخ انور پھیر لیا اور فرمایا! اے اسماء عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہ دینا چاہیے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔ ۴۵؎

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھ کر آئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا دوپٹہ پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹہ عطا فرمایا۔ ۴۶؎

بنو تمیم کی چند عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک لباس پہن کر آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! اِنْ كُنْتُنَّ مُؤْمِنَاتٌ فَلَيْسَ هٰذَا بِلِبَاسِ الْمُؤْمِنَاتِ۔

اگر تم ایماندار ہو تو یہ لباس ایمان والوں کا نہیں اور اگر ایماندار نہیں ہو تو تمہاری مرضی۔ ۴۷؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوزخیوں کی دو قسموں کا ذکر فرمایا کہ میں نے انہیں نہیں دیکھا۔۔۔ فرمایا دوسری قسم نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ ۴۸؎

لباس پہننے کے باوجود ننگے ہونے سے مراد یہ ہے ۔۱۔ بدن کا کچھ حصہ ڈھانپیں گی اور کچھ ننگا رکھیں گی۔ ۲۔ اتنا باریک کپڑا پہنیں گی کہ بدن کے رنگ کو نمایاں کرے گا۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا لباس پہننے کے باوجود اس کے شکر سے عاری ہوں گی۔

عروسی لباس کی حفاظت:

عروسی لباس کی بہت حفاظت کی جاتی ہے خصوصاً جلنے سے اسے ہر ممکن محفوظ رکھا جاتا ہے جلنے کی صورت میں بدشگون لیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر دلہن کے لباس پر چھوٹی سی چنگاری بھی پڑ جائے تو پھر عمر بھر اس دلہن کا لباس آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا بلکہ دلہن سے عداوت رکھنے والی عورتیں چوری اور چھپ کر عروسی لباس جلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ تا کہ تا زیست اسکا لباس آگ سے محفوظ نہ رہے عروسی لباس اور "وری سوئی" کے سامان میں سرخ رنگ کو ترجیح دی جاتی ہے اور سیاہ رنگ سے بدشگون لیا جاتا ہے۔ اگر بھول کر بھی "وری سوئی" کی سو، ڈیڑھ سو اشیاء میں سے ایک سیاہ رنگ کی آجائے تو اسے فوراً الگ کر دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دلہن کے بناؤ سنگھار کے وقت ایسی عورت کو قریب نہیں آنے دیا جاتا جو بیوہ ہو چکی ہو یا بانجھ۔ اس کام کے لیے خوشحال عورت کا تعین نیک فال اور بدحال خاتون کا قریب آنا بدشگون سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا نظریات عند الشرع ناپسندیدہ ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

دلہن روانہ کرنے کی رسم:

کہیں کہیں یہ ناجائز رسم اور رواج بھی ہے کہ دلہن کو رخصت کرتے وقت دلہن کے محارم میں سے کوئی ایک آدمی دلہن کو اپنی گود میں لے کر تمام باراتیوں کے سامنے آ کر سواری میں بٹھاتا ہے۔

ناخن پالش:

سامان عروسی اور "وری سوئی" کا اہم جزو ناخن پالش ہے۔ اگر ناخن پالش "وری سوئی" میں نہ ہو تو اسے نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ ناخن پالش کے متعلق کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ یہ خنزیر کی چربی سے تیار ہوتی ہے اس لئے حرام ہے۔ یہ غلط مشہور ہے۔ بغیر تحقیق کے کسی چیز کے متعلق یہ کہنا ناجائز ہے کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے البتہ اس کے استعمال میں ایک بڑی یہ قباحت ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کے ناخنوں پر اسے لگانے سے اور ان پر واٹر پروف مواد کی تہ جم جانے سے وضو کا پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا۔ ایسی صورت میں ناپاک عورت اگر غسل کرے گی تو وہ پاک نہیں ہوگی۔ اگر بے وضو ہو جائے تو وضو بھی اس کے ہوتے ہوئے نہیں ہوگا۔ جب تک عورت ناخن پالش کو اپنے ناخنوں سے نہیں کھرچے گی اس وقت تک غسل اور وضو اسے حاصل نہیں ہوگا۔ لہٰذا اگر بازار میں ایسی ناخن پالش دستیاب ہے جو پانی کے لئے مانع نہیں تو اسے استعمال کرنا چاہیے اور اگر واٹر پروف کے علاوہ میسر نہیں تو پھر بہتر ہے کہ اسے استعمال نہ کیا جائے۔ اگر استعمال کریں تو پھر وضو اور غسل کے وقت اسے کھرچنا لازم ہوگا کیونکہ بدن سے ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں جس خاتون کے بیس ناخن خشک رہ جائیں وہ کیسے طہارت اور پاکی حاصل کرے گی۔ غفلت کی صورت میں نہ نماز جائز، نہ مس قرآن۔ غرضیکہ جن عبادات کے لئے غسل اور وضو ضروری ہے ناخن پالش کے ہوتے ہوئے نہ وضو ہوگا اور نہ غسل نہ صرف ایسی عبادات بے سود ہوں گی بلکہ گناہ بھی ہوگا اور جب تک ایسی عورت گھر میں رہے گی تو وہ گھر رحمت سے محروم رہے گا۔ نیز ناخن پالش کے ہوتے ہوئے اگر عورت مرجائے تو پھر اس کی میت کا غسل بھی نہیں ہوگا۔ جب غسل نہ ہوگا تو نماز جنازہ بھی نہیں ہوگی۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو بال دھوؤ اور جلد صاف کرو۔ ۴۹

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص غسل جنابت میں ایک بال بے دھوئے چھوڑے گا اس کے ساتھ آتش سے ایسا ایسا کیا جائے گا یعنی عذاب دیا جائے گا۔ ۵۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کہ فرشتے اس گھر

میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر، کتا اور جنابت والا ہے۔ ۵۱

رونمائی اور دلہن کے محاسن ونقائص بیان کرنا:

شب زفاف کے بعد رونمائی کی قبیح رسم ادا ہوتی ہے۔ دلہن پلنگ یا چارپائی پر چہرہ اوڑھ کر بیٹھ جاتی ہے۔ دولہا اور دلہن کے سب رشتہ دار، محارم اور غیر محارم عورتیں، مرد اپنے، پرائے سب کے سب باری باری دلہن کا چہرہ دیکھتے ہیں اور دلہن کو کچھ نقدی دیتے ہیں۔ اسے "منہ ڈکھاوی" کہتے ہیں۔ بعد ازاں دلہن اپنے رخ سے یہ نقاب ہٹا لیتی ہے۔ اگرچہ یہ رسم کسی قدر سکڑ گئی ہے لیکن پھر بھی شرعی دائرے سے کافی کچھ خارج ہے کیونکہ اس وقت اگرچہ غیر کفو کے لوگ دلہن کا چہرہ نہیں دیکھتے لیکن برادری اور کفو کے لوگ تو حسب دستور دیکھتے ہیں، حالانکہ دلہن کے محارم وزوج کے علاوہ جتنے مرد ہیں، خواہ رشتہ دار کیوں نہ ہوں ان کیلئے بلا عذر قصداً دلہن کا چہرا دیکھنا ناجائز ہے، اور دلہن کا انہیں چہرہ دکھانا منع ہے۔

جو عورتیں دلہن کا چہرہ دیکھ کر واپس جاتی ہیں ایک گناہ وہ بھی کماتی ہیں۔ اپنے خاوند سے دلہن کا حسن و جمال خوب بیان کرتی ہیں یا دلہن بدصورت ہو تو پھر اس کے عیب، نقص و بدصورتی بیان کرتی ہیں حالانکہ عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی عورت کا حسن و جمال یا بدصورتی اپنے خاوندوں سے بیان کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایسا نہ ہو کہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ رہے۔ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا۔ پھر وہ عورت اس کا حال اپنے خاوند سے بیان کرے گویا یہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ۵۲

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دیور کے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا: اَلْحَمْوُ اَلْمَوْتُ دیور موت ہے۔ یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے۔ ۵۳

بھابھی اور دیور کے درمیان فتنے کا زیادہ احتمال ہوتا ہے اور اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ دیور کا جب برے طریقے سے اختلاط ہوا تو بھابھی نے دیور کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش سے اپنے شوہر کو موت کی گھاٹ اتار دیا۔ اگر خاوند نے تنگ آکر بیوی کو طلاق دے دی تو اس عورت نے دیور

کے ساتھ نکاح کرنے کا مطالبہ کیا۔ بہرحال مذکورہ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ دلہن کا چہرہ دیکھنے والی عورتیں اپنے شوہروں سے اس کا حسن و جمال بیان نہ کریں اور نہ ہی بدصورتی بیان کریں کیونکہ عیب بیان کرنے کی صورت میں غیبت، گلہ اور شکوہ ہوگا جو کہ زنا سے بھی بڑا گناہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وَلَا یَنْبَغِیْ لِلْمَرْأَۃِ الصَّالِحَۃِ اَنْ تَنْظُرَ اِلَیْہَا الْمَرْأَۃُ الْفَاجِرَۃُ لِاَنَّہَا تَصِفُہَا عِنْدَ الرِّجَالِ۔

نیک اور پاکدامن عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بدکار عورت کی نگاہ سے بچائے کیونکہ وہ مردوں کے ہاں اس کی شکل وصورت بیان کرے گی۔ 54 لہٰذا پاکدامن عورتوں کے لیے بہتر ہے کہ بدکارہ کے سامنے اپنا دوپٹہ بھی نہ اتاریں۔

مرد، عورت ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں:

کچھ جہلا اور غیر مہذب لوگ ایسے بھی ہیں جو شب زفاف کے تمام تر راز اپنے دوستوں کو بے تکلف بتادیتے ہیں۔ شب اول میں بیوی سے جو کچھ گفتگو ہوئی اور حقوق زوجیت ادا کیے تمام ترمخفی امور برسرمجلس اگل دیتے ہیں۔ کچھ احمق ایسے بھی ہوتے ہیں جو دولہا سے ایسی ویسی باتیں پوچھنے کے خوگر ہوتے ہیں۔

شب زفاف ہو یا اس کے علاوہ حقوق زوجیت کا دوست احباب کے سامنے بیان یا اس حوالے سے احباب کا فرمائش کرنا بہت بڑی نادانی ہے۔ قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ:187)

وہ تمہارے لیے پردہ اور لباس ہیں اور تم ان کے لیے پردہ اور لباس۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ کا یہ حصہ بہت توجہ طلب ہے کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں۔ لباس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ لباس انسان کے لیے ایسا پردہ ہے کہ انسان کے ہر عیب کو چھپاتا ہے۔ ایسے ہی نیک خاوند اور صالح بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے پردہ ہیں۔ جو عورت اور مرد ایک دوسرے کی پردہ پوشی کی بجائے پردہ دری کرتے ہیں وہ آیت کریمہ کے اس حصہ پر نظر ڈالیں کہ کیا واقعی ہم ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں یا

نہیں؟ اپنی غلطی کا احساس کریں۔ شرم وحیا کے دائرے کے اندر رہ کر زندگی گزاریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے عورت اور مرد کے لیے بہت کچھ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِيْ اِلٰى امْرَاَتِهٖ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین درجہ والا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور بیوی اس کے پاس آئے پھر خاوند اپنی بیوی کا راز ظاہر کردے۔ 55

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ جب ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔ 56

ولیمہ یا قرض وصول کرنے کا بہانہ؟:

شادی بیاہ کے موقع پر دولہا، دلہن اور انکے والدین کو نقدی کی صورت میں جو رقم دی جاتی ہے اسے نیوتا، نیندر، سلامی اور "روٹی" کہتے ہیں۔ وصولی کے وقت رقم دینے والے کا نام، ولدیت اور مکمل پتہ لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اس کے ہاں منعقد ہونے والی ایسی ہی کسی تقریب میں یہ قرض واپس کردیا جائے۔ صوبہ پنجاب میں رہنے والی اکثر برادریوں میں یہ پیسہ قرض کی حیثیت رکھتا ہے نیز ولیمہ اور "دَھنج" کا بدل ہوتا ہے، اگر کسی آدمی کو نیوتا اور سلامی دیئے عرصہ دراز گزر گیا ہو اور اس کا بیٹا یا بیٹی جوان بھی نہ ہو جس کی شادی رچانے سے اپنی دی ہوئی رقم واپس لے سکے تو وہ کسی بچے کے ختنہ پر شادی کا اہتمام کرلیتا ہے۔ آمد خرچ کا احساس کرتے ہوئے کہتا ہے" کافی عرصہ سے برادری اور وسیب والوں کی شادیوں پر پیسے دے رہے ہیں اب دیکھتے ہیں کہ کوئی ہمارے پیسے واپس کرنے کو تیار بھی ہے یا نہیں"۔ اگر کسی طرف سے رقم کی وصولی نہ ہو تو آئندہ کے لیے اس کے ہاں شادی پر جانا گوارہ نہیں کیا جاتا۔ اسی بنا پر نیوتا اور سلامی کو غلط اور بری رسم کہنا بے جا نہ ہوگا۔

نیوتا کی رسم قطع تعلقی، لڑائی جھگڑے اور نفرت کی جڑ ہے اس لیے اسے متروک کرنا بہتر ہے۔ راقم الحروف کی دیدوشنید سے نیوتا کے متعلق جو واقعات گزرے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ نیوتا قرض ہے تحفہ نہیں اور جن برادریوں میں نیوتا بطور تحفہ دیا اور لیا جاتا ہے ان کے بارے قائم کردہ اس

رائے میں کچھ کلام نہیں۔

(۱) کچھ خاندانوں میں یہ اصول ہے کہ اگر ایک شخص نے یکے بعد دیگرے پانچ چھ بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کی اور شادی پر آنے والا ہر آدمی تمام تقریبات میں ہر مرتبہ نیوتا، نیندرا اور سلامی دیتا رہا، تو پانچ مرتبہ پیسے دینے والا جب اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی پر اسے بلائے گا تو ایک ہی مرتبہ ساری دی ہوئی رقم وصول کرے گا ورنہ آئندہ کے لیے اس آدمی کے ساتھ خوشی کی تقریبات میں شمولیت کا علاقہ نہیں رہیگا کیونکہ جتنی رقم اس نے وصول کی تھی وہ ساری کی ساری واپس نہیں کی۔

(۲) اگر کسی شخص نے ایک آدمی کے ولیمہ پر 500 روپے دیئے تو وہ اپنے ولیمہ پر اسے ضرور دعوت دیتا ہے تا کہ دی ہوئی رقم وصول ہو۔

(۳) نیوتا کی وصولی اور لین دین تمام براتیوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔ ولیمہ پر آنے والے مہمان اگر رقم مکمل جمع نہ کرائیں تو میزبان علانیہ کہتا ہے کہ ہم نے اتنے پیسے دیئے تھے اور تم تھوڑے دے رہے ہو۔ برائے مہربانی ایک مرتبہ تو واپسی مکمل کرو آئندہ کے لیے ہمارے ساتھ شادی، خوشی رکھنے کا آپ کو اختیار ہے۔ وہ بیچارے ذلت اور ہتک کا سامنا کرتے ہوئے شادی میں شامل ہونے والوں سے کچھ قرض لے کر اس میزبان کا کھاتہ پورا کرواتے ہیں۔

(۴) نیندر وصول کرنے کے لیے کچھ شادی والے کھانا کھانے کے دوران مہمانوں کے درمیان پرات، کاپی اور قلم لے کر بیٹھ جاتے ہیں تا کہ دی ہوئی رقم میں سے کوئی کمی بیشی نہ کر جائے۔ اگر کوئی مہمان 30/40 روپے کم دے تو اس کا لیت ولعل اور ٹال مٹول سے بغیر نقدی وصولی کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص نیوتا اور سلامی وصول کرنے کے باوجود نیوتا اور سلامی دینے والوں کی شادی میں شامل نہ ہو اور انکا نیوتا واپس نہ کرے تو بعض گھٹیا لوگ پیغام بھیج کر اپنا دیا ہوا پیسہ طلب کرتے ہیں، بلکہ مشاہدہ کی بات ہے کہ ایک زمیندار نے اپنے بھتیجے کے ختنہ پر شادی رچائی اور جو حضرات شامل نہ ہو سکے اور لیا ہوا پیسا واپس نہ دیا تو دوسرے دن اس نے اپنا کمی روانہ کیا کہ جا کر فلاں فلاں سے کہو ہمارا لیا ہوا "نیندرا" "نیوتہ" واپس کر دو۔ اگر واپسی کا مطالبہ نہ ہو تو کم از کم یہ کلمات ہر محفل میں انکی زبان پر رہتے ہیں کہ فلاں فلاں آدمی دعوت کے باوجود نہیں آئے ہمارے پیسے ضبط کر

گئے، بڑی غلطی کی تھی جو انہیں نیوتا دیا تھا۔ آئندہ کے لیے ایسے آدمی سے کسی صورت میں بھی شادی، خوشی کا تعلق رکھنا روا نہیں سمجھتے۔ اگر نا دہندہ کسی مجبوری کے تحت پھر انہیں شادی میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائے تو اولاً وہ ان سے معافی مانگتا ہے پھر اصل رقم واپس کرتا ہے بعد ازاں انکا غصہ سرد ہوتا ہے اور وہ نیم زبان سے کہتے ہیں "ہماری فکر نہ کرو ہم شامل ہو جائیں گے"۔

(۶) ولیمہ اور "جنج" میں شامل ہونے والے صاحبان اگر کھانا کھانے کے بعد کچھ دیئے بغیر واپس چلے جائیں تو ان سے خاص طور پر نیندر کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے "انکی حالت دیکھو کھانا کھا لیا اور نیوتہ نہیں دیا"۔ اگر شادی والے مطالبہ کرنے میں عار محسوس کریں تو پھر کم از کم انہیں دیگر تقریبات میں دعوت دینا گوارا نہیں کرتے۔

(۷) اگر کوئی آدمی بیٹے وغیرہ کی شادی پر اہل علاقہ سے نیوتہ اور سلامی وصول کر کے دوسرے علاقہ میں منتقل ہو جائے تو پہلے علاقہ والے اپنی دی ہوئی رقم وصول کرنے کی غرض سے اسے ضرور شادی میں بلواتے ہیں۔ اگر اسے دعوت نہ دے سکیں یا اطلاع کے باوجود وہ نہ آئے تو پھر کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ہم سے پیسے لے کر یہاں سے چلا گیا ہے آئندہ ایسے غیر مستقل رہائشیوں کے ساتھ خوشی وغیرہ نہیں رکھنی۔

(۸) ولیمہ پر مدعو صاحبان بامر مجبوری حاضر نہ ہو سکیں تو کسی آدمی کے ہاتھ سلامی اور نیوتہ بھیج دیتے ہیں تا کہ بعد میں شادی والے قیل وقال نہ کریں اور آئندہ کے لئے تعلق بھی قائم رہے۔

(۹) اکثر برادریوں میں دی جانے والی رقم اشیاء خورد ونوش کی قیمت کے تناسب سے ہوتی ہے۔ بعید ماقبل قریب تھل میں نیوتہ ۱۵ روپے سلامی ۵ روپے تھی۔ مہنگائی کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہا۔ اس وقت شہروں سے ہٹ کر جتنی آبادیاں ہیں ان میں بالعموم نیوتہ ۵۰۰ روپے سلامی ۳۰۰ روپے قدرے کمی وبیشی کے ساتھ مروج ہے۔ اگر برادری اور خاندان کے ایک ایسے فرد کو ایک ماہ میں دس شادیوں میں شمولیت کی دعوت مل جائے جو چھ سات بچوں کی پرورش کرنے کے لئے محنت ومزدوری میں مبتلا ہو تو اس بیچارے کے لیے ایک صدمہ اور تشویش ناک معاملہ بن جاتا ہے۔ اگر شامل نہیں ہوتا تو ہمیشہ کے لیے برادری کی طرف سے گالی گلوچ، لعن وطعن اور ہر محفل میں ندامت وشرمساری۔ غرض کہ ایسے آدمی کے لیے اولاد کے رشتوں کا معاملہ بھی تنگ ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص برادری اور علاقہ میں

رہنے کے لیے رقم کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔ ہر ملنے والے سے سوال کرتا ہے کہ مجھ پر منت واحسان کرواتے وقت کے لیے 8/10 ہزار روپے دے دو۔ لیکن مال دار اور دنیا دار ایسے لوگوں کو قرض دینا مال ضبط ہونے کے مساوی سمجھتے ہیں۔ آخر کار وہ بے بس آدمی گھر میں کھانے کے لیے محفوظ گندم یا معصوم بچوں کے لیے دودھ دینے والی بکری فروخت کر کے برادری اور علاقہ کا نیوتہ، نیندر، سلامی اور نیکس جمع کرواتا ہے۔ یہ ہوئی شادی خانہ آبادی بلکہ خانہ بربادی۔

(۱۰) نیوتا طعام کی نوعیت کے مطابق دیا جاتا ہے۔ شادی والے جس قدر زیادہ ڈشیں اور کھانے پیش کریں گے اسی قدر رقم وصول کرنے کے خواہاں ہوں گے۔

ولیمہ اور ''جنج'' کے مختلف پہلو:

موجودہ دور میں اکثر ولیموں اور ''جنج'' میں فقط برادری، دوستوں اور امیر کبیر لوگوں کو بلایا جاتا ہے، غریب اور کم پیسہ دینے والوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے حالانکہ ایسے ولیمے کے طعام کے متعلق نبی کریم ﷺ نے بہت بڑی وعید ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَ يُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس کے لیے مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔[۵۷]

ذکر کردہ حدیث کی روشنی میں غریب اور امیر دونوں کو ولیمہ میں بلوانا چاہیے اور ان سے ناروا سلوک نہیں کرنا چاہیے جس طرح بعض لوگ کرتے ہیں کہ غریب لوگوں کے لیے ایک لاغر بھینس ذبح کر کے سمندر میں بہادی تا کہ عمر بھر شوربا ختم نہ ہو، دنیا دار اور زیادہ نیوتا دینے والوں کے لیے اعلیٰ، مرغن اور مکلف کھانے تیار کر لیے۔ ایسا کرنا ہرگز مناسب نہیں غریبوں کو ذلت اور حقارت سے کھانا کھلانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی مول لینا ہے۔

عصر حاضر میں اکثر وبیشتر لوگ ولیموں میں ماحضر پر قناعت نہیں کرتے اور نہ سادگی سے کام لیتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے مسابقت اور بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، ناموری اور شہرت حاصل

کرنے کے لیے ناجائز ذرائع سے قرض حاصل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے جس طرح ولیمہ کا حکم دیا، یا خود ولیمہ فرمایا اس طرح ولیمہ کرنے سے اجر بھی ہے اور سودی قرض لینے سے بھی نجات۔

آپ ﷺ نے فرمایا! اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔ تو ولیمہ کر اگر چہ ایک بکری سے ہو۔[۵۸]

حضرت صفیہ بنت شیبہ فرماتی ہیں کہ: اَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کا دو مد (سوا دو سیر) جو سے ولیمہ کیا۔[۵۹]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: اَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ پر ستو اور چھواروں سے ولیمہ کیا۔[۶۰]

دورِ حاضر میں کئے جانے والے ولیموں کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک سوال آیا کہ ایک آدمی ولیمہ بارادہ سنت نہیں کرتا بلکہ نام وری و برادری سے سرخ روئی مقصود ہے اور کہتا ہے چونکہ اس دفعہ لوگوں کے ہاں کھانا کھا آئے ہیں لہٰذا برادری کو کھلانا ضروری ہے۔ ہمارے پاس کچھ ہو نہ ہو، دعوت ضرور کرنی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''شب زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے۔ رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں۔ یوں ہی بعد رخصت اور قبل زفاف اور ریا و ناموری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے۔ جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگر چہ ابتداً یہ نیت محمودہ نہیں''۔[۶۱]

بعہد حاضر بارات جب دلہن والوں کے گھر جاتی ہے تو دولہا والے اپنے ساتھ کافی تعداد میں باراتی لیکر جاتے ہیں اور ان سب کو کھانا دلہن والوں نے پیش کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات پہلے طے ہو جاتی ہے کہ دولہا کے ساتھ اتنی تعداد میں لوگ آئیں گے، لیکن بعض اوقات طے شدہ سے بہت زیادہ بھی چلے جاتے ہیں اور اس بات کا ساتھ جانے والوں کو علم بھی ہوتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ۱۰۰ آدمی کی اجازت تھی اور ہم ۲۰۰ جا رہے ہیں۔

وٹہ سٹہ کی صورت میں بعض اوقات دونوں طرف سے باراتوں میں مقابلہ ہو جاتا ہے۔ اگر پہلی بارات میں مقررہ حد سے لوگ زیادہ آجائیں تو دوسرے دن ان کے ہاں جب بارات جاتی ہے آنے والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ ہم اتنے باراتی ساتھ لے جائیں کہ ان کا کھانا ختم ہو جائے اور وہ

خوب شرمندہ ہوں۔

علاوہ ازیں ولیمہ کے موقع پر بھی دعوت ایک آدمی کو ہوتی ہے لیکن مدعو حضرات اپنے مہمانوں اور دوستوں کو کھانا کھلانے کے لیے گاڑی بھر کے ضیافت والوں کے گھر پہنچ جاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا شرع کے بالکل خلاف ہے رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کو چور اور لٹیرا کہا ہے اور ایک مرتبہ آپ کے ساتھ بھی مقررہ تعداد سے فقط ایک آدمی زائد چلا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت مانگی اور فرمایا ورنہ ہم اسے (واپس) بھیج دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

وَمَنْ دَخَلَ عَلٰی غَیْرِ دَعْوَۃٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِیْرًا۔

اور جو شخص بغیر دعوت کے پہنچ جائے وہ چور ہو کر گیا اور لٹیرا اور رہزن ہو کر نکلا۔ ٦٢

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک انصاری شخص تھا جس کی کنیت ابو شعیب تھی۔ اس کا ایک غلام گوشت فروخت کرتا تھا۔ اس نے اپنے غلام سے کہا میرے لیے کھانا تیار کرو جو پانچ کے لیے کافی ہو، تاکہ میں نبی کریم ﷺ کو دعوت دوں۔ چنانچہ غلام نے اس کے لیے کچھ کھانا تیار کیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں آ گیا اور آپ ﷺ کو دعوت دی تو ان کے ساتھ ایک (اور) شخص آ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے ابو شعیب

اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَہٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَکْتَہٗ قَالَ لَا بَلْ اَذِنْتُ لَہٗ۔

ایک شخص ہمارے ساتھ آ گیا تم اگر انہیں اجازت دو تو ٹھیک اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔ عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اسے اجازت دی ہے۔ ٦٣

مذکورہ حدیث مبارکہ کی روشنی سے بہت سارے مسائل اخذ ہوئے۔ (١) کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے۔ (٢) بلایا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی طفیلی اور ناخواندہ کو نہ لے جائے، الا بالعرف۔ چنانچہ بادشاہ کی دعوت میں اس کا محافظ عملہ جا سکتا ہے۔ (٣) بن بلائے جانے والے کے لیے اجازت لی جائے۔ (٤) ناخواندہ بغیر اجازت داعی کے گھر میں داخل نہ ہو۔ (٥) مہمان کھانا کھاتے وقت کسی آنے والے آدمی کو مدعو نہ کرے کہ آؤ کھانا کھا لو کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں ہوتا۔

بعہد ماقبل قریب تین دھائی سال تھل میں تہی دست وغریب لوگ ولیمہ اور ''جنج'' پر آنے والے مہمانوں کو فقط چاول پیش کرتے تھے۔ مدعو حضرات نیوتا وغیرہ ١٥ سے ٢٠ روپے تک لکھواتے تھے۔ اب صورت حال دگرگوں ہے۔ اگر غریب آدمی آنے والے مہمانوں کو چاول پیش کرے تو اس کی دعوت قبول کرنے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں۔ کچھ برادریاں چاول پکانے والوں سے گوشت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اگر غیر کے دسترخوان پر چرب وشیریں لقمے نظر آئیں تو مسابقت کے ساتھ جاتے ہیں لیکن غریب اور چاول پیش کرنے والا خواہ کتنا ہی قریبی ہو وہاں جانا گوارہ نہیں کرتے۔ غریب بیچارے میں پہلے تو گوشت دینے کی طاقت نہیں ہوتی، اگر حسب توفیق دے بھی تو پھر بھی پریشانی، کیونکہ جن احباب کو حالات کے پیش نظر دعوت نہیں دے سکتا وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے طعنے کستے ہیں۔ اور اس غریب کو ہر مشکل مقام پر کہتے ہیں ''جنہیں شادی پر بلایا تھا انہیں اپنی مدد کے لیے بلاؤ'' حالانکہ میزبان جسقدر بھی عام سے عام کھانا پیش کرے اسے رد نہیں کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے ولیمہ فقط جو سے بھی فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: مَا عَابَ النَّبِیُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا یعنی برا نہیں فرمایا۔ مناسب سمجھتے تو تناول فرما لیتے ورنہ نہ کھاتے۔ ٦٤

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی میری دعوت کرے تو میں ضرور قبول کروں گا اگرچہ (جانور کے) پائے (کا سالن) ہو۔ ٦٥

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے فقد عصے اللہ و رسولہ تو تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ ٦٦

حوالہ جات باب ا

1	الترغیب والترہیب	506/3	زکی الدین عبدالعظیم رحمۃ اللہ علیہ	وحیدی کتب خانہ پشاور
2	تفسیر نورالعرفان	زیرآیت نمبر 31 سورۃ نور	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	
3	مشکوۃ	379	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
4	〃	〃	〃	〃
5	فتاوی رضویہ	91/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
6	تفسیر نورالعرفان	زیرآیت 35 سورۃ انفال	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	
7	فتاوی رضویہ	89/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
8	〃	89/24	〃	〃
9	〃	89/24	〃	〃
10	〃	90/24	〃	〃
11	〃	91/24	〃	〃
12	〃	88/24	〃	〃
13	〃	88,93/24	〃	〃
14	〃	78,79/24	〃	〃
15	〃	〃	〃	〃
16	صحیح بخاری	837/24	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
17	فتاوی رضویہ	141/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
18	〃	83/24	〃	〃
19	〃	83/24	〃	〃
20	〃	123/24	〃	〃
21	〃	123/24	〃	〃
22	〃	490/23	〃	〃
23	سنن ابن ماجہ	48	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
24	مشکوۃ	269	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
25	〃	〃	〃	〃
26	تنبیہ الغافلین	298	شیخ نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
27	〃	〃	〃	〃
28	فتاوی رضویہ	319,20/23	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
29	تفسیر نعیمی	42/3	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	نعیمی کتب خانہ گجرات
30	〃	〃	〃	〃
31	〃	〃	〃	〃
32	〃	〃	〃	〃
33	〃	44/1	〃	〃

34	〃	〃	〃	〃
35	صحیح بخاری	حدیث نمبر 1477	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
36	مشکوۃ	269	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
37	〃	270	〃	〃
38	〃	269	〃	〃
39	〃	〃	〃	〃
40	〃	〃	〃	〃
41	ابوداؤد	228/2	امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
42	مشکوۃ	378	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
43	صحیح مسلم	رقم الحدیث 2090	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
44	شرعۃ الاسلام	8	رکن الاسلام محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ	استنبول ترکی
45	ابوداؤد	212	امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
46	مشکوۃ	377	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
47	جلوہ جاناں	383/2	علامہ منظور احمد شاہ صاحب	مکتبہ نظامیہ ساہیوال
48	ریاض الصالحین	324/2	شیخ الاسلام یحیی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ	فرید بک سٹال لاہور
49	ترمذی	29/1	امام ابوعیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
50	مشکوۃ	50	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	〃
51	ابوداؤد	42/1	امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
52	صحیح بخاری	رقم الحدیث 5240	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
53	〃	رقم الحدیث 5232	〃	〃
54	فتاوی عالمگیری	327/5	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	〃
55	صحیح مسلم	رقم الحدیث 1437	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	〃
56	مشکوۃ	432	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
57	صحیح مسلم	رقم الحدیث 1432	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
58	سنن دارمی	142/2	حافظ عبداللہ دارمی سمرقندی	قدیمی کتب خانہ کراچی
59	صحیح بخاری	رقم الحدیث 5172	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
60	مشکوۃ	278	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
61	فتاوی رضویہ	256/11	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
62	مشکوۃ	278	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
63	〃	〃	〃	〃
64	〃	364	〃	〃
65	صحیح بخاری	رقم الحدیث 5178	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
66	〃	رقم الحدیث 5177	〃	〃

باب ۲

وفات کے موقع پر کی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں کی شرعی حیثیت

غیر شرعی وجوہات کی بنا پر میت دفنانے میں تاخیر کرنا:

عام طور پر میت کو متعدد غیر شرعی وجوہات کی بنا پر کافی تاخیر سے دفن کیا جاتا ہے۔

۱۔ کچھ لوگ میت کا چہرے دیکھنے کا اس قدر جذبہ رکھتے ہیں کہ اگر میت ایک ملک میں ہے اور اس کا بیٹا، باپ یا کوئی رشتہ دار دوسرے ملک میں ہے تو اس کی انتظار میں میت کو کئی گھنٹے گھر میں رکھا جاتا ہے۔ مزید غیر ملک سے آنے والا لیٹ ہو جائے تو پھر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد میت کو قبرستان میں قبر کے کنارہ پر اس غرض سے لوگ لیکر بیٹھے رہتے ہیں تاکہ اس کا رشتہ دار وغیرہ آخری مرتبہ میت کا چہرہ دیکھ لے۔

۲۔ اندرون ملک بھی مزدور طبقہ اور دور دراز رہنے والے ملازمین کی انتظار میں میت کو کئی پہر گھر میں رکھا جاتا ہے، ان کے پہنچنے کے بعد نماز دفن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۳۔ ساکنین صوبہ پختون خیبر، میانوالی اور ان کے دائیں بائیں اضلاع وغیرہ سے دوسری جگہ میں عارضی یا مستقل طور منتقل ہونے والے لوگوں کا اکثر و بیشتر یہ معمول ہے کہ میت کو اپنے خاندانی قبرستان میں لیجا کر دفن کرتے ہیں، علاوہ ازیں بھی کافی لوگ اس نظریہ کے پیروکار ہیں کہ میت کو قریبی قبرستان میں دفن نہیں کرتے بلکہ دور دراز مقبرہ میں فقط اس غرض سے دفن کرتے ہیں کہ وہاں میت کے باپ، بھائی وغیرہ کی قبریں ہیں۔

۴۔ بیرون ملک میں وفات یافتگان کو اندرون ملک اس غرض سے لایا جاتا ہے تاکہ اس کی قبر اپنے ملک اور خویش و اقارب کے قبرستان میں بنے، ان مقاصد کے تحت بھی کئی دنوں تک نعش ائیر پورٹ اور اڈوں پر رکنے کے باعث پھٹ جاتی ہے، اگر پرواز کو ایک دو دن دیر ہو تو پھر میت کو کولڈ سٹوریج میں رکھا جاتا ہے۔

۵۔ کئی متوفی وصیت کرتے ہیں کہ میری نماز جنازہ فلاں پیر یا شیخ الحدیث پڑھائے لیکن یہ حضرات بروقت نہیں پہنچ سکتے۔ تو ان کے آنے تک کئی پہر میت کو گھر میں رکھا جاتا ہے۔

۶۔ کچھ صاحبان امانتاً بھی میت کو دفن کرتے ہیں پھر وہاں سے میت کو نکال کر کسی خاص مقبرہ میں دفن کر دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا عذروں کی وجہ سے میت کے دفن کرنے میں تاخیر کرنا خلاف سنت اور مکروہ

ہے۔شرع شریف میں ایسے عذروں کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں، احادیث مبارکہ کا ایک بہت بڑا مجموعہ اس بارے میں ہے کہ میت کے دفن کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ وہ کسی کے شامل ہونے کیلئے میت کو گھر میں نہیں روکتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ایسی قبر سے گزرے جس میں میت کو رات میں دفن کیا گیا۔ فرمایا! یہ کب دفن کیا گیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی آج رات تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟ صحابہ کرام نے عرض کی ہم نے اسے رات کے اندھیرے میں دفن کیا تو آپ کو بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں بنائیں تو آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔[1] (ف) اس حدیث مبارکہ سے کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ ۱۔ دفن میں جلدی کی جائے اگر رات میں دفن ممکن ہو تو بلاوجہ دن ہونے کا انتظار نہ کیا جائے۔ دیکھو صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی نماز کے انتظار میں سویرے تک میت کو نہ رکھا بلکہ خود اس پر نماز پڑھ کر دفن کر دیا ۲۔ قبر پر نماز جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جنازہ کو تیز لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے لے جا رہے ہو اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو وہ ایک بری چیز ہے۔ جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔[2] تیزی سے مراد، عام رفتار سے زیادہ اور دوڑنے سے کم ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نیک آدمی کا جنازہ لوگ اٹھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے مجھے لے چلو۔[3]

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے بھائی) نے مقام جشی میں وفات پائی تو وہ مکہ مکرمہ میں لا کر دفن کیے گئے پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئیں اور چند اشعار پڑھے (جن کا خلاصہ یہ ہے)

''ہم تو دراز زمانہ تک جذیمہ کے وزیروں کے طرح رہے حتیٰ کہ کہا گیا کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ مگر جب بچھڑے تو میں اور مالک اتنا دراز ساتھ رہنے کے باوجود گویا ایک

رات بھی ساتھ نہ رہے''۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا! وَاللہِ لَوْحَضَرْتُکَ مَا دُفِنْتَ اِلَّا حَیْثُ مُتُّ وَلَوْ شَھِدْتُکَ مَازُرْتُکَ۔

رب کی قسم اگر میں موجود ہوتی تو تم وہیں دفن کئے جاتے جہاں تم فوت ہوئے اور اگر میں اس وقت ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی۔[4] (ف) مقام جشی مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور ہے مگر برکت کیلئے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ لا کر دفن کیا گیا باوجود اس کے آپ رضی اللہ عنھا فرما رہی ہیں کہ تمھاری میت کو مکہ مکرمہ نہ آنے دیتیں کیونکہ بلاوجہ میت کو منتقل کرنا نادرست ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک متقی نوجوان تھا وہ اتنی عبادت کرتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کی عبادت سے حیران ہوا کرتے تھے۔ اس کا رات میں انتقال ہو گیا تو اس کے والد نے رات ہی میں اس کو کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ حالانکہ حاکم اسلام اس وقت جنازہ پڑھایا کرتے تھے اگر وہ نہ ہوتے تھے پھر محلہ کے امام۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس متوفی کے والد کو فرمایا ہمیں نہیں بلایا۔[5]

میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھائے یہ وصیت باطل ہے ولی پر لازم نہیں کہ اس سے پڑھوائے بلکہ اس کو اختیار ہے خود پڑھے یا کسی سے پڑھوائے۔[6]

جس جگہ آدمی کا انتقال ہو وہاں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب اور بہتر ہے ایک دو میل لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔[7]

دفن کے بعد میت نکالنا اور دوسری جگہ دفن کرنا بالکل ممنوع ہے۔[8]

لہٰذا اماناً دفن کرنا بالکل ناجائز ہے کسی صورت میں بھی اماناً دفن کرنے کا جواز نہیں۔ جہاں بھی میت دفن کریں مستقلاً دفن کریں۔

جن اشیاء سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اور اذیت پہنچتی ہے انہیں سے فوت شدہ کو بھی تکلیف پہنچتی ہے چنانچہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا! کَسْرُ عَظْمِ الْمَیِّتِ کَکَسْرِہٖ حَیًّا۔ میت کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔[9] لہٰذا میت کے پھولنے اور پھٹنے کے تدارک کیلئے میت پر گرمیوں میں کئی من برف رکھنا یا میت کو کولڈ سٹوریج میں رکھنا میت کو اذیت اور درد پہنچانا ہے اس کا

حل یہ ہے کہ اسے جلدی دفن کیا جائے نہ کہ کئی دن برف میں رکھ کر اسے درد والم پہنچایا جائے۔ لہٰذا دور دراز سے آنے والے صاحبان کو چاہیے کہ دفن کیلئے اجازت دے دیں نہ کہ چہرہ دیکھنے کے غرض سے بار بار کال کریں کہ ہماری انتظار میں میت کو گھر میں رکھو یا قبرستان میں۔ دور سے آنے والے میت کے رشتہ دار خاص طور غیر ملک سے لاکھوں روپے ٹکٹ پر خرچ کرنے والوں کو چاہیے کہ یہ پیسہ ٹکٹ پر خرچ نہ کریں بلکہ میت پر اگر قرض ہے یا حج فرض تھی نہیں کر سکا یا اس کے ذمہ روزے اور نمازیں تھی تو اس پیسہ سے قرض اتاریں۔ حج بدل کرائیں اور روزے، نمازوں کا فدیہ ادا کریں یا ایصال ثواب کر دیں تو اس میں میت کا نفع اور فائدہ ہوگا۔

خاندانی قبرستان میں دفن کرنا یا کسی رشتہ دار کے پہلو میں دفن کرنے میں میت کیلئے نفع نہیں ہے بلکہ میت کیلئے نجات اور فائدہ اس میں ہے کہ کسی نیک اور صالح کے پڑوس اور بغل میں دفن کریں اگر چہ وہ کتنا ہی اجنبی ہو۔ احادیث مبارکہ کا ایک عظیم مجموعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول ﷺ نیک اور صالح کے قرب وجوار میں میت دفن کرنے کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اپنے فوت شدگان کو نیک اور صالح لوگوں کے درمیان دفن کرو کیونکہ فوت شدہ کو برے ہمسائے سے اس طرح تکلیف ہوتی ہے جس طرح زندہ کو برے ہمسائے سے۔ ١٠

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی اس دار فانی سے انتقال کر جائے تو اس کو کفن اچھا دو، اس کی وصیت جلدی پوری کرو، اس کی قبر گہری کھودو اور اس کو برے پڑوسی سے علیحدہ رکھو۔ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ يَنْفَعُ الْجَارُ الصَّالِحُ فِي الْآخِرَةِ۔ تو آپ ﷺ سے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول ﷺ کیا نیک ہمسایہ آخرت میں بھی فائدہ دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا دنیا میں نیک ہمسایہ فائدہ دیتا ہے عرض کی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح آخرت میں بھی فائدہ دیتا ہے۔ ١١

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنے فوت شدگان کو کفن اچھا دو، اس پر نوحہ نہ کرو، وصیت میں تاخیر کرنے سے اور قطع رحمی سے میت کو تکلیف نہ دو۔ وَعَجِّلُوا بِقَضَاءِ دَيْنِهِ وَاعْدِلُوهُ عَنْ جِيرَانِ السُّوءِ۔

اور اس کا قرض جلدی ادا کرو اور اسے برے پڑوسی سے بچاؤ۔ ١٢

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وَالْأَفْضَلُ الدَّفْنُ فِي الْمَقْبَرَةِ الَّتِي فِيهَا قُبُورُ الصَّالِحِينَ۔ ١٣ (میت) کو ایسے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے جس میں نیک لوگوں کی قبریں ہوں۔

حضرت عبداللہ بن نافع مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص فوت ہوگیا تو اسے کسی نے عالم خواب میں جہنم میں دیکھا تو وہ بہت رویا اور غم زدہ ہوا چنانچہ سات آٹھ دن بعد پھر اسے جنت میں دیکھا۔ فَسَأَلَهُ قَالَ دُفِنَ مَعَنَا رَجُلٌ مِنَ الصَّالِحِينَ فَشَفَعَ فِي أَرْبَعِينَ مِنْ جِيرَانِهِ فَكُنْتُ فِيهِمْ۔ تو اس سے جنتی ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ ہمارے قریب ایک نیک وصالح دفن کیا گیا تو اس نے اپنے ہمسایہ میں سے چالیس آدمی کی سفارش کی تو میں بھی ان چالیس میں تھا۔ ١٤

کفن:

تھل میں اکثر و بیشتر عقیدت مندوں کا یہ معمول چلا آرہا ہے کہ حرمین شریفین میں حاضر ہونے والوں کو کفن کا کپڑا اس غرض سے خرید کر ساتھ دیتے ہیں تا کہ حجاج کرام اس کپڑے کو آب زم زم میں ڈبو کر واپس لائیں پھر ایسا متبرک کپڑا ہمارا کفن بنے۔ اگر چہ ایسی آرزو والے کی زندگی نصف صدی بھی باقی ہو تو وہ کپڑا اس کے کفن کیلئے پڑا رہتا ہے۔ اس گھر میں کسی اور مرنے والے کو اس کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ زیادہ عرصہ گزرنے سے اس کپڑے پر بدنما داغ پڑ جاتے ہیں اور اس حد تک کمزور پڑ جاتا ہے کہ محض مس کرنے سے بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں غریب وامیر متوفی کو جس کپڑے میں کفن دیا جاتا ہے وہ اس درجہ کم قیمت وگھٹیا ہوتا ہے کہ غریب سے غریب آدمی بھی اس کپڑے کو زیب تن کرنا عار وشرم محسوس کرتا ہے۔

احسن یہ ہے کہ کفن اچھا ہونا چاہیے نہ بالکل کم قیمت اور نہ بہت ہی قیمتی، مرد جمعہ اور عیدین کیلئے جو کپڑے پہنتا تھا اور عورت والدین کی زیارت کیلئے جو کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا کفن ہونا چاہیے۔ ١٥

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ۔ تو اس کو اچھا کفن دے۔ ١٦

رسول ﷺ نے فرمایا! مردوں کو اچھا کفن دو کیونکہ وہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور اپنے اچھے کفنوں سے تفاخر کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ ۱۷

نہایت قیمتی کفن بھی نہیں دینا چاہیے کیونکہ اس میں اسراف ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کفن میں غلو نہ کرو۔ ۱۸

کفن پہنانے میں غلطی:

عورتوں کو کفن دینے میں ایک اہم غلطی یہ بھی ہے کہ عورت کو اوڑھنی اسی طرح پہنائی جاتی ہے جس طرح کہ زندگی میں عورتیں اوڑھنی کرتی ہیں یا پھر اوڑھنی کے درمیانی حصہ کی اس طرح سلائی کر کے پہناتی ہیں کہ وہ ایک ٹوپی بن جاتی ہے۔ اوڑھنی کا باقی حصہ دائیں بائیں اور پیچھے لٹکا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ عورتوں کو اوڑھنی پہنانے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ اوڑھنی نصف پشت سے سینہ تک ہونی چاہیے اور نصف پشت کے نیچے سے سر پر لا کر چہرہ پر مثل نقاب کے ڈال دینی چاہئے۔ اس کا کل طول، نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔ مروجہ طریقہ بالکل بے جا اور خلاف سنت ہے اس سے احتیاط چاہیے۔ ۱۹ قمیض جسے کفنی کہتے ہیں یہ آگے اور پیچھے، دونوں طرف برابر ہونی چاہئے کئی بار دیکا اتفاق ہوا کہ کفنی کا پچھلا حصہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے میت کی سرین تک آتا ہے یہ سراسر جہالت ہے۔

"اوچھاڑ"

میت کو کفن مسنون پہنانے کے بعد رشتہ دار اور دوست احباب میت پر اس کے قد کے برابر یک بعد دیگر قیمتی لنگی یا سفید کپڑا، اگر میت عورت ہو تو پھر رنگین کپڑے ڈالنے شروع کر دیتے ہیں جنہیں مقامی زبان میں اوچھاڑ کہتے ہیں، سات اوچھاڑ تو میت پر ڈالنے روا سمجھتے ہیں، سات سے زائد کی صورت میں یہ میت کے سرہانے دائیں بائیں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ بعض احباب نقدی کی صورت میں بھی اوچھاڑ دیتے ہیں۔ نقدی کی صورت میں اوچھاڑ دینے کا رواج ختم قل خوانی کے بعد ادا کیا جاتا ہے۔ نقدی کی صورت میں اوچھاڑ دینے والوں کا نام و پتہ تفصیل کے ساتھ لکھ لیا جاتا ہے تا کہ اس کے ہاں وقوع پذیر ہونے والے ایسے موقع پر متوفی کے ورثاء یہ قرض ادا کر سکیں۔ اوچھاڑ،

نیوتہ اور سلامی کی طرح قرض کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ کئی بار تنازعہ کی صورت میں، اوچھاڑ دینے والے قبل از وقت اپنا قرض (اوچھاڑ) مانگ لیتے ہیں۔ بہر حال اوچھاڑ کی شرعی اصل بالکل نہیں ہے نیز سات اوچھاڑ ڈالنے اور باقی کے رکھنے کا حکم بلا وجہ ہے۔

میت پر استعمال ہونے والی اشیاء سے پرہیز کرنا:

کچھ لوگ میت سے لگنے اور مس ہونے والی تمام تر اشیاء سے پرہیز کرتے ہیں، انہیں ضائع کر دیتے ہیں اور ان سے بدشگون لیتے ہیں۔ میت کو جن برتنوں سے غسل دیا جاتا ہے انہیں بعد میں استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ توڑ دیتے ہیں، میت کے بدن سے مس ہونے والے صابن کو دوبارہ استعمال نہیں کیا جاتا، میت کے جو کپڑے اتارے جاتے ہیں انہیں ایک گڑھے میں دفن کرنا شنید میں آیا ہے۔ میت کو جس جگہ غسل دیا جاتا ہے وہاں پر تین رات تک چراغ جلایا جاتا ہے۔ میت کو دفن کر کے واپس آنے والوں کے آگے ایک طویل خط کی شکل میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ جس جگہ میت کو غسل دیا جاتا ہے وہاں پر اگر کوئی موٹی مکھی نظر آئے تو میت کی روح سے تعبیر کرتے ہیں۔

غسل کے بعد مٹی کے برتنوں کو توڑنا یا استعمال میں نہ لانا میت سے مس ہونے والی تمام تر اشیاء کو نحس سمجھنا یا وہاں پر تین رات تک چراغ جلانا اور مکھی کی صورت میں میت کی روح کا واپس آنے کا گمان کرنا یہ سب کچھ جہالت، حماقت، ناجائز، حرام، مال کو ضائع کرنا اور ہندوؤں کے طریقہ ہائے کار ہیں مزید کتاب کے آخری باب میں جہلاء عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات، رسوم و رواج کا مطالعہ کریں۔ ۲۰

میت کو تین منزل (صحیح) دینا اور چالیس کرم پر رکھ کر دعا کرنا

متعدد مقامات پر یہ ناجائز رسم دیکھنے اور سننے میں آئی ہے کہ جنازہ کی نماز کے بعد چار آدمی میت کی چارپائی ہاتھوں میں پکڑے ہوئے چلتے ہیں، کندھوں پر نہیں اٹھاتے اور تین تین قدم پر میت کو رکھتے ہیں اور اسے تین صحیح دینا اور منزلیں دینا کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں چالیس قدم پر بھی میت رکھنے کا رواج ہے۔ چالیس قدم چلنے کے بعد میت کی چارپائی وغیرہ رکھ کر میت کیلئے دعا کرتے ہیں پھر چلتے ہیں، دس قدم چل کر بھی میت رکھنے کا رواج ہے اور اسے دہ قدمی کہا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں طریقوں کے مطابق میت کو اٹھانا اور رکھنا بالکل خلاف شرع، مکروہ، خود ساختہ، من گھڑت اور بے اصل ہے حدیث شریف میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا! اِسْرَعُوْا بِالْجَنَازَۃِ۔ جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔ ۲۱ جنازہ اٹھانے کے بعد قبرستان پہنچانے کیلئے درمیان میں ٹھہرنا مکروہ ہے۔ ہندیہ میں ہے یُکْرَہُ مَنْزِلُ الْنَیِّتِ ملخصا۔ ۲۲ جنازہ ہاتھوں پر لے کر نہیں چلنا چاہیے۔ تین منزلیں دینے والے ہاتھوں پر رکھ کر چلتے ہیں نیز جنازہ لے چلنے کے بعد بار بار محض دعا کی خاطر میت رکھنا ناجائز ہے۔

قبر کس قدر گہری ہونی چاہیے؟:

قبر کی گہرائی کے متعلق کافی سستی کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قبر کے آس پاس پانی گزرنے یا تیز ہوا چلنے سے مٹی اڑ جاتی ہے اور قبر گر جاتی ہے، کم گہری قبر اگر کھل جائے تو درندے آسانی سے قبر میں داخل ہو کر میت کو کھا جاتے ہیں۔ جن وفات یافتگان کے جسم گل، پھٹ جاتے ہیں تو عفونت اور آلودگی کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، پھٹنے پھولنے والا جسم جس قدر زیر زمیں ہوگا اتنا ہی تحفظ ہوگا۔ قبر کی لمبائی میت کی قد کے برابر اور چوڑائی نصف قامت کے برابر، گہرائی نصف قامت کے برابر اور گہرائی قد کے برابر ہو تو بہتر بلکہ ہندیہ میں ہے کُلَّمَا زَادَ فَھُوَ اَفْضَلُ۔ جس قدر قبر گہری ہو افضل ہے۔ ۲۳

تلقین میت میں سُستی:

عامۃ الناس میت دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنے میں کافی حد تک سستی کرتے ہیں۔ بعض صاحبان میت دفنانے کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اذان کہنا تلقین میت کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین مشروع ہے۔ اذان اگرچہ تلقین کو متضمن ہے مگر صراحۃً تلقین نہیں۔ صراحۃً تلقین میں میت کیلئے بہت خیر و بھلائی ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تمہارا کوئی بھائی فوت ہو جائے اور تم اس پر مٹی برابر کر لو تو تم میں سے ایک قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے اے فلاں بن فلانہ پس وہ سنے گا اور جواب نہ دیگا پھر کہے اے فلاں بن فلانہ تو پھر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر وہ کہے اے فلاں بن فلانہ تو میت اسے کہتا ہے۔ ہمیں ارشاد کر اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ کہے۔ اُذْکُرْ مَاخَرَجْتَ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَھَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَاَنَّکَ رَضِیْتَ بِاللہِ رَبًّا وَ بِالْاِ سْلَامِ

دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَ بِالْقُرْآنِ اِمَامًا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر (جب تلقین کرنے والا ان کلمات سے تلقین کر لیتا ہے) تو منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں چلیں اس آدمی کے پاس کیا بیٹھیں جسے حجت سکھا دی گئی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کی یا رسول ﷺ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کی نسبت حواء کی طرف کرے یعنی اے فلاں بن حواء کہے۔ ۲۴

تعزیت اور افسوس کرتے ہوئے ناجائز کلمات زبان پر لانا:

موجودہ رواداری کے عالم میں اور دین سے دوری کیوجہ سے کچھ صاحبان تعزیت کرتے ہوئے اتنی بھی احتیاط نہیں کرتے کہ مرنے والا خواہ کافر، مرتد، قادیانی (مرزائی) گستاخ رسول، اور گستاخ صحابہ ہو اس کیلئے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں اور پسماندگان جس عقیدے کے بھی حامل ہوں ان کیلئے اجر و ثواب کے خواستگار ہوتے ہیں۔ حالانکہ کافر میت اور اس کے کافر وارث کیلئے تعزیت کے الفاظ میں میت کیلئے مغفرت اور پسماندگان کیلئے اجر و ثواب کا ذکر کرنا حرام ہے۔ لہٰذا اگر میت کافر ہے اور اس کے عزیز و رشتہ دار بھی کافر ہیں تعزیت میں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو جو صدمہ پہنچا ہے ہمیں اس کا افسوس ہوا جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ آپ لوگ صبر کریں۔ کافر میت کیلئے مغفرت اور کافر زندوں کیلئے اجر و ثواب کا ذکر نہ کریں۔ اگر کافر میت کے رشتہ دار مسلمان ہیں تو انہیں کہا جائے اللہ تعالیٰ تمہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور صبر پر تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ مسلمان میت کے کافر رشتہ داروں کو کہا جائے صدمہ پر صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے میت کی مغفرت فرمائے۔ اگر میت اور اس کے عزیز رشتہ دار دونوں مسلمان ہوں تو پھر مصیبت زدہ آدمی کو کہا جائے ''اللہ تعالیٰ تجھے صبر جمیل عطا فرمائے'' اور اس مصیبت پر اللہ تجھے اجر عظیم عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ ۲۵

کچھ لوگ وفات کے دن، سوم پر اور قل خوانی کے روز ایک دوسرے کو گلے مل کر روتے ہیں اور بین کرتے ہیں مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے گلے مل کر پندرہ پندرہ منٹ روتے رہتے ہیں۔ محرم اور غیر محرم کی تمیز نہیں ہوتی۔ پھر خواتین نیم عریاں لباس میں ہوتی ہیں۔ ننگا سر، ہاف آستین، نیم پشت اور نیم سینہ کا ننگا ہونا عام فیشن ہے ایسی حالت میں مردوں کا عورتوں کے گلے ملنا اور رونا نہایت قبیح اور کبیرہ گناہ ہے۔ البتہ مرد آپس میں اور عورتیں آپس میں گلے لگ کر روئیں لیکن بین نہ کریں تو جائز ہے۔ ۲۶ اگر مرد کا عورت سے گلے مل کر رونے کے دوران آلہ انتشار میں ہو یا لذت محسوس ہو تو حرمت مصاہرہ ثابت

ہوجائیگی۔ اگر عورت ساس ہے اور گلے ملنے والا داماد ہے تو اس پر بیوی ہمیشہ کیلئے حرام جائیگی۔

وفات کے موقعہ پر بولے جانے والے کفریہ کلمات:

نوجوان اور عزیز کی وفات پر کچھ لوگ زبان پر کفریہ کلمات لانے سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ ان کلمات کی وجہ سے تجدید ایمان، توبہ اور اگر نکاح ہے تو تجدید نکاح احتیاطاً کرنا بہتر ہوتا ہے۔ مرگ کے موقعہ پر بولے جانے والے کفریہ کلمات کی ایک طویل فہرست ہے بطور مثال کچھ ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ نوجوان آدمی کی موت پر یہ کہنا۔ یا اللہ تجھے اس کی جوانی پر رحم نہیں آیا، اگر مارنا اور لینا تھا تو اسکے بوڑھے ماں باپ کو لے لیتا۔

۲۔ اگر صاحب اولاد فوت ہوجائے اور اولاد چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو پھر کچھ لوگ کہتے ہیں۔ اے اللہ تجھے معصوم بچوں پر بھی ترس ورحم نہیں آیا۔

۳۔ صالح، نیک، نوجوان اور بلوغت سے قبل وفات پانے والوں کی مرگ پر کئی کفریہ کلمات زبان پر لائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا ضرورت پڑ گئی۔

۴۔ "چنگاں دی اگھاں وی لوڑ ہے" یعنی نیک لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو بھی ضرورت ہے اس لیے انہیں جلد اٹھالیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی ضرورت (لوڑ) اور حاجت نہیں اللہ تعالیٰ کیلئے ضرورت اور حاجت کے کلمات لانا اس ذات پاک کو محتاج قرار دینا ہے، کفریہ کلمات سن کر ہاں میں ہاں ملانے والوں پر بھی حکم کفر ہے۔

میت اگر عورت ہو تو اسے قبر میں کون اتارے؟:

عامۃ الناس عورت کی میت قبر میں اتارتے وقت نہایت ہی غفلت وسستی کرتے ہیں۔ عورت کی میت قبر میں اتارتے وقت محارم، غیر محارم کا لحاظ نہیں رکھتے۔ محارم کے ہوتے ہوئے غیر محارم عورت کی میت اتارتے ہیں اور رشتہ داروں کی موجودگی میں اجنبی اتارتے ہیں۔ حالانکہ عورت کی میت اتارنے کیلئے محارم ہونے چاہیں یعنی عورت کا بیٹا، بھائی، باپ، چچا وغیرہ اگر یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ

دار، یہ بھی نہ ہوں تو پھر پرہیزگار اجنبی اتاریں۔ ۲۷

میت کی حجامت، زیب وزینت کرنا:

علاقہ تھل میں بعہد ماقبل قریب دو ڈھائی سال لوگ میت کی حجامت کرنا اسقدر ضروری خیال کرتے تھے کہ میت کے موئے زیر ناف مونڈنا لازمی سمجھتے تھے لیکن الحمد للہ تھل میں قل خوانی کے مواقع پر وعظ ونصیحت کرنا اور سننا کافی حد تک رائج ہے ایسے مواقع پر ان مسائل سے عوام کو آگاہ کرنا بندہ کیلئے ایک سنہری موقع ہوتا ہے۔ کافی محافل میں ایسے مسائل سے عوام کو خبردار کیا پھر بھی ممکن ہے خال خال یہ حرکت باقی ہو۔ علاوہ ازیں میت کے بالوں میں کنگھا کرنا، ناخن اتارنا، سرمہ اور مہندی پر ابھی تک عوام کا اکثریت کیساتھ معمول چلا آرہا ہے۔ سالہا سال کے متواتر عمل کیوجہ سے ان عادات کو اپنانا عوام کی مجبوری و بے بسی بن گئی ہے حال ہی مورخہ 29-11-2010 بمطابق 22 ذوالحج 1431ھ بروز سوموار راقم ایک قصبہ میں ایک نوجوان کی فوتیدگی پر گیا۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جب میت کا چہرہ دکھایا گیا تو اس کی آنکھیں سرمہ سے بھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ اس کے علاوہ اگر میت جوان عورت ہو تو کچھ لوگ دلہن کی طرح اس کا میک اپ وزینت روا سمجھتے ہیں۔ ایام طفولیت کی یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہماری بستی کی عورتیں ایسی عورت کا چہرہ دیکھ کر واپس آتیں تو ارمان اور افسوس سے کہتی تھیں کہ چہرہ ایسا سجا ہوا تھا کہ دلہن ہے اور ابھی کلام کرنے والی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔ وَلَا يُسَرَّحُ شَعْرُ الْمَيِّتِ وَلَا لِحْيَتُهُ وَلَا يُقَصُّ ظُفْرُهُ وَلَا شَعْرُهُ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَلَا يُقَصُّ شَارِبُهُ وَلَا يُنْتَفُ إِبْطُهُ وَلَا يُحْلَقُ عَانَتُهُ وَيُدْفَنُ بِجَمِيعِ مَا كَانَ عَلَيْهِ۔

یعنی میت کے سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے، اس کے ناخن اور بالوں کو بھی نہ کاٹا جائے، اس طرح ہدایہ میں ہے اور میت کی مونچھیں نہ مونڈی جائیں، اسکے موئے زیر بغل نہ اکھیڑے جائیں اور نہ موئے زیر ناف مونڈے جائیں بلکہ سب کچھ سمیت اسے دفن کیا جائے۔ ۲۸

البتہ میت کے سر اور داڑھی کے الجھے ہوئے بالوں کو آرام کے ساتھ سیدھا کیا جائے۔ اور اس دوران بھی بالوں کے ٹوٹنے اور اکھیڑنے کا خیال رکھا جائے۔ میت کا میک اپ کرانا اور مہندی لگانا بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ زینت ہے اور میت زیب وزینت سے بے پرواہ ہو چکا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم اپنے میت کی پیشانی کس وجہ سے پکڑ کر کھینچتے ہو۔ وَلِاَنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاء

لِلزِّيْنَةِ وَقَدِ اسْتَغْنَى الْمَيِّتُ عَنْهَا ۔ اور کیونکہ یہ چیزیں تو زینت کیلئے ہیں اور میت زینت سے بے پرواہ ہو چکا ہے۔ ۲۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کنگھا کرنے کو پیشانی پکڑ کر کھینچنے سے تعبیر فرمایا۔

متفرق مسائل:

نماز جنازہ پڑھنے کے بعد ہر وقت دعا مانگنا جائز ہے۔ میت لے چلنے کے بعد چالیس قدم پر میت رکھ کر دعا مانگنے کی خصوصیت بلاوجہ ہے۔

میت دفن کرنے کے بعد چالیس قدم پر آ کر دعا مانگنے کی خصوصیت بھی بلاوجہ ہے۔

میت کو کچھ عرصہ کیلئے امانتاً دفن کرنا پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ لے جانا حرام ہے۔ دفن کے بعد قبر کھولنا جائز نہیں۔

اگر کسی وجہ سے قبر کی چھت گر جائے تو قبر کھول کر دوبارہ بنانے کی اجازت نہیں بلکہ اسی پر قبر کا تعویز بنالیا جائے۔

جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ نماز جنازہ میں پاؤں کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے اور اکثر طور پر راستوں کی گندگی سے جوتے ناپاک ہوتے ہیں۔ البتہ جوتے پاک ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

دیہاتوں میں عورت کے جنازہ پر چھتری یا گہوارہ بنا کر پردہ کرنے کی بالکل عادت نہیں ہے۔ حالانکہ مردوں کے سامنے جب عورت کی میت ہوتی ہے تو واضح طور پر اعضا کی ساخت نظر آ رہی ہوتی ہے۔ انہیں بہتر ہے کہ عورت کی میت پر گہوارہ اور چھتری وغیرہ سے پردہ کریں تاکہ عورت کی میت جب ہزار ہا اجنبی مردوں کے سامنے رکھی جائے تو اس کے کسی عضو کی ساخت وضخامت محسوس نہ ہو۔

قبر پر حلوہ، مٹھائی اور میوہ جات رکھنا بے فائدہ اور ممنوع ہیں یہ اشیاء اگر میت کی طرف سے صدقہ کر دی جائیں تو اسے فائدہ ہوگا۔

میت کے پیٹ پر کوئی وزنی چیز رکھنی چاہیے تاکہ اس کا پیٹ نہ پھولے کیونکہ اگر وزن نہیں رکھیں گے تو ہوا سے پیٹ پھول جائیگا لیکن وہ چیز زیادہ وزنی بھی نہ ہو جو میت کیلئے باعث تکلیف بنے۔

خاوند اپنی زوجہ کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے۔

آئمہ احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ رسول ﷺ نے نجاشی کی نماز

جنازہ جب ادا فرمائی تھی تو جبرائیل علیہ السلام نجاشی کی میت کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔

اگر کوئی شخص رشتہ دار کی قبر کے پاس جانا چاہتا ہے لیکن راستہ نہیں دوسری قبروں پر پاؤں رکھ کر گزرنے کے سوا چارہ نہیں تو ایسی صورت میں جانا منع ہے۔ دور سے فاتحہ پڑھ کر چلا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک انگاروں پر بیٹھے پس انگارے اسکے کپڑے جلا دیں پھر آگ اس کی جلد تک پہنچ جائے اس کیلئے قبر پر بیٹھنے سے (آگ پر بیٹھنا) بہتر ہے۔

بعض مقامات پر رواج ہے کہ جس گھر میں فوتیدگی ہو جائے اس گھر والے آنے والی پہلی عید نہیں مناتے۔ عید کے دن نیا یا صاف ستھرا اچھا لباس وغیرہ نہیں پہنتے، نہ اچھا کھانا پکاتے ہیں اور نہ عورتیں زیب و زینت کرتی ہیں بلکہ مکمل گھر سوگ مناتا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تر باتیں غیر شرعی ہیں۔ شرع شریف میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ایسا رویہ قابل ترک ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا سوائے بیوہ عورت کے کسی کو میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا حلال نہیں ہے۔ البتہ بیوہ عورت اپنے شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

اہل میت کے گھر جب میت دفنانے والے خالی چارپائی اور آلات کھدائی لے کر واپس آتے ہیں تو بعض جگہ پر ایک آدمی پانی کا لوٹا لیکر ان کے آگے نیم دائرہ کی شکل میں پانی گراتا ہے۔ سب آنے والے اسی دائرہ سے گزر کر تعزیت والوں کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسا کرنا بالکل خلاف شرع وخلاف اصل ہے اور ہندوؤں کے طریقہ ہائے کار سے ہے۔

پہلے دن میت کے گھر والوں کی طرف جو کھانا بھیجا جاتا ہے فقط اہل میت کیلئے پکایا جائے اور بھیجا جائے دوسروں کیلئے کھانا نہ بھیجا جائے اور نہ انہیں کھانا جائز ہے۔

تیجے، قل خوانی اور چہلم کے موقعہ پر کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ ضروری ہے کہ سب ورثاء راضی اور بالغ ہوں اگر ایک وارث بھی نابالغ ہو تو ایسا کرنا حرام ہے۔

اہل میت کو ایک دن کا کھانا جو بھی چاہے بھجوا سکتا ہے۔ اگر فوت ہونے والی شادی شدہ عورت ہو تو اس کے میکے پر لازم نہیں کہ اہل میت کیلئے دور دراز سے کھانا بھجوائیں۔ بعض برادریوں میں اہل میت کے دروازہ پر پیٹ بھرنے کیلئے ایک میلہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ جب تک عورت کے میکے چار پانچ دیگیں گوشت کی انہیں نہ کھلائیں اتنے تک برادری اور روسیپ کا دھرنا ختم نہیں ہوتا۔ حالانکہ عورت کے میکے یعنی اس کی ماں باپ، بھائی اور ہمشیرگان غم میں ہوتے ہیں۔ ان سے ایک میلے کی روٹی لینے کی رسم بالکل ناجائز ہے۔

حوالہ جات باب ۲

1	مشکوٰۃ	145	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
2	۔	144	۔	۔
3	۔	144	۔	۔
4	۔	149	۔	۔
5	احکام میت	17	علامہ غلام مصطفیٰ صاحب	اکبر بک سیلرز لاہور
6	فتاویٰ ہندیہ	163/1	مولانا شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
7	۔	167/1	۔	۔
8	۔	۔	۔	۔
9	مشکوٰۃ	149	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
10	جامع الصغیر	15/1	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
11	۔	۔	۔	۔
12	۔	۔	۔	۔
13	فتاویٰ ہندیہ	166/1	مولانا شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۔
14	شرح الصدور	42	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ بحر العلوم کراچی
15	فتاویٰ عالمگیری	161/1	مولانا شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
16	مشکوٰۃ	143	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
17	مراقی الفلاح	474	امام حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ انصاریہ ہرات افغانستان
18	۔	475	۔	۔
19	فتاویٰ فیض الرسول	438/1	مفتی جلال الدین احمد صاحب	شبیر برادرز لاہور
20	فتاویٰ رضویہ	98/9	امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
21	مشکوٰۃ	144	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
22	فتاویٰ خلیلیہ	277/1	مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب	شبیر برادرز لاہور
23	فتاویٰ عالمگیری	166/1	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
24	حاشیۃ اللباب شرح ادب الکتاب	134		صدیقی پبلشرز
25	رفیق الغافلین	107	مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب	جامعہ اسلامیہ کراچی
26	۔	108	۔	۔
27	فتاویٰ عالمگیری	166/1	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
28	۔	158/1	۔	۔
29	ہدایہ	190/1	شیخ الاسلام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور

باب ۳

غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت

اونٹ حلال کرنے کا شرعی طریقہ:

عام طور پر جس طریقہ سے اونٹ ذبح کیا جاتا ہے وہ خلاف سنت ہے اور اونٹ کو دوہری تکلیف دینا ہے۔مشاہدہ کی بات ہے کہ اونٹ کولٹا کر کم از کم دو مقام سے ذبح کیا جاتا ہے جبکہ بعض لوگ دو سے بھی زائد مقامات سے ذبح کرتے ہیں۔ایک مرتبہ راقم الحروف،کو سندھ سے آئے ہوئے لوگ۔میلہ عنائت شاہ رحمۃ اللہ علیہ (واقع فتح پور لیہ) اس لیے لے گئے کہ انہوں نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا جس کے ذبح میں انہیں شک تھا۔میں جب وہاں پہنچا تو اونٹ تین مقام سے ذبح کیا ہوا دیکھا۔ ازراہ تعجب دریافت کیا تو وہ کہنے لگے۔مولوی صاحب دراصل اونٹ تو سات جگہ سے ذبح کیا جاتا ہے ہم نے اسی پر قناعت کی۔

اونٹ حلال کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کیا جائے اور اگلا پاؤں باندھ دیا جائے پھر نیزہ گردن کے اگلے حصہ پر مار کر رگیں کاٹی جائیں۔قرآن پاک میں ہے:۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ (کے دین) کی نشانیوں میں سے مقرر کئے۔ ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔پھر (قربانی کیلئے) انہیں قطار میں کھڑا کر کے (نیزہ سے حلال کرتے وقت) ان پر اللہ کا نام لو تو جب وہ کروٹ کے بل زمین پر گر جائیں تو ان میں سے کھاؤ اور صبر سے خاموش بیٹھنے والے محتاج اور بیقراری سے مانگنے والے کو اس میں سے کھلاؤ۔اسی طرح ہم نے ان (جانوروں) کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ تم شکر ادا کرو۔

تمام مستند تفاسیر میں ہے:۔

لان البدنة عند الذبح تعقل احدی یدیها فتقوم علی ثلاث، وعقلها عند النحر سنة۔

اونٹ کا بوقت ذبح ایک پاؤں باندھ دیا جائے اور وہ تین پاؤں پر کھڑا ہو اور اس کو نحر کے وقت یوں باندھنا سنت ہے۔[2]

تفسیر قرطبی میں ہے:۔ والبعیر اذا ارادو نحرہ تعقل احدی یدیه فیقوم علی ثلاث

قوائم۔ لوگ اونٹ کو جب نحر کرنیکا ارادہ کریں تو اس کا ایک پاؤں باندھا جائے اور باقی تین پاؤں پر کھڑا ہو۔

روح البیان میں ہے۔[3]

والآیۃ دلت علی ان الابل تنحر قائمۃ۔ مذکورہ آیہ کریمہ اسی پر دلالت کرتی ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ اونٹ کی ذبح میں سنت یہ ہے کہ اس کا ایک پاؤں ران سے باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے گردن لمبائی میں چیرے۔ اسے نحر کہتے ہیں۔ گائے، بکری میں یہ نہیں ہے۔[4]

حضرت زیاد ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔ رَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَتٰی عَلٰی رَجُلٍ قَدْ اَنَاخَ بَدنۃ یَنْحَرُھَا قَالَ ابْعَثْہَا قِیَامًا مُقَیَّدَۃً سُنَّۃَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ ایسے آدمی کے ہاں تشریف لے آئے جس نے قربانی کا اونٹ نحر کرنے کے لئے بٹھایا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کھڑا کر، پاؤں باندھ، یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔[5]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔ ان النبی ﷺ و اصحابہ کانو ینحرون البدنۃ معقولۃ الیسری قائمۃ علی مابقی من قوائمھا۔

بیشک نبی اکرم ﷺ اور آپکے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اونٹ کو اس طرح نحر کرتے تھے کہ اسکا بایاں ہاتھ (اگلا پاؤں) باندھا ہوا ہوتا تھا اور باقی تین پاؤں پر اونٹ کھڑا ہوتا۔[6]

عن الحسن قیل لہ کیف تنحر البدنۃ؟ قال تعقل یدھا الیسری اذا ارید نحرھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اونٹ کس طرح نحر کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اونٹ نحر کرنیکا ارادہ کرتا ہوں تو اسکا بایاں ہاتھ باندھ دیا جاتا ہے۔[7]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع نحر ثلثا و ستین بیدہ ثم اعطی علیا فنحر ماغبر پر تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے نحر

فرمائے۔ باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے۔[8]

جب نبی اکرم ﷺ نحر کرنے کے لیے خنجر ہاتھ میں لیکر اونٹوں کے سامنے آئے اور اونٹ پانچ پانچ، چھ چھ کی ٹولی میں آپ کے پاس لائے جانے لگے تو وہ ایک دوسرے کو دھکیل کر اپنی گردن آگے کرتے تاکہ سب سے پہلے اسے ذبح کیا جائے۔[9]

فتاوی عالمگیری میں ہے:۔ اما لااختیارۃ فرکنہا الذبح فیما یذبح من الشاۃ والبقر والنحر فیما ینحر وھو الابل۔

یعنی ذبح اختیاری کا رکن ان جانوروں کو ذبح کرنا ہے جنہیں ذبح کیا جاتا ہے، جیسے بکری، گائے اور ان کو نحر کرنا ہے جنہیں نحر کیا جاتا ہے اور وہ اونٹ ہے۔[10]

وفی المضمرات السنۃ ان ینحر البعیر قائما۔

اور مضمرات میں ہے۔ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا سنت ہے۔[11]

شارح مشکوۃ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ السنۃ ان ینحرھا قائمۃ معقولۃ الیدی الیسری۔ سنت یہ ہے کہ اونٹ کا بایاں ہاتھ باندھ کر کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔[12]

تنویر الابصار میں ہے:۔ وحب نحر الابل و کرہ ذبحھا۔

اونٹ کو نحر کرنا مستحب ہے اور ذبح کرنا مکروہ ہے۔[13]

بہار شریعت حصہ ۱۵ میں ہے:۔ حلق کے آخری حصہ (گوربند باندھنے والی جگہ) میں نیزہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ سے ذبح کیا جائے غلط ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ بلا فائدہ ایذا ہے:۔[14]

حلق کے آخری حصہ کی بجائے دیگر دو مقام سے ذبح کرنا بلاضرورت ہے اور جانور کو دوہری تکلیف دینا ہے۔ درمختار میں ہے:۔ کرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد۔

ہر بلا فائدہ تکلیف مکروہ ہے مثلاً (ذبح کی وقت) سر دھڑ سے جدا کر لینا اور جانور ٹھنڈا ہونے سے قبل چمڑا اتارنا۔[15]

کیونکہ ذبح اور نحر میں اصل تو یہ ہے کہ چار رگیں مری، حلقوم، ودجان کاٹی جائیں۔ ان سے

آگے بڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔ جب ایک مرتبہ چھری یا نیزہ چلانے سے یہ چار رگیں کٹ جائیں تو دوبارہ اسی جانور کی دوسری، تیسری جگہ سے گردن کاٹنا بہت بڑا ظلم ہے۔

اگر کسی کے پاس نیزہ نہیں یا اتنی قوت نہیں کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرے یا کسی بیماری کی وجہ سے اونٹ بیٹھ چکا ہے تو وہ بٹھا کر نحر کرے۔ اگر بٹھا کر نہیں تو پھر لٹا کر بھی نحر کر سکتا ہے۔ چنانچہ مرقاہ میں ہے:۔

والحاصل ان القیام افضل فان لم یستھل فالقعود افضل من الاضطجاع۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کھڑا کر کے نحر کرنا افضل ہے۔ پس اگر اس طرح نہیں تو پھر لٹا کر (نحر) کرنے سے بٹھا کر نحر کرنا بہتر ہے۔ ۱۶

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:۔ والسنۃ فی البعیر۔۔۔ فان أضجعہ جاز والاول افضل

اونٹ میں سنت تو نحر ہے کہ اسے کھڑا کر کے بایاں پاؤں باندھ کر نحر کیا جائے اور اگر اسے لٹایا جائے تو یہ بھی جائز ہے لیکن پہلا طریقہ افضل ہے۔ ۱۷

بیعانہ ”ٹھپی“ ضبط کر لینا:

عام طور پر لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ خریدار کوئی چیز اس طرح مول لیتا ہے کہ کُل رقم سے جزوی طور کچھ رقم نقد ادا کر دیتا ہے جسے بیعانہ اور ٹھپی کہتے ہیں اور باقی رقم کا کہتا ہے کہ فلاں تاریخ کو دونگا اور مال لے جاؤں گا۔

بعد ازاں کچھ خریدار بدنیتی یا کسی جائز ناجائز مجبوری کے باعث اپنے معاہدے سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ ادھر مال بیچنے والا بیعانہ کی رقم ضبط کر لیتا ہے، خریدار کو واپس نہیں کرتا۔ بعہد حاضر ایسا کرنا خریداری کا ایک اصول بن گیا ہے۔

اصولی طور پر ایسا کرنا بالکل ممنوع ہے۔ بیچنے والے پر لازم ہے۔ اگر خریدار مال نہیں لیتا تو بیعانہ ضبط نہ کرے بلکہ واپس کر دے یہ مال کھانا بالکل حرام ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا صورت کے بارے تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کر لینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔

مزید برآں تحریر فرماتے ہیں:۔ بیع کو فسخ ہو جانا مان کر بیع زید کو نہ دے اور اس کے روپے اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرے، ھل ھذا الا ظلم صریح۔ (کیا یہ ظلم صریح نہیں ہے۔ ۱۸

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ اولادِ آدم کے پیٹ میں اگر ایک لقمہ حرام چلا جائے تو زمین و آسمان کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں جب تک وہ لقمہ اس کے پیٹ میں رہتا ہے۔ اگر اس حالت میں مر جائے تو اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ۱۹

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:۔ جب بندہ کے پیٹ میں لقمہ حرام واقع ہو جاتا ہے۔ تو بندہ جس قسم کی عبادت کرے چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔ ۲۰

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ جس بندہ نے دس درہم کے عوض کپڑا خریدا اور ایک درہم حرام (ذریعہ سے کمائی کا) تھا تو جب تک وہ کپڑا انسان کے جسم پر رہیگا اللہ تعالیٰ اسکی نماز قبول نہیں فرمائیگا۔ ۲۱

جانوروں کے بدن پر اون بیچنا:

عام طور پر بھیڑ اور بکریاں پالنے والے لوگ ان کے جسم پر کھڑی اون فروخت کر دیتے ہیں۔ بعد میں اکثر اوقات خریدار سے اس بات میں تنازع ہو جاتا ہے کہ خریدنے والا چاہتا ہے اون کھال سے ملا کر کاٹوں جبکہ مالک کہتا ہے تھوڑی تھوڑی چھوڑ کر کاٹ۔ اسی وجہ سے احوط یہ ہے اون کاٹ کر فروخت کی جائے نہ کہ جانوروں کے بدن پر۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس بات سے منع فرمایا کہ بکری کی پشت پر اون فروخت نہ کی جائے۔ فقہ حنفی کی مستند و معتبر کتاب ہدایہ شریف میں ہے:۔ وَلَا (يَجُوْزُ بَيْعُ) الصُّوْفِ عَلٰى ظَهْرِ الْغَنَمِ۔ بکری کی پشت پر اون بیچنا جائز نہیں ہے۔ ۲۲

نر جانور کو مادہ پر ڈالنے کی اُجرت لینا:

بعض مالداروں کا ذریعہ معاش اونٹ، بیل، بھینسا اور دیگر نر جانور ہیں۔ جب انکے پاس کوئی آدمی اونٹنی، گائے وغیرہ ”سہن“ سے ملانے کیلئے لے آتا ہے تو پہلے اس نر جانور کا مالک اس ”سہن“ کی نسل کے مطابق منہ مانگی رقم وصول کرتا ہے۔

حالانکہ فقہ حنفی کی مستند کتاب ہدایہ کتاب الاجارات میں ہے:۔ وَلَا يَجُوْزُ اَخْذُ اُجْرَةِ عَسْبِ التَّيْسِ۔۔۔ یعنی نر کو مادہ پر ڈالنے کی اجرت لینا جائز نہیں اور نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام کمائی قرار

دیا۔ ۲۳

مردار جانور کی کھال فروخت کرنا:

اگر خاطر خواہ قیمتی چمڑے والا حلال جانور ذبح کئے بغیر مرجائے تو کچھ لوگ اسکا چمڑا اتار کر فروخت کرتے ہیں۔قدیمی مالداروں کے پاس حرام جانوروں کی کھال اتارنے کے لئے الگ چھری ہوتی ہے جسے باقی چھریوں سے الگ رکھا جاتا ہے اور بوقت ضرورت فقط اس سے حرام جانور کی کھال اتاری جاتی ہے۔اس چھری کو حرام چھری کہتے ہیں۔

احتیاط اس میں ہے کہ دباغت سے قبل چمڑا فروخت نہ کیا جائے۔

ہدایہ میں ہے:۔وَلَا (یَجُوْزُ) بَیْعُ جُلُوْدِ الْمَیْتَۃَ قَبْلَ اَنْ تُدْبَغَ۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَاتَنْتَفِعُوْ مِنَ الْمَیْتَۃِ بِاِھَابٍ۔یعنی مردار کی کھال دباغت (رنگنے) سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مردار کی کچی کھال سے نفع مت اٹھاؤ۔ ۲۴

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:۔اِذَا دُبِغَ الْاِھَابُ فَقَدْ طَھُرَ۔جب کھال پکالی جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ ۲۵

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو بکری بطور صدقہ دی گئی۔پھر وہ بکری مرگئی۔نبی اکرم ﷺ اس پر گزرے تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتاری تم اسے (یعنی کھال کو) پکالیتے اور نفع اٹھاتے۔لوگوں نے عرض کی وہ تو مردار ہے۔فرمایا فقط اس کا کھانا حرام ہے۔ ۲۶

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے ہیں فرماتی ہیں:۔ ہماری بکری مرگئی۔ہم نے اس کا چمڑا پکالیا، پھر ہم اس میں نبیذ بناتے رہے حتی کہ وہ پرانی مشک بن گئی۔ ۲۷

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنگ تبوک کے موقعہ پر ایک گھر تشریف لے گئے۔وہاں مشک لٹکی ہوئی تھی۔آپ ﷺ نے پانی مانگا۔انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ مردار کی کھال ہے۔

فَقَالَ دِبَاغُھَا طَھُوْرُھَا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس کا پکالینا اس کی پاکی ہے۔ ۲۸

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے سامنے

سے گزرے جو اپنی مری ہوئی بکری کو گدھے کی طرح کھینچ رہے تھے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! تم اس کی کھال لے لیتے تو انہوں نے عرض کی یہ مردار ہے۔تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! یُطَھِّرُھَا اَلْمَاءُ وَالْقَرَظُ۔ پانی اور ببول کے پتے اسے پاک کردیتے ہیں۔ ۲۹

مندرجہ بالا احادیث وروایات سے یہ بات صراحت سے واضح ہوجاتی ہے کہ مردار جانور کے چمڑے کو دباغت اور پکانے کے بعد ہر طرح کے استعمال میں لاسکتے ہیں۔

دباغت اور پکانے کی کئی صورتیں ہیں۔کھال کو دھوپ میں ڈال کر خشک کرلیا جائے۔نمک یا مٹی لگا کر خشک کرلیا جائے یا کیکر وغیرہ کی چھال ڈال کر رنگ دیا جائے۔

لیدر یا چمڑے کی جتنی مصنوعات ہیں خواہ پاکستانی ہوں یا غیر ممالک کی سوائے انسان اور خنزیر کے چمڑے کے سب کا پہننا اور استعمال میں لانا جائز ہے۔

نقد اور ادھار کے بھاؤ میں کمی،بیشی:

عام طور پر تاجر اشیاء کے ادھار فروخت کرنے پر نقد سے نسبتاً کچھ اضافی رقم وصول کرتے ہیں مثلاً چنا، گندم، کھاد وغیرہ کی "بوری" کی نقد قیمت اگر تین ہزار روپے ہے تو ادھار پر ساڑھے تین ہزار روپے کی فروخت کیجاتی ہے۔ایسی خرید وفروخت کو عوام سودی کاروبار کہتی ہے اور ایسے تاجر کو سود خور۔

شریعت کی رو سے کوئی بھی سامان اس طرح بیچنا کہ اگر نقد قیمت ادا کی جائے تو نسبتاً کم اور اگر ادھار یا، آسان قسطوں پر دے تو کسی قدر زیادہ رقم وصول کرنا جائز ہے سود نہیں۔نقد اور ادھار کا الگ الگ بھاؤ شریعت میں جائز ہے لیکن اتنا ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ زیادہ حصول نفع اور کثرت مال کی تمنا انسان کو سنگدل نہ بنادے اور وہ کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

ایسے کاروبار میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر معینہ تاریخ اور وقت پر قسط اور رقم وصول نہ ہو اور خریدار مزید مہلت کا طلبگار ہو تو پھر مہلت اور وقت میں توسیع کی وجہ سے مزید اضافہ حرام اور سود ہوگا، اگرچہ مقروض رضامند ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔فروخت اگرچہ نرخ بازار سے کیسا ہی متضاد (فرق) ہو حرام یا ناجائز نہیں۔۔ بلکہ اپنے مال کا ہر شخص کو اختیار ہے۔۔مشتری (خریدار) کو غرض ہو لے، نہ ہو نہ لے۔ ۳۰

شرع شریف نے کم از کم یا زیادہ سے زیادہ منافع کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ لہٰذا مذکورہ بالا صورت کے مطابق خرید و فروخت کرنے والے تاجروں کو سود خور کہنا گناہ ہے اور ایسا کاروبار کرنا جائز ہے۔

کیا لاوارث سامان کا مالک اٹھانے والا ہے؟

اگر عام گزرگاہ یا کسی اور جگہ سے لاوارث سامان ملے تو اکثر اوقات پر سامان اٹھانے والا اسے اپنی ملکیت اور ذاتی مال کے برابر سمجھتا ہے۔ دوسرے لوگ اسے خوش بخت اور اچھے مقدر والا انسان کہتے ہیں کہ کتنا بابخت ہے، بغیر مشقت، محنت اور مزدوری کے مفت سامان ہاتھ میں آگیا ہے۔ کئی بار اس طرح بھی ہوتا ہے کہ جس شخص کو پڑا ہوا سامان ملے اگر اس کے ساتھ پانچ، دس آدمی رفیق سفر ہوں تو تمام کے تمام برابر کا حصہ لیتے ہیں ورنہ تنازع اور لڑائی کی نوبت آجاتی ہے۔

اس صورت حال کے برعکس کئی ایمان دار اور حلال کمائی پر یقین رکھنے والے لوگ اس مال کا مالک تلاش کرتے ہیں اور حق، حقدار تک پہنچاتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جو مال کہیں سے ملے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو تو وہ مال امانت کے حکم میں ہوتا ہے اور اٹھانے والے پر لازم ہے کہ جہاں سے مال ملا ہے وہاں پر اور اسکے دائیں بائیں اعلان کرائے اور لوگوں سے کہے فلاں قسم کا مال مجھے ملا ہے۔ اگر کوئی شخص تلاش کرتا ہوا نظر آئے تو اسے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ اگر مالک آجائے اور سامان کی نشانیاں درست بتائے تو اسے سپرد کردے۔ ورنہ اتنی مدت تک مال اپنے پاس محفوظ رکھے کہ غالب گمان ہوجائے کہ اب مالک نہیں ملیگا اور تلاش میں نہیں ہوگا۔ اب اسے اختیار ہے کہ اس مال کی حفاظت کرے یا صدقہ کردے۔ اگر خود اٹھانے والا مسکین ہو تو خرچ بھی کرسکتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! مَنْ اٰوٰی ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مَالَمْ يُعَرِّفْهَا۔

جو (کسی کی) گم شدہ چیز کو اپنے پاس جگہ دے وہ گمراہ ہے جب تک اس کا اعلان نہ کرے۔ ۳۱

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ۔

مسلمان کی گم شدہ چیز آگ کی چنگاری ہے۔ ۳۲

درمختار میں ہے۔ وَاِنْ اَخَذَهَا لِنَفْسِهٖ حَرُمَ۔ یعنی اگر گم شدہ چیز کو اپنے لیے اٹھائے تو یہ حرام

ہے۔ ۳۳

مکمل درود شریف کے مقام پر "ص"، "صلعم"، "علیہ" لکھنا:

کثرت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ کاغذ اور وقت کی بچت کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ پورا جل جلالہ لکھنے کی بجائے "ج" لکھتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کیساتھ مکمل درود شریف کی جگہ ان اشارات پر اکتفا کرتے ہیں "ؐ"، "صلعم"۔ علی ھذا القیاس علیہ السلام کے مقام پر "علیہ" اور رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کی بجائے ان اشارات پر قناعت کرتے ہیں "ؓ"، "ؒ"۔ نیز کسی کے نام کی نسبت اسم رسالت کی طرف ہے تو اس نام پر بھی "ؐ" لکھا جاتا ہے مثلاً اگر کسی کا نام غلام محمد ہو تو یوں لکھتے ہیں "غلام محمدؐ"

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ صلعم یا "ؐ" یا "ع م" "صللم" وغیرہ لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلا شخص جس نے اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ درود پورا لکھنا لازم ہے۔ ۳۴

مفتی جلال الدین احمد مجددی فرماتے ہیں:-

(۱) اکثر لوگ درود شریف کے بدلے صلعم، عم لکھتے ہیں۔ یہ ناجائز، حرام ہے اور اگر معاذ اللہ شان میں کمی کرنے کا قصد ہو تو قطعاً کفر ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام اور اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ "ؓ" لکھنا مکروہ اور باعث محرومی ہے۔

(۲) جن کے نام محمد، احمد، علی، حسن، حسین، وغیرہ ہوتے ہیں بعض لوگ ان ناموں پر "ؐ" بناتے ہیں۔ یہ بھی ممنوع ہے اس لیے کہ اس جگہ تو یہ شخص مراد ہے اس پر درود کے اشارہ کا کیا معنیٰ؟۔ ۳۵

اگر پہلی بار ذبح غیر صحیح ہو تو کیا دوسری مرتبہ ذبح سے جانور حلال ہوگا؟:

بعض مرتبہ عامۃ الناس کو یہ صورت حال پیش آجاتی ہے کہ ایک مرتبہ جب جانور ذبح کرلیں اور ہنوز جانور پھڑک رہا ہو اور حرکت میں ہو اسی دوران علم ہوجائے کہ ایسی ذبح سے جانور تو حلال نہیں ہوتا تو پھر جلدی سے درست مقام سے جانور کو ذبح کر ڈالتے ہیں۔ ایسے جانور کو کھانا روا سمجھتے ہیں، کہتے ہیں کیونکہ ابھی جانور کی زندگی باقی تھی اور ہم نے پھر اسے درست مقام سے ذبح کرلیا ہے۔

جانور اس طرح حلال نہیں ہوتا کیونکہ پہلی ذبح سے جانور کی زندگی ختم ہو رہی ہوتی ہے اور جانور کو موت نسبتاً دوسری ذبح کے پہلی ذبح سے جلد واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا حکم بھی پہلی ذبح پر لگایا جائیگا۔ ۳۶؎

عورت کی ذبح!:

عورت کے حلال کئے ہوئے جانور کو کھانا بھی نامناسب اور قرین ممنوع سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر مرد گھر میں نہ ہو اور جانور مر رہا ہو تو عورتیں اسے ذبح نہیں کرتیں، بلکہ بطور کہاوت یہ کہا جاتا ہے" کہ اگر جانور کے مردار ہونے کا اندیشہ ہو اور مرد گھر میں نہ ہو تو عورت کسی بچے کے ہاتھ میں چھری تھما کر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر جانور ذبح کرے تو جانور حلال ہوگا ورنہ نہیں" حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ذبح کرنے والے کیلئے مرد ہونا کوئی شرط نہیں۔ جس طرح مرد ذبح کرسکتا ہے اسی طرح عورت اور ہیجڑا بھی ذبح کرسکتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔

والخنثی والمخنث تجوز ذبیحتھما۔۔۔ المرأة المسلمہ۔۔ فی الذبح کالرجل۔

ہیجڑے اور مخنث دونوں کی ذبیحہ حلال ہے اور مسلمان عورت ذبح کرنے میں مرد کی مثل ہے۔ ۷؎

جس جانور کے مردار ہونے کا خطرہ ہو اس کا قبلہ شریف کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں بلکہ جس طرف بھی آسانی سے ہوسکے ذبح کرنا چاہیے۔ کئی لوگ ایسے جانوروں کو مردار کر بیٹھتے ہیں۔

یہ بات بھی اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ چھری کا دستہ لکڑی کا ہونا ضروری ہے اور اس میں تین پیچ دار سوراخوں کا ہونا بھی، حالانکہ ذبح کیلئے مخصوص وضع اور ساخت کی چھری شرط نہیں۔ ہر ایسے آلہ سے جانور ذبح کرنا جائز ہے جس سے شرعی حکم کے مطابق جانور ذبح کیا جاسکے۔ خواہ وہ آلہ باقاعدہ ذبح کیلئے تیار کیا گیا یا کسی اور ضرورت کیلئے بنایا گیا ہو لیکن ذبح کا کام دیتا ہو۔

نظر بد سے بچنے کیلئے اختیار کئے جانے والے ٹوٹکے:

نظر بد سے بچنے کیلئے لایعنی، گوناگوں اور متنوع ٹوٹکے رائج ہیں۔

۱: نئے اور خوبصورت مکانات تعمیر کرنے کے بعد مٹی کی استعمال شدہ سیاہ ہانڈی مکان کی چھت کے سامنے والے کونہ پر اوندھی کر کے رکھ دیتے ہیں تاکہ ہر نظر بد والے کی نگاہ پہلے ہانڈی پر

پڑے، بعد میں مکانوں پر۔ یہ بے فائدہ عمل پنجاب بھر کے اکثر اضلاع میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

۲: نئی گاڑی پر پرانا جوتا بھی اسی مقصد کیلئے باندھا جاتا ہے۔ جانوروں کے گلے میں جوتے سے کچھ حصہ کاٹ کر یا ویسے چمڑے کے ایک ٹکڑے میں سوراخ کر کے، اس میں دھاگہ ڈال کر باندھتے ہیں۔

۳: راستہ کے سامنے اگر فصل اچھی ہو تو بعض نادان چار، پانچ فٹ کی لکڑی زمین میں گاڑ کر اس پر پرانا، پھٹا ہوا جوتا الٹا کر کے لٹکا دیتے ہیں۔

تاثیر نظر حق ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! بے شک نظر آدمی کو قبر میں داخل کرتی ہے اور اونٹ کو ہانڈی میں۔ نظر بد سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں پناہ لینے اور مخلوق کے ہر شر سے امان طلب کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے عفو و سلامتی کا خواستگار ہونا چاہیے۔ نظر بد سے بچنے کیلئے رسول اللہ ﷺ سے جو دعا منقول ہے وہ پڑھنی چاہیے۔ وہ یہ ہے۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ هَامَّةٍ وَعَيْنٍ لَامَّةٍ۔

علاوہ ازیں اگر انسان کو کوئی اچھی صورت، نمونہ نظر آئے، جو دل کو لبھائے اور دل اس کی طرف مائل ہو تو "مَاشَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" اور "فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" پڑھ لینا چاہیے۔

رہا مسئلہ مذکورہ بالا ٹونے، ٹوٹکے وغیرہ کا تو ان چیزوں کو بالذات موثر ماننا شرک ہے اور ان کی تاثیر ذاتی کا ایمان و اعتقاد رکھے بغیر انہیں اختیار کرنا گمراہی، ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستی۔ ۳۸؎

عمر رسیدہ لوگوں کا بیٹے وغیرہ سے موئے زیر ناف منڈوانا:

اگر انسان اس قدر لاغر اور بوڑھا ہو جائے کہ خود موئے زیر ناف (ناف کے نیچے سے بال) نہیں مونڈ سکتا تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بیٹے یا حجام وغیرہ سے منڈوائے مناسب یہ ہے کہ بال صفا پاؤڈر، کریم سے صفائی کر لے۔ یہ بات غلط ہے کہ بال صفا پاؤڈر فقط عورتیں استعمال کرسکتی ہیں مرد کیلئے ممنوع ہے۔ عورت، مرد، ہیجڑہ سب کیلئے ہر ایسی چیز کا استعمال جائز ہے جس سے بدن سے بال دور اور الگ ہو جائیں البتہ استرے سے مونڈنا مستحب ہے۔ طحطاوی میں ہے "واصل السنة یتادی بکل مزیل لحصول المقصود وھو النظافة۔ یعنی (موئے زیر ناف میں) اصل سنت تو ہر ایسی چیز

سے ادا ہو جائیگی جو بال صفا ہو کیونکہ اس سے مقصد حاصل ہو جائیگا جو کہ نظافت وصفائی ہے۔ ۳۹

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! زیر ناف بال ہٹانے کیلئے زیادہ بہتر عمل مونڈنا ہے البتہ کترنا، اکھیڑنا، نورہ (چونہ اور ہڑتال سے مرکب چیز کو نورہ کہتے ہیں بدن پر لگانے سے بال اڑ جاتے ہیں۔) لگانا بھی جائز ہے۔ ۴۰

اندازہ اور قیافہ سے کسی بچہ پر حرامی ہونے کا حکم لگانا:

کچھ صاحبان شک وشبہ اور قیافہ کی رو سے کئی بچوں کے نسب میں طعن کرتے ہیں اور انہیں حرامی اور ولد الزنا کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں بچے کی شکل وصورت اپنے باپ سے نہیں ملتی، فلاں آدمی سے جڑتی ہے لہٰذا اس کا باپ بھی وہی آدمی ہے۔ یاد رہے یہ قیافے اور قیاس آرائیاں بدنام گھرانوں کے متعلق زیادہ ہوتی ہیں۔ کئی جاہل باپ ازراہ مذاق اپنی اولاد کا انکار کر دیتے ہیں کہ فلاں بچہ میرا بیٹا نہیں کیونکہ اس کا رنگ، ڈھنگ اور عادات مجھ جیسی نہیں ہیں۔

ایسے نظریات اور قیافوں کے مالک، عادت کفار عرب کے درپے ہیں اور حد تہمت کے حقدار ہیں۔ کفار عرب کا قیافہ پر بڑا اعتقاد تھا اور اسکی جز مدلجی قیافہ لگانے والا تھا۔ اس کی عام عادت تھی کہتا تھا کہ فلاں کی شکل فلاں سے ملتی جلتی ہے اس لیے اس کا بھائی یا بیٹا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نسب میں بھی اس لیے کفار نے طعن کیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بہت سیاہ فام تھے اور ان کے والد گورے اور سفید۔ ۴۱

یہ بات عقلاً اور نقلاً محال ہے کہ جس بچہ کی شکل وصورت اپنے باپ سے نہ ملے اس پر حرامی ہونے کا حکم لگایا جائے۔ دیکھیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اِنَّ امْرَأَتِیْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ۔

میری بیوی نے سیاہ رنگ کا لڑکا جنا ہے۔ اور میں نے اس کا (اپنا بیٹا ہونے سے) انکار کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ عرض کی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا! انکے رنگ کیا ہیں۔ عرض کی سرخ۔ فرمایا! ان میں کوئی چتکبرہ بھی ہے؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا! تو اسے کہاں سے دیکھتا ہے کہ یہ آیا۔ قَالَ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ۔

وہ بولا کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! یہ (بھی ہو سکتا ہے) کہ

اسے بھی رگ نے کھینچ لیا ہو۔ آپ ﷺ نے انکار کی اجازت نہ دی۔ ۴۲

بدوی نے انکار اس وجہ سے کیا کہ میں گورا ہوں اور میرا بچہ کالا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ باپ کا رنگ گورا، سفید اور بچہ سیاہ فام ہو لہٰذا یہ بچہ کسی اور کا ہے۔ اس کے اس شک کو رفع کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے کیسا حکیمانہ جواب دیا کہ جو تاویل تو اونٹ کے بچہ میں کرتا ہے اپنے بچہ میں کیوں نہیں کرتا؟ اونٹ کے بچہ کے بارے کہتا ہے کہ کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہے ایسے ہی انسان کے بچہ کو بھی ماں، باپ کے خاندان کی رگ کھینچ سکتی ہے۔

حمل گرانے کا جرم انسان قتل کرنے کے برابر ہے:

احناف کے نزدیک ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد حمل میں روح آجاتی ہے۔ اس کے بعد بچہ انسانوں کی فہرست میں آجاتا ہے۔ بعد ازاں ایسے حمل اور بچہ کو اس وجہ سے ساقط کرانا اور گرانا کہ یہ ناجائز حمل ہے اور کنواری لڑکی اور اسکے پورے خاندان کیلئے ذلت ورسوائی، بدنامی اور بے عزتی کا باعث ہوگی یا حمل تو جائز ہے لیکن میڈیکل رپورٹ سے معلوم ہو گیا کہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی ہے، میاں بیوی دونوں اس بات پر رضامند ہو کر حمل گرائیں تا کہ ان کے ہاں لڑکی پیدا نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں حمل گرانا زندہ اور جیتے جاگتے انسان کو قتل کرنے کے مترادف ہے، چار ماہ کے بعد زندہ انسان کو تنگ وشرمساری کیوجہ سے ادویہ استعمال کر کے مارنا اور ساقط کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ البتہ چار ماہ سے قبل حمل گرانا جائز ہے۔ زندگی اور روح پڑ جانے کے بعد تو بچہ کی زندگی کا تحفظ اس قدر لازم اور ضروری ہے کہ اگر حاملہ عورت مرجائے تو فوراً اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک ایسی عورت حاضر ہوئی جس نے درخواست کی کہ میں ناجائز عمل سے حاملہ ہوں مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! بچہ جننے تک صبر کر کیونکہ جو بچہ پیٹ میں ہے وہ قصوروار نہیں۔ (چنانچہ وہ عورت واپس چلی گئی)۔ جب بچہ پیدا ہوا تو پھر حاضر ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! بچہ چھوٹا ہے اگر عورت کو سنگسار کریں تو اسکی پرورش کون کریگا؟ اس کام کیلئے ایک انصاری صحابی تیار ہو گئے لیکن نبی اکرم ﷺ نے (کمال شفقت ورحم فرماتے ہوئے) پھر بھی بچہ اس عورت کو دے دیا تا کہ (اس کی ماں) دودھ پلائے۔ جب دودھ پلانے کی مدت مکمل ہو گئی تو:

"پارچہ نان بردست فرزند نہادہ در مجلس شریف آنحضرت ﷺ آمدہ طلب اقامت حد نمود و گفت یارسول اللہ فرزند را از شیر باز کردم وطعام مے خورد"

وہ عورت بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک لقمہ پکڑا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں (اپنے اوپر) حد قائم کروانے کیلئے حاضر ہوئی اور عرض کیا اے پیغمبر خدا! میں نے بچے کو دودھ پینے سے علیحدہ کر دیا ہے اور وہ (اس وقت) کھانا اور روٹی کھا رہا ہے۔ تب نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو سینہ تک دفن کر کے سنگسار کرایا۔ [۴۳]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زنا کا ثبوت شرعی ہونے پر ایک عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا لیکن وہ عورت حاملہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توجہ دلائی کہ حضور اکرم ﷺ کا حکم ہے کہ ایسی عورت کو بچہ جننے کے بعد سنگسار کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ [۴۴]

گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناجائز حمل کو ضائع کرنا اور شرعی حکم کی مخالفت کو ہلاکت قرار دیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابتدا شافعی المذہب تھے۔ ایک دن انہوں نے کتب شافعیہ میں پڑھا کہ جب حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو بچہ نکالنے کے لیے اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائیگا۔ برخلاف مذہب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واقعہ یہ تھا کہ حاملہ ہونے کی حالت میں والدہ کی وفات کے نتیجے میں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کو مذہب حنفی پر عمل کرتے ہوئے پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پڑھ کر کہا: میں اس شخص کے مذہب سے راضی نہیں جو میری ہلاکت پر راضی ہو۔ پھر انہوں نے شافعیت کو چھوڑ دیا اور حنفی مسلک اختیار کیا اور اس مسلک کے عظیم مجتہد بن گئے۔ [۴۵]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! جان پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے۔ جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے تو حرج نہیں۔ [۴۶]

موجودہ دور میں یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ صحت مند ہے یا بیمار ہے، مفلوج، یا نابینا ہے یا اعضاء میں سے کوئی عضو نہیں، تو مذکورہ عیوب پر مطلع ہو کر والدین چاہتے ہیں

کہ ایسے بچے اور حمل کو ضائع کر دیا جائے تاکہ بعد میں بوجھ اور پریشانی نہ ہو۔ ایسے حالات میں بھی ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد حمل ضائع کرنا حرام ہے اور زندہ آدمی قتل کرنے کے برابر گناہ ہے۔ کیا ایسے ماں، باپ اپنی صحت مند اولاد کے بارے یہ نظریہ روا رکھتے ہیں کہ اگر انکا کوئی عضو کسی حادثہ میں ختم ہو جائے تو اب معاشرہ پر انکے بوجھ بننے کے سبب انہیں قتل کر دیا جائے؟ یا انکا کوئی ذاتی عضو ضائع ہو جائے تو کیا وہ یہ حکم دیں گے اب ہم معذور ہو گئے ہیں مزید معاشرہ پر بوجھ نہیں بنتے ہمیں قتل کر دو۔ ہرگز نہیں۔

ناجائز حمل گرانا، لڑکیوں اور بیٹیوں کی کثرت کیوجہ سے حمل ساقط کرانا اور ناقص الخلقت بچہ کو ضائع کرنا بالکل حرام اور قتل کے برابر گناہ ہے۔

مہر کے تعین میں اہم غلطی:

دریائے سندھ و چناب کے درمیانی علاقہ میں اکثر و بیشتر یہ بات رائج ہے کہ مہر کا صحیح معنیٰ میں محفل نکاح کے دوران ذکر اور پورا پورا مطالبہ عار محسوس کیا جاتا ہے۔ البتہ نکاح رجسٹرار کے رجسٹر میں خانہ مہر ہوتا ہے جسے پُر کرنے کے لیے اپنی اور حاضرین کی رائے سے ۴، ۵ سو روپے تجویز کرتے ہیں۔ جبکہ مہر لینے، دینے اور طے کرنے کا جنہیں حق ہوتا ہے انہیں اس رائے اور تجویز کی خبر تک نہیں ہوتی۔ اگر وہ موجود ہوں تو یہ سمجھتے ہیں کہ مقدار مہر، نکاح خواں اور باراتی جو تجویز کریں وہی ہم پر لازم ہوگا۔

یہ طریقہ کار بالکل خلاف شرع ہے۔ لڑکی اور لڑکے کے ماسوا کسی کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے مقدار مہر متعین کریں۔

ناکح اور منکوحہ کو اختیار ہے اپنی مرضی سے مہر جتنا مقرر کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کی انتہائی حد شریعت میں غیر مقرر ہے۔ البتہ مہر کی کم از کم مقدار شارع علیہ السلام نے مقرر فرما دی ہے جس سے کم مقرر کرنا ناجائز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! مہر دس درہم سے کم نہیں ہے۔ [۴۷] اور اس کا وزن دو تولہ ساڑھے سات ماشہ بنتا ہے۔ لہٰذا اگر زوجین کم از کم مہر مقرر کرنا چاہیں تو مذکورہ مقدار میں چاندی کا وزن مقرر کریں یا اس کی قیمت جو کہ آج مورخہ 19-02-2011 کو چاندی کے نرخ کے مطابق 2428 روپے بنتی ہے۔ نکاح خواں اور دوسرے باراتی مہر مقرر کرنے میں کوئی حق نہیں رکھتے۔

وصح الثنی فصاعدا من الثلاثة والثنی هو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز۔ ۵۱

ام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟:

امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کے متعلق بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی نے زہر دیا اور زہر کھلانے کا سبب "معاذ اللہ" یزید کے ساتھ ساز باز تھی یہ بات بعض کتابوں میں بھی درج ہے۔ اس امر کی تحقیق حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد نے فرمائی ہے، جو نذر قارئین ہے۔

"مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے، کہ روایت کے لیے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا حوالہ کے لکھ دیا ہے یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وفات کے قریب تھے آپ کے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک میں اسے قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی زہر دینے والا ہے تو خدائے ذوالجلال منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر وہ زہر دینے والا نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔ اس مکالمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زہر دینے والے کا نام امامین کریمین رضی اللہ عنہما کو معلوم نہ تھا، حالانکہ واقعات کی تحقیق واقعہ برپا ہونے کے زمانہ میں آسان ہے قطع نظر بعد کے۔ نیز ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی تہمت کے ساتھ کیا جاتا ہے جو ایک بدترین تبرا ہے"۔ ۵۲

اجنبی مرد کا غیر عورت سے مصافحہ اور سر پر ہاتھ رکھنا:

عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ غیر عورت سے ملاقات ہو تو اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہیں یا ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہیں۔

ملاقات اور میل ملاپ کے یہ دونوں طریقے ناجائز ہیں۔ اجنبی آدمی ہر اس عورت کے بدن کو نہیں چھو سکتا ہے جس سے اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہے اگرچہ چچازاد بہن ہی کیوں نہ ہو۔ اگر عورت جوان ہے تو اس کے ننگے سر پر ہاتھ رکھنا یا ہاتھ سے ہاتھ ملانا حرام اور بدانجام ہے۔ اگر سر پر دوپٹہ ہو تو پھر بھی ہاتھ رکھنا ناجائز ہے اور یہ حکم پیر، استاد سب کے لیے برابر ہے۔ البتہ ان میں سے ایک جوان اور دوسرا بوڑھا ہو تو پھر ہاتھ ملانے میں حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں شہوت کا خوف نہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے ایک صحابیہ نے حصول برکت کے لیے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ۔ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَدَ امْرَاۃٍ قَطُّ مَا کَانَ یُبَایِعُھُنَّ اِلَّا بِالْکَلَامِ۔

مجھے اللہ کی قسم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی (غیر محرم) عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، اور آپ ﷺ ان سے فقط کلام کے ذریعے بیعت لیتے ہیں۔ ۵۳

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:۔ من مس کف امراۃ لیس منھا بسبیل وضع علی کفه جمرۃ یوم القیامۃ۔

جس نے کسی عورت کا ہاتھ چھوا حالانکہ مرد کے لیے اس میں کوئی راہ نہیں تو اس کے ہاتھ پر قیامت کے دن انگارا رکھا جائے گا۔ ۵۴

ہدایہ میں ہے:۔ ولا یحل له ان یمس وجهها وکفها۔

مرد کے لیے عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کو چھونا جائز نہیں۔ ۵۵

اگر داماد نے اپنی ساس کو چھوا تو دیگر چند شرائط کے ساتھ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی یعنی اس کی بیٹی داماد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائیگی۔ نیز اور کسی بیٹی سے بھی نکاح جائز نہیں ہوگا۔ اگر ساس نہ ہو تو تب بھی بعض دیگر شرائط کے ساتھ ممسوسہ عورت کی بیٹیوں سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

عصر حاضر میں عورتوں کے دوپٹے اس قدر باریک ہیں کہ ان کے سر کا بال بال نظر آتا ہے ایسے دوپٹے کے سر پر ہونے کے باوجود سر کو چھونا اور ننگے سر پر ہاتھ رکھنا اور چھونا برابر ہے۔

فسق وفجور سید کے نسب کو منقطع نہیں کرتا:

کچھ لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ سید کے لیے متقی اور پرہیزگار ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو سید کہلاتا ہے مگر علانیہ فسق وفجور کا مرتکب ہے تو ایسے سیدزادہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نقلی سید ہے۔ اس کے برعکس بعض صاحبان اس نظریہ کے مالک ہیں کہ سید ہونے کا دعویدار ہر صورت واجب التعظیم اور پیر ہونے کے لائق ہے اگرچہ بدمذہب ہو اور اس کے عقائد گستاخانہ ہوں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ سید ہونے کیلئے معصوم ہونا شرط نہیں اور نہ ہی اس کا فسق وفجور نسب میں خلل انداز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سادات کی تعظیم لازم ہے جبتک ان کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچے۔ بدمذہب ہونے کے بعد وہ سید ہی نہیں، نسب منقطع ہے۔ سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ ان اعمال کے سبب اس سے تنفر (نفرت) نہ کی جائے بلکہ نفس اعمال سے (نفرت) ہو۔۵۶

جس شخص کا نسب ثابت نہیں مگر وہ سید ہونے کا دعویدار ہے اور اس کا جھوٹا ہونا بھی ثابت نہیں تو اس کی تکذیب میں توقف (سکوت) کیا جائے۔ بلا ثبوت اس کے سید ہونے کی نفی کرنا جائز نہیں۔

زیریں لب کے نیچے سے بال کاٹنا:

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ نچلے ہونٹ کے نیچے وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر ادھر ادھر منڈوا دیتے ہیں۔ یہ بال داڑھی میں داخل ہیں انکا مونڈنا جائز نہیں۔ ان بالوں کو عربی میں فنفکین، ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بال بداہۃً سلسلہ ریش میں داخل ہیں کہ اس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ غرائب میں ہے دونوں کوٹھوں کو اکھاڑنا بدعت ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی عدالت میں (کسی معاملے

میں) گواہی دی اور وہ شخص دونوں کوٹھوں کے بال اکھاڑنے والا تھا۔ آپ نے اسکی گواہی رد کردی۔

ہاں اگر یہاں بال اس قدر طویل اور گھنے ہوں کہ کھانا کھانے، پانی پینے اور کلی کرنے میں مزاحمت کریں تو انکا قینچی سے بقدر حاجت کم کردینا روا ہے۔۵۷

داڑھی کے سفید بال اکھاڑنے سے بھی نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا۔

فرضی قبروں پر گنبد، شجر پرستی:

واں بھچراں کے نواح سے شروع ہوکر مظفرگڑھ تک، دریائے جہلم، چناب اور دریائے سندھ کے پانیوں کے درمیان واقع پٹی جو کم وبیش ۱۹۰ میل شمالاً جنوباً ۸۵ میل شرقاً غرباً ہے، انیسویں صدی کے نصف آخر سے قبل ایک عظیم صحرا پر مشتمل تھی۔ اس وقت زیرزمین پانی کی سطح بہت گہری تھی بعض مقامات پر ۱۵۰ فٹ گہرائی تک پانی کا حصول دشوار تھا۔ اس عہد میں صحرا اور ریگستان کے اندر پانی کے حصول کے ذرائع تالاب "ٹوبے" یا کنویں تھے۔ کنوؤں میں پانی کی گہرائی کی خبریں اس وقت کے سن رسیدہ بزرگ اس حد تک دیتے ہیں کہ ہاڑ اور بھادوں کے مہینوں میں نصف النہار کے وقت کنویں کے کنارے پر کھڑے ہوکر جھانکنے سے پانی نظر آتا تھا۔ علاوہ ازیں دیکھنے والے کو بھی خطرہ لاحق ہوتا کہ زیادہ جھانکنے سے کنویں میں گر جائیگا۔ ایسے کنوؤں سے بیل جوتنے کے علاوہ پانی نکالنا بہت مشکل تھا البتہ ایسا آدمی جس کا معدہ ایک وقت میں سالم بکرا یا ایک کلو دیسی گھی ہضم کرلیتا، وہ اپنی پوری ہمت لگا کر ایک دو گھڑے پانی نکال سکتا تھا۔ والد صاحب فرماتے ہیں! متحدہ پاک وہند کی آخری دہائی میں چاہ ماہی والا سے جب دو، دو بیل اکٹھے جوت کر ہزاروں پیاسے جانوروں اور کھیت کیلئے پانی نکالا جاتا تھا اس وقت کنویں پر "ستارہ ویہاں" 340 مٹی کے لوٹے لکڑی کی ایک بڑی گراری پر چلتے تو پانی میسر ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے اس دور میں تھل کے پانی کی سطح زیرزمین ڈیڑھ سو فٹ سے بھی متجاوز تھی۔

چاہات کا یہ سلسلہ بھی بہت کم تھا۔ ایک کنویں سے دوسرے کنویں کی طرف جانے والا آدمی پیاس کے خوف سے پانی کی مشک بغل میں لیکر جاتا۔ اور مال مویشی چرانے والوں کے پاس ہر وقت پانی کی "کھلی" مشک موجود رہتی۔ کنوؤں اور "ٹوبوں" سے دور بسنے والے لوگ وقت نکال کر دو چار دن کی ضرورت کا پانی جمع کر لیتے تھے۔

اس دور میں جس گھر سے مسافر کو پینے کے لیے پانی کے چند گھونٹ ملنے کی امید ہوتی یا کھانا تیار کرنے کے لیے کسی کو آگ کی چنگاری میسر ہوتی تو وہ گھر امیر ترین تصور کیا جاتا۔ پانی یا آگ کی چنگاری لینے والے تازیست ایسے گھرانہ کے مرہون منت رہتے۔

اس دور میں بسنے والے لوگوں کی گزر اوقات مال مویشی پالنے اور چرانے پر منحصر تھی۔

جانور پالنے والے لوگ بارش اور چارہ کی تلاش میں ہر وقت نقل مکانی کی صعوبت میں رہتے تھے۔ غرضیکہ ایسے لوگوں کی رہائش گاہ وہاں ہوتی تھی جہاں بارش برستی اور جانوروں کے لیے چارہ، گھاس میسر ہوتا۔ اسی دوران ان لوگوں پر مرگ کا وقوع بھی ہوتا تھا ایسا ناگہانی وقت ان بے بس لوگوں کے لیے (نماز جنازہ، کفن، دفن) مشکل ترین مرحلہ تھا۔ کئی بار ایک رات دن گزرنے تک نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملتا۔ باقاعدہ طور پر قبرستان کی سہولت بھی نہ تھی۔ جہاں مناسب ہوتا میت دفن کر دی جاتی۔ کئی بار صحرا سے گزرنے والے شدت پیاس سے سرراہ مرغ بسمل کی طرح جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے۔ ان کی مرگ کی اطلاع کئی روز بعد میں پہنچتی تھی لیکن اسوقت میت اور نعش کی حالت بگڑی ہوئی ہوتی تھی جس کی بنا پر راستہ کے قریب لحد تیار کی جاتی تھی۔

مرور زمانہ سے روئے زمین سے ایسی قبروں کے نشانات ختم ہو جاتے تھے۔ زمین کو ہموار کرتے ہوئے یا کسی موسمی تغیر کے نتیجے میں بعض اوقات کوئی بے نام ونشان قبر نمودار ہو جاتی تھی جس کا کوئی وارث یا جاننے والا نہیں ہوتا تھا شومئی قسمت سے انیسویں صدی کے نصف آخر میں آنے والی نسلوں نے ایسی قبروں پر فلک بوس گنبد اور محلات تعمیر کر دیئے اور جہالت سے ایسی قبر والوں کے غیر شرعی نام تجویز کئے اور مسند سجادگی بچھا کر دنیا کی حرص و ہوس میں بے خود ہو کر پیران طریقت کہلانے کے حقدار بن بیٹھے۔ العیاذ باللہ۔

کچھ لوگوں نے خوابوں اور بشارات کی بنا پر بھی جھڑکیوں یا ہموار جگہ پر فرضی قبریں تعمیر کر دیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ میانوالی، بھکر، لیہ، مظفرگڑھ میں ہر سال کم از کم ایک فقیر، پیر نکلنے کی خبر ضرور شائع ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں درختوں سے مرادیں مانگنے اور نذریں ادا کرنے والوں کی تعداد بھی فرضی قبروں پر میلے لگانے والوں سے کم نہیں۔ بے راہ روی کا شکار ہونے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو کر

جنگل، بیابان کے بوسیدہ درختوں کو قبلہ حاجات مانتے ہیں اور ان پر طرح طرح کی فضول اشیاء باندھنا اور لٹکانا ادائیگی منت کا رکن خیال کرتے ہیں مثلاً نا قابل استعمال بالکل چھوٹے سائز کے تکیے، بیل جوتنے والی چھوٹے سائز کی ''پنجالیاں'' وغیرہ وغیرہ۔ ایسے درختوں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر جنات کی رہائش ہے۔ رات کو وہاں جانا خطرہ سے خالی نہیں اور انہیں کاٹنا ہلاکت تصور کیا جاتا ہے۔ نیز ایسے درخت کے خشک اجزاء اور ٹہنیوں کا جلانا بھی خلاف عقیدت اور نقصان کا باعث سمجھا جاتا ہے شجر پرستوں میں خال خال یہ بات بھی مشہور ہے کہ بعض درختوں پر کلہاڑی ماری جائے تو ان درختوں سے خون بہہ نکلتا ہے۔

فرضی قبریں بنانے والوں کے متعلق مفتی جلال الدین احمد کے ہاں ایک سوال آیا تو آپ نے جو فتوئی دیا وہ مع سوال ملاحظہ فرمائیں:۔

مسئلہ: ایک غیر مزروعہ زمین عرصہ دراز سے بیکار پڑی ہوئی تھی جس کے بارے میں غیر مسلموں کا یہ خیال تھا کہ وہاں ''کچھ'' ہے۔ اس علاقہ میں ایک پیر صاحب کا آنا ہوا جو بظاہر متقی پرہیزگار ہیں۔ انہوں نے اس زمین پر مراقبہ کیا، اس کے بعد کہا کہ یہاں ایک بزرگ کی قبر ہے۔ پھر قبر کی انہوں نے نشاندھی کی مگر اس علاقہ کے بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ ہمارے علم میں یہاں کبھی کوئی قبر نہیں تھی اور اپنے بڑے بوڑھوں سے بھی وہاں قبر ہونے کے بارے میں کبھی نہیں سنا گیا۔ پیر صاحب کی بتائی ہوئی جگہ پر لوگوں نے شاندار پختہ قبر بنا دی ہے۔ عرس ہوتا ہے قوالیاں بھی ہوتی ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قبر پر فاتحہ پڑھنا، اس کے عرس میں شرکت کرنا اور کسی طرح اس کا تعاون کرنا اور علماء کا وعظ کیلئے اس عرس میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب حدیث شریف میں ہے :لعن اللہ من زار بلا مزار۔ یعنی فرضی قبر کی زیارت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اب جبکہ مقام مذکورہ قبرستان نہیں اور نہ وہاں قبر کے ہونے کا بڑے بوڑھوں سے کوئی ثبوت ملتا ہے تو صرف پیر صاحب کے مراقبہ سے وہاں پر قبر ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ الہام کی دو قسمیں ہیں ایک رحمانی، دوسری شیطانی، تو پیر صاحب کو مراقبہ میں جو الہام ہوا ممکن ہے کہ وہ الہام شیطانی ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ

جو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں ان کے خلیفہ حضرت ابوالحسن جوسقی رضی اللہ عنہ کے مرید کو چلے میں شب قدر نظر آئی اور ایسا معلوم ہوا شجر و حجر اور دیوار و در سب سجدے میں ہیں اور ہر طرف نور پھیلا ہوا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ شیطان کا کرشمہ تھا۔ مسلمان کی قبر کا یقین نہ ہو اس کی زیارت کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ قبر نہ ہونے کی صورت میں خدائے تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوگا اور اگر حقیقت میں مسلمان کی قبر ہو تو زیارت نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔ لہٰذا قبر مذکورہ پر فاتحہ پڑھنا، اس کے عرس میں شرکت کرنا اور کسی طرح سے اس کا تعاون کرنا جائز نہیں کہ اندیشہ لعنت و گناہ ہے۔ ۵۸

فوت شدہ جنم لینے والے بچہ سے ناروا سلوک:

مردہ جنم لینے والا بچہ اگرچہ تام الخلقت ہو اور اس کے اعضاء ظاہر ہوں، لڑکے اور لڑکی کا فرق واضح ہو تو لوگ ایسے بچوں کو بے گور و کفن ویران جگہ میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنے کی وجہ فقط آلودگی سے بچنا محسوس ہوتا ہے۔ بعض اوقات فوت شدہ پیدا ہونے والے بچوں کو ہسپتالوں کے در و دیوار کے قریب اور شاہراہوں پر پھینک دیا جاتا ہے جن کا گوشت جانور اور پرندے کھا لیتے ہیں۔ اگر بچہ چند سانس لینے کے بعد فوت ہو جائے تو نماز جنازہ اور دفن کا اہتمام کیا جاتا ہے مگر اسے قبرستان کے مشترکہ کنارہ پر دفن کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے مزید برآں اس کا نام رکھنا بالکل بے فائدہ اور لغو تصور کیا جاتا ہے۔

شرع شریف کی روشنی میں حکم یہ ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہو یا فوت شدہ، اس کا نام رکھا جائے کیونکہ روز قیامت وہ اٹھے گا۔ اگر والدین نے نام نہیں رکھا تو والدین روز محشر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ ہونگے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! سموا اسقاطکم فانھم فرطکم۔

تم اپنے ناتمام بچوں (جو ماں کے پیٹ سے گر پڑیں) کے نام رکھو کیونکہ وہ بچے تمہارے شفیع (اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرنے والے) ہونگے۔ ۵۹

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! روز محشر ناتمام بچہ اپنے والد کو کہے گا تو نے مجھے ضائع کیا اور ایسی حالت میں مجھے چھوڑا کہ میرا نام بھی نہ رکھا۔ ۶۰

فوت شدہ جنم لینے والے بچے کو نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں دفن کریں۔

جن فوت شدگان کے دفن کرنے کا حکم ہے انہیں قبرستان میں دفنانا چاہیے۔ اگر جانتے بوجھتے ہوئے حدود قبرستان پر دفن کیا اور غیر کی زمین میں قبر بن گئی تو یہ ناجائز ہے۔

ناتمام بچے جب روز قیامت اٹھیں گے اور والدین کیلئے شفیع ہوں گے تو لائق صد تکریم ہیں۔ انہیں بے گور و کفن، گڑھا کھود کر دفن کرنا توہین اولاد آدم ہے اور انہیں راستوں پر یا ہسپتالوں میں پھینک کر درندوں کی نذر کرنا ایسا ہے جیسا کہ جیتے جاگتے انسان کو مرنے کے بعد نہ دفنانا اور کتوں کے آگے پھینک دینا۔

قحطِ باراں کے موقعہ پر روا رکھی جانے والی رسومات جاہلیت:

گرمیوں میں قحط باراں کے موقعہ پر ان گنت رسومات جاہلیت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

عین دوپہر کے وقت سکھ اور آرام سے سونے والے آدمی پر پانی اور بعض اوقات پانی میں گوبر ملا کر ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا بدن، لباس اور چارپائی وغیرہ سب ناپاک ہو جاتے ہیں۔ جیب میں قیمتی کاغذات ضائع ہو جاتے ہیں اور اس کے مزاج میں بھی بہت خلل واقع ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ تلخ ہو کر پانی اور گوبر ڈالنے والوں کو خوب گالی گلوچ دیتا ہے سننے والے سب کے سب خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اب بارش ضرور برسے گی۔

اڈے اور شہروں میں بسنے والے لوگ بھی بعض اوقات بارش کی خاطر مسافروں اور گاڑیوں پر گندہ پانی ڈالتے ہیں۔

چند بے ریش لڑکے توے کی سیاہی اپنے منہ پر مل کر نقدی اور گندم کی بھیک لیکر اس کی مٹھائی یا اور کوئی چیز پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔

گرمی کی شدت میں گوہ کو رسی سے باندھ کر کسی درخت پر الٹا لٹکا کر لاٹھی سے مارتے ہیں۔

قبل ازیں دو، تین دھائی سال کہیں کہیں یہ ظالمانہ حرکت بھی تھی کہ عین دوپہر کے وقت چند عورتیں مالک سے چھپ کر اس کے بیل کنویں پر جوت دیتی تھیں۔

مذکورہ رسومات اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف ہیں۔ خشک سالی اور بارش کی ضرورت کے وقت نماز استسقاء پڑھنی چاہیے۔ یہ بات عقلاً اور نقلاً محال ہے کہ کسی سونے والے کی نیند میں خلل ڈالنے سے یا اس کے کپڑے، بدن اور چارپائی کو گوبر سے ناپاک کرنے سے نیز مسافروں کو اذیت پہنچانے

سے رحمت الٰہی برسے۔ یہ تو غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ سونے والے اور مسافروں کا جتنا سامان گندے پانی سے ضائع ہوگا اس کے ذمہ دار پانی ڈالنے والے ہونگے اور وہ عنداللہ جوابدہ ہونگے۔

بارش کی خاطر گوہ اور دیگر جانوروں کو مارنا یا انہیں تکلیف پہنچانا کفار عرب کی تقلید اور پیروی ہے کفار عرب کا دستور تھا جب انہیں بارش کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہ بجائے دعا اور نماز استسقا کے کسی گائے، بیل اور اونٹ پر بھوسہ اور توڑی کی ایک بہت بڑی گٹھڑی باندھ کر اس میں آگ لگا دیتے تھے۔ جانور آگ لگنے سے جس قدر بھاگتا اسی قدر آگ ہوا سے تیز ہوتی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس جانور پر رحم فرما کر بارش برساتا جس سے آگ بجھ جاتی اور جانور کی جان بچ جاتی۔ علاوہ ازیں خشک سالی میں مبتلا ہونے پر بارش کے لیے گائے پہاڑ پر بھی چھوڑ آتے تھے۔ ۶۱

مقدس ناموں میں تبدیلی کرنا:

جہالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگ ناموں میں ردوبدل معمولی بات سمجھتے ہیں خاص طور پر اگر مسمیٰ سے نفرت ہو تو کبھی بھول کر بھی اس کا پورا نام لینا روا نہیں سمجھتے، حالانکہ نام میں اگر اسم رسالت اور اسم جلالت کی طرف نسبت ہو تو تبدیلی کفر، معاصی میں مبتلا کر دیتی ہے اس کی پاداش میں انسان ثریا جیسی رفعتوں سے اسفل السافلین کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ زبان کی غلطی انسان کے ارتقاء اور انحطاط میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

اگر کسی کا نام عبداللہ، عبدالخالق، عبدالرزاق، عبدالرحمن ہو اور عبد کو دور کر کے اسے ڈلا، خالق، رزاق، رحمن کہنا ناجائز ہے کیونکہ یہ ایسے نام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ مزید برآں تبدیلی کرنا، مثلاً رحموا، رزاقو، رزاقری کسی حد تک کفر ہے کیونکہ فتاویٰ جات میں ہے۔

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل و علا نحو القدوس والرحمن وغیرها یکفر۔

یعنی جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً القدوس اور الرحمٰن ان ناموں کا مخلوق پر اطلاق کفر ہے۔ ۶۲ اسی طرح اگر کسی کا نام محمد، احمد، رسول، نبی سے منسوب ہو جیسے غلام محمد، غلام احمد، غلام رسول، غلام نبی تو ان ناموں سے غلام ہٹا کر تحقیراً ممدو، احمدو، رسولا، نبا کہنا، سراسر خطرہ ایمان ہے۔ اس تبدیلی کے دو ہی سبب ہیں ایک تو یہ کہ جو لوگ کسی کی نظر میں گھٹیا ہوں ان کے ناموں میں تبدیلی لائی

جاتی ہے جبکہ امیر، دنیاداروں کے اصلی نام کے ساتھ چاپلوسی اور خوشامد سے مختلف اسلوب اور طرز سے خطابات لائے جاتے ہیں۔ لگتا ہے یہ نام کا ضمیمہ ہے۔ دوسرا سبب عربی گرائمر سے عدم واقفیت ہے۔ جہالت کی بنا پر لوگ، جس قدر جی چاہے نام میں ردوبدل کر دیتے ہیں۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ عجمی لوگ عربی میں نام رکھنے سے گریز کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ یُغَیِّرُ الاِسْمَ الْقَبِیْحَ۔

نبی اکرم ﷺ قبیح نام (اچھے ناموں سے) تبدیل فرماتے تھے۔ ایک شخص کا نام حزن تھا اسے فرمایا تو سہل ہے۔ ۶۳

خیال کرنا کہ سانپ مارنے والے سے دوسرا سانپ بدلہ لیتا ہے:

اکثر لوگوں کا یہ خیال خام اور وہم ہے کہ کالے اور گورے رنگ کے سانپ مارنے سے انکا بدلہ اور انتقام لینے والا اور سانپ ضرور آتا ہے، حتیٰ کہ ناگن ایک بار جتنے انڈے دیتی ہے اور ان انڈوں سے جتنے سانپ پیدا ہوتے ہیں وہ تمام تر سانپ اپنے مقتول بھائی کا بدلہ لینے کے لیے ضرور آتے ہیں۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مرنے والے سانپ کی ناگن زندہ ہو تو وہ بھی اپنے خاوند کا بدلہ لینے کے لیے قاتل کو ڈسنے اور اس طرح بدلہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔ حالانکہ جب سانپ مارا جاتا ہے تو اس وقت اور سانپ موجود نہیں ہوتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی نسل کے قاتل کو کس طرح تلاش کر لیتا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ جب انسان سانپ مارتا ہے تو مارنے والے کی تصویر اس سانپ کی آنکھوں میں محفوظ ہو جاتی ہے جسے پہچان کر بدلہ لینے والے سانپ اور ناگن آسانی سے اپنی برادری کے دشمن کو پا لیتے ہیں۔ انہی توہمات کی بنا پر سانپ آگ میں جلا دیا جاتا ہے تاکہ اس کی آنکھوں میں نہ تصویر رہے اور نہ بیوہ ناگن مارنے والے کو پہچان سکے کچھ لوگ جلانے کے بعد سانپ دفن کر کے اس کے اوپر غسل کرتے ہیں تاکہ بدلہ لینے والا سانپ ہم تک نہ پہنچے۔

مذکورہ بالا تمام تر توہمات اور باطل خیالات قدیمی جہلا کی بدشگونی کی پیروی اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان عالیشان کے خلاف ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

تمام سانپوں کو مارو۔ جو شخص انکے بدلہ لینے سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں۔ ۶۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

جب سے ہم نے سانپوں سے جنگ کی پھر صلح نہ کی۔

وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ خِيفَةً فَلَيْسَ مِنَّا۔

اور جو شخص (بدلہ کے) خطرہ اور خوف سے (کسی سانپ کو) چھوڑ دے وہ ہم سے نہیں۔ ۶۵

یعنی ناگن کے انتقام کے ڈر سے سانپ نہ مارنے والا نبی اکرم ﷺ کی سنت اور طریقہ سے الگ ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ سانپ مارنے کا حکم دیتے تھے اور فرمایا! مَنْ تَرَكَهُنَّ خَشْيَةَ ثَائِرٍ فَلَيْسَ مِنَّا۔ جو شخص انہیں بدلہ اور انتقام کے خطرے سے نہ مارے وہ ہم سے نہیں۔ ۶۶

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْ جَرَتِ الْعَادَةُ عَلٰى نَهْجِ الْجَاهِلِيَّةِ بِاَنْ يُقَالَ لَا تَقْتُلُوا الْحَيَّاتِ۔

زمانہ جاہلیت میں جہلا کا وطیرہ تھا کہ ایک دوسرے کو سانپ مارنے سے روکتے تھے کہ اگر تم نے سانپ مارا تو اس کی بیوہ ناگن آکر تمہیں ڈسے گی اور بدلہ لے گی۔ ۶۷

وقت، زمانہ کو برا کہنا:

کچھ لوگ فحاشی، عریانی اور بے حیائی دیکھ کر کہتے ہیں، بہت برا وقت آگیا ہے۔ بہت گندا دور ہے۔ ہے ظالم زمانہ، اب بھیڑا دور ہے، غلط زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ برے وقت سے بچائے۔

زمانہ اور وقت کو برا بھلا کہنا اور گالیاں دینا حرام ہے۔ برا اور ظالم برائی کرنے والا اور ظلم وستم ڈھانے والا ہے۔ برائی انسان کرے اور آپ وقت کو برا کہیں یہ تو ناانصافی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انسان مجھے تکلیف اور ایذا دیتا ہے۔

يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ۔۔۔

زمانہ کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ زمانہ (مؤثر) تو میں ہوں۔ رات اور دن کو تبدیل کرتا ہوں۔ ۶۸

بخار کو گالیاں دینا:

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ عرصہ دراز تک رہنے والے بخار کو طرح طرح کی گالیاں اور بکواسات دیتے ہیں۔ کہتے ہیں بہت ظالم بخار ہے، بہت گندا بخار ہے، (بھوں کتا بخار ہے جی نہیں چھوڑیندا پیا)۔

بخار کو گالیاں دینے کی حدیث مبارکہ میں ممانعت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام السائب کے ہاں تشریف لے گئے تو فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے کانپ رہی ہو؟ بولیں بخار ہے اس کا ستیاناس ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا!

لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْٓ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

بخار کو گالیاں نہ دو اور برا نہ کہو وہ تو انسان کی خطائیں ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل۔ ۶۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں بخار کا تذکرہ ہوا تو ایک شخص نے بخار کو برا بھلا کہا اور گالیاں دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا! لَا تَسُبَّهَا۔ اسے برا نہ کہو کیونکہ بخار تو گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل۔ ۷۰

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! بخار جس وقت نفس مؤمنہ کے پاس آتا ہے تو مسلمان بندہ کی روح پیٹ سے بخار کو آواز دیتی ہے۔ اے بخار! نفس مؤمنہ کیساتھ تیرا کیا ارادہ ہے؟ بخار جواب دیتا ہے یہ نفس (جس میں تو ہے) پاک تھا اب گناہوں کی وجہ سے ناپاک ہوگیا۔ میں اسے پاک کرنے آیا ہوں۔ تب روح کہتی ہے قریب آجا اور یہ کلمات تین مرتبہ کہتی ہے۔ ۷۱

تیز ہوا کو گالی دینا:

بعض لوگ اپنے مشاغل، حالات، واقعات اور فصلات کے پکنے کے موقعہ پر بارش اور تیز ہواؤں کو گالیاں دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو موسم سے تنگ آکر ایسے کلمات زبان پر لاتے ہیں جو باعث کفر ہوتے ہیں۔ کئی لوگ تیز ہوا اور ژالہ باری روکنے کے لیے ایسے ایسے ٹونے ٹوٹکے کرتے ہیں جو حقیقۃً

غیر مسلم لوگوں کی تدابیر کو بھی شرمانے والے ہیں۔

سانس روک کر چارپائی کے ایک پائے کے نیچے سکہ یا جھاڑو رکھنے سے سمجھتے ہیں آندھی رک جاتی ہے۔

نیز جس طرف سے آندھی آنے کا خطرہ ہو اس سمت، ایسا شخص جس کی بہن نہ ہو، اپنے قُبل اور چوتڑ سے کپڑا ہٹا کر کھڑا ہو جائے تو آندھی رک جاتی ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ ژالہ کو چھری یا چاقو سے دو ٹکڑے کرنے سے یا ژالہ برسنے کے وقت مدھانی صحن میں رکھنے سے اولے رک جاتے ہیں آندھی اور ژالہ کے روکنے کے دیگر ٹونے ٹوٹکے ہر علاقہ میں متنوع طور پر رائج ہیں جو کہ زیادہ تر فضولیات، توھمات اور جہالت پر مبنی ہیں۔ جیسا کہ ننگا ہونا۔ ایسی حرکات کا مرتکب گناہ گار ہے۔ اگر اس تیز ہوا میں اس کے لیے رحمت ہے تو یہ کیسا استقبال ہے یہ تو رحمت سے منہ موڑنا ہے۔ اور اگر ایسی حرکت کرنے والے کے لیے آزمائش ہے تو صبر کرے۔ اس امتحان کو ٹالنے کا یہ ذریعہ نہیں بلکہ ایسے کرتوت تو مزید آزمائشوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بہر حال تیز ہوا سے اگر کوئی تکلیف پہنچے یا نقصان ہو تو اسے نہ گالیاں دے اور نہ ہی ننگا ہو کر اپنی بے حیائی کا ثبوت دے بلکہ خیال کرے کہ ہوا تو مامور من اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھ لاتی ہے۔ مومن کے لیے رحمت، غافل کیلئے گوشمالی اور کافر کیلئے عذاب لاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے متعدد بار (تیز) ہوا کو گالیاں دینے اور لعن طعن کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ کر ہوا پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا!

لَا تَلْعَنُوا الرِّیْحَ فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ

ہوا پر لعنت نہ کرو یہ تو مامور ہے (اس پر حکم کیا جاتا ہے) اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی حقدار اور مستحق نہ ہو تو لعنت خود لعنت کرنے والے پر لوٹتی ہے۔ ۲ے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

لَا تَسُبُّوا الرِّیْحَ۔ ہوا کو گالی نہ دو۔ ۳ے

نمازی کے آگے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی:

بعض لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ اگر نمازی گھر کے صحن میں یا کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو۔ سامنے سے انسان، بچہ یا حیوان غرضیکہ کوئی جاندار چیز گزر جائے تو نماز توڑ دیتے ہیں۔ سلام پھیر کر از سر نو شروع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس طرح نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز بھی گزرے نماز نہیں ٹوٹتی، البتہ گزرنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ شَیْءٌ۔ کوئی شے نماز کو نہیں توڑتی۔ جہاں تک ہو سکے، رفع کرو اس لیے کہ گزرنے والا شیطان ہے۔ ۴ے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ اپنے بھائی کے سامنے سے گذرنے اور نماز کے درمیان حائل ہونے میں کتنا گناہ ہے تو اس کے لیے ایک صدی رکے رہنا ایک قدم اٹھانے سے بہتر ہوتا۔ ۵ے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو اس کا زمین میں دھنس جانا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا۔ ۶ے

معصوم بچے کا پیشاب نجاست ہے:

عام طور پر عورتوں کی عادت ہے کہ شیر خوار بچے کے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتیں۔ بچہ اگر زیب تن کپڑوں پر پیشاب کر دے تو ان کپڑوں کیساتھ عورتیں نماز روا سمجھتی ہیں۔ کہتی ہیں جس بچہ کی خوراک ماں کا دودھ ہو وہ دوسری کوئی چیز نہ کھاتا ہو، تو ایسے بچے کا پیشاب کپڑوں کو ناپاک نہیں کرتا۔ اس گمان کے بالکل برعکس معصوم اور شیر خوار بچوں کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔ جن کپڑوں پر معصوم بچوں کا پیشاب لگ جائے ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا حرام اور گناہ ہے۔ اگر پڑھ لی تو عمر بھر اس کی قضا ذمہ ہے۔

حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا اپنے چھوٹے بچے کو، جو کھانا نہ کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ آپ ﷺ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس بچے نے آپ ﷺ کے

کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اس پر پانی بہایا مگر خوب نہ دھویا۔ ۷ے چونکہ شیر خوار بچے کا پیشاب پتلا اور کم بدبودار ہوتا ہے اس لیے آپ ﷺ نے فقط پانی بہادیا مگر دھونے میں مبالغہ نہ کیا۔

قطب ستارے کی طرف پاؤں کر کے نہ سونا اور سمت قبلہ پر ترجیح دینا:

کافی لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ شمال کی طرف قطب ستارے کی وجہ سے پاؤں کرنا منع ہے۔ اتنی احتیاط قبلہ شریف کی طرف پاؤں کرنے سے نہیں کرتے جتنی شمال کی جانب پاؤں کرنے سے کرتے ہیں۔ خالی چارپائی رکھنے میں اتنا تقویٰ اختیار کرتے ہیں کہ چارپائی کی پائنتی شمال کی طرف نہیں کرتے۔ اگر بھول کر ایسا ہو جائے تو فوراً چارپائی پھیر دی جاتی ہے اور چارپائی رکھنے والے کو تنبیہاً کہتے ہیں "تیرا دماغ چکرا تو نہیں گیا؟ چارپائی کی پائنتی قطب ستارے کی جانب کر دی ہے"۔ بلکہ بطور کہاوت کہتے ہیں! اگر کسی کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں تو انہیں پکڑ کر پھیر دو۔ اگر قطب ستارے کی طرف ہوں تو پاؤں اور ٹانگیں کاٹ دو۔ الامان، الحفیظ۔

علاوہ ازیں پیشاب کرنے کے وقت شمال کی جانب منہ کرنا حرام سمجھتے ہیں، جبکہ قبلہ شریف کی طرف پیٹھ کر کے قضائے حاجت نامناسب بھی نہیں سمجھتے حالانکہ سمت قبلہ کے علاوہ سب سمتیں یکساں ہیں۔ ایک سمت کو دوسری سمت پر برتری نہیں۔ تینوں طرف پاؤں کر کے سونا اور چارپائی کی پائنتی کرنا جائز ہے۔ اگر قطب ستارے کی وجہ سے شمال کی جانب پاؤں کرنا منع ہو تو ستارے چاروں طرف ہیں کسی جانب بھی پاؤں کرنا جائز نہ ہو۔ البتہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف جس طرح منہ کرنے سے احتیاط کی جاتی ہے اسی طرح پیٹھ کرنے سے بھی احتیاط لازم ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ شریف کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ۔ ایسے ہی چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کا حکم ہے کہ عورتیں جب انہیں پیشاب و پاخانہ کے لیے پکڑیں اور بٹھائیں تو قبلہ کی طرف نہ انکی پیٹھ کریں اور نہ منہ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے!

یکرہ للمرأۃ ان تمسک ولدھا للبول والتغوط نحو القبلۃ۔

عورت کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے کہ جب اپنے بچے کو پیشاب و پاخانہ کے لیے پکڑے (بٹھائے) تو بچہ کا منہ قبلہ کی جانب ہو۔ ۸ے قبلہ کی طرف تھوکنا، بلغم ڈالنا اور کلی کرنا مکروہ بات

وضو سے ہیں۔

خنزیر کا نام ایمان کو خطرہ میں نہیں ڈالتا:

عوام میں ایک مغالطہ یہ بھی ہے کہ خنزیر کا نام نہ لو، اس کا نام لینے سے چالیس دن ایمان چلا جاتا ہے اور کئی لوگ کہتے ہیں زبان ناپاک ہو جاتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ بھلا ایسا لفظ جو ایمان کے سلب ہونے کا باعث ہو قرآن پاک میں بھی آسکتا ہے حالانکہ قرآن پاک میں لفظ خنزیر مذکور ہے۔

ماں کا معصوم بچے کو بددعا دینا:

عام طور پر عورتوں کی عادت ہے کہ معصوم اور ناسمجھ بچوں کی حرکات و سکنات سے تنگ آکر انہیں طرح طرح کی بددعائیں دیتی ہیں اور بددعا دینے کا جواز یہ نکالتی ہیں کہ ماں کی بددعا معصوم بچے پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

حقیقت میں بات اس کے الٹ ہے۔ سب سے زیادہ اور جلدی قبول ہونے والی دعا ماں کی، اپنے بچے کے حق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے وہ گھڑی طلب نہ کرو جس میں دعا منظور ہو اور ماں ایسی متبرک گھڑی میں اپنے معصوم بچوں کو بددعائیں دے رہی ہو اور دعا شرف قبولیت سے نواز دی جائے۔

ایک شخص سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اولاد میں سے ایک بچے کی عادات کا شکوہ کیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے بگڑے ہوئے بچے کو کبھی بددعا دی تھی تو اس نے جواب دیا ہاں آپ نے ارشاد فرمایا تم نے اس کو بگاڑا اور خراب کر دیا ہے۔ ۹ے

نکاح، حمل، نسب اور عدت کے بارے غلط روایات:

عمومی افکار میں شامل نقائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حاملہ بالزنا کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اگر نکاح اور رخصتی کے ۵، ۴ ماہ بعد عورت بچہ جنے یا رخصتی کے فوراً بعد حمل ظاہر ہو جائے تو عام طور پر لوگ ایسے گھر سے پرہیز کرتے ہیں اور نشست و برخاست، خورد و نوش ان کے ساتھ روا نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اس عورت کو پہلے ناجائز حمل تھا اور اس حمل کے دوران کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ایسی عورت گھر میں رکھنا بے نکاحی عورت کے برابر ہے۔

صورت حال اس کے برعکس ہے اگر کسی لڑکی کو ناجائز حمل ہے اور حمل کے دوران زانی سے یا اس کے علاوہ کسی اور سے نکاح کر لے تو نکاح ہو جاتا ہے۔

عصر حاضر میں ایک المیہ یہ بھی ہے کہ کافی لوگوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ حمل کی مکمل مدت ۹ ماہ ہے نہ اس سے کم ہو سکتی ہے اور نہ زائد۔ یہ نظریہ کئی مفاسد اور فتنوں کی بنیاد ہے۔ مثلاً کسی لڑکی نے رخصتی اور شادی کے ۶، ۷، یا ۸ ماہ بعد بچہ جنا تو سب حضرات بچے کے حلالی ہونے کے منکر ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ زچہ نکاح اور شادی سے قبل ناجائز تعلقات کی بنا پر حاملہ تھی لہٰذا یہ بچہ اس کے خاوند کا نہیں۔ خاوند بھی جہالت اور نادانی کی وجہ سے اکثر اس رائے کی تائید کر دیتا ہے حالانکہ نکاح کے بعد اگر عورت نے ۶ ماہ سے قبل بچہ جنا تو وہ خاوند کا نہیں، اگر ۶ ماہ بعد یا اس سے زائد مثلاً ۸، ۷ ماہ بعد جنا تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ گویا ۶ ماہ بعد جنم لینے والا بچہ حلالی ہوگا۔ دائیں بائیں انکار کرنے والے اور زچہ پر تہمت زنا لگانے والے سزا کے مستحق ہیں۔ دیکھیں فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لاقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه وان جاءت به لستة أشهر فصاعدا يثبت نسبه منه۔

اگر ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس عورت نے نکاح کے بعد چھ ماہ گزرنے سے قبل بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں اگر چھ ماہ یا زائد عرصہ (دو سال) گزرنے کے بعد بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔[۸۰]

طلاق والی عورتوں کی عدت کی مدت کے بارے میں عام طور پر لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ہر مطلقہ کی عدت تین ماہ ہے اور اس مدت کے بعد مطلقہ کا نکاح روا ہو جاتا ہے حالانکہ بعض اوقات تین ماہ تک بھی عدت نہیں گزرتی اور نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

دراصل عدت کی کسی قدر تفصیل اس طرح ہے کہ اگر مطلقہ کنواری ہے تو اس کی عدت بالکل نہیں۔ اگر شادی شدہ ہے یا خلوت صحیح ہو چکی ہے تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ حیض (ماہواری) آتا ہے تو عدت تین حیض ہوگی۔

۲۔ حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہوگی۔

۳۔ حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے۔

بیوہ کی عدت مطلقہ سے قدرے مختلف ہے۔ اگر غیر حاملہ ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اگر حاملہ ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔

خیال رہے بیوہ ہونے والی عورت اگر معصوم بچی بھی ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

چنانچہ قرآن مبارک سے عدت کے مسائل ملاحظہ فرمائیں:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (بقرہ:۲۸۸)

اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:۴)

اور تمہاری عورتیں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور انکی جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (بقرہ:۲۳۴)

اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ اپنے آپ کو روکے رہیں چار مہینے دس دن۔

بیوہ ہونے والی عورت اگر نوجوان ہو اور قابل نکاح وشادی ہو تو عام طور پر اس کے سسرال عدت ختم ہونے سے قبل رشتہ تجویز کرنے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں اور مجوزہ خاوند کے لیے اس بیوہ عورت کو آمادہ کرنے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے تاکہ بیوہ عدت گزارنے کے بعد میکے جا کر مکمل مرضی سے اپنے نکاح کا کسی اور کے ساتھ اختیار استعمال نہ کرے۔ شرع کے مطابق عدت گزرنے سے پہلے بیوہ کو صراحتہً نکاح کا کہنا اور اس بات پر آمادہ اور قائل کرنا کہ عدت کے بعد فلاں آدمی سے تیرا نکاح کرنا ہر لحاظ سے بہتر ہے اور متوقع خاوند تیرے یتیم بچوں اور تیری اچھی طرح پرورش اور دیکھ بھال کر سکے گا حرام۔ اور گناہ ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:۔

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ (بقرہ:۲۳۵)

اور (عدت والی عورتوں سے) عقد نکاح کی بات پکی نہ کرو یہاں تک کہ مقررہ عدت اپنی

انتہا کو پہنچ جائے۔ البتہ تعریضاً یعنی صراحت کے بغیر پیام نکاح دینے میں کوئی حرج نہیں۔

کوکھ پر ہاتھ رکھنا:

عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ جب کسی کام سے تھک کر کھڑے ہو جاتے ہیں یا ویسے کمر میں درد ہو تو کوکھ (مقامی زبان میں ڈھاک) پر دونوں ہاتھ رکھ لیتے ہیں اور کئی لوگ عادتاً دوران گفتگو نوبت بنوبت دونوں ہاتھ کوکھ پر رکھتے رہتے ہیں حالانکہ کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

الاختصار فی الصلوٰۃ راحۃ اھل النار۔ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کا آرام ہے۔

مرقاۃ میں ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنا یہودیوں کا فعل ہے۔ [۸۱]

اور یہ بھی ہے۔ ان ابلیس لماھبط الی الارض بعد صیرورتہ ملعوناً نزل علی ھذہ الھیئۃ وقیل اذا مشے کذاک۔

یعنی جب شیطان لعنتی ہو کر زمین پر آیا تو اس وقت اس کے دونوں ہاتھ کوکھ پر تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب بھی شیطان جس وقت چلتا ہے تو اسی طرح چلتا ہے یعنی اس کے دونوں ہاتھ کوکھ پر ہوتے ہیں۔ [۸۲]

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:۔

ویکرہ التخصر ایضاً خارج الصلوٰۃ۔ نیز نماز سے باہر کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ [۸۳]

درمختار، تنویر الابصار میں ہے:۔

ویکرہ خارجھا تنزیھاً۔ نماز سے باہر کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ [۸۴]

پہلو کی ہڈی جہاں ختم ہوتی ہے اور بالکل نرم حصہ شروع ہو جاتا ہے اسے کوکھ، تہیگاہ، کمر اور (ڈھاک) کہتے ہیں۔

اولاد کے درمیان تقسیم ترکہ اور ہبہ میں تفاوت:

وراثت اور ترکہ کی تقسیم میں اولاد کے درمیان ھبہ میں مساوات اور برابری کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ شرعی نقطہ نظر سے متوفی کے جتنے ورثا ہوتے ہیں اور مرنے والے کے ترکہ کے حقدار ہوتے ہیں بعض اوقات انہیں اپنے حصہ اور سہام سے محروم رکھا جاتا ہے۔ وڈیرے ورثا کمزور حقداروں کا حق کھا جاتے ہیں اور انہیں مقررہ حصہ دینا روا نہیں سمجھتے۔ زیادہ تر محرومی کا شکار ہونے والے افراد پہلی بیوی کی اولاد، بیٹیاں، نو بیاہی مرنے والی خاتون کا خاوند، نافرمان اولاد اور بیوہ ہوتے ہیں۔ انہیں متعدد طریقوں سے وراثت میں ان کے جائز حصے سے محروم کیا جاتا ہے۔

بعض زمیندار اپنی وفات سے قبل تمام جائیداد بیٹوں کے نام منتقل کر دیتے ہیں اور بیٹیوں کو محروم رکھتے ہیں تا کہ نہ جائداد ہمارے نام رہے اور نہ وفات کے بعد محکمہ مال ہماری بیٹیوں کو حصہ دے۔

کچھ لوگ جب زمین خرید کرتے ہیں تو اسی وقت بیٹوں کے نام لگا دیتے ہیں تا کہ بیٹی کسی ذریعہ سے حق دار نہ بنے۔

اگر کوئی باپ اپنی زندگی میں جائیداد پر پہرہ دیتا ہے اور کسی بیٹی اور بیٹے کے درمیان ھبہ میں خیانت نہیں کرتا تا آنکہ اپنے نام جائیداد چھوڑ کر دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ تو اس طرح کے لوگ علاقہ کی مثال ہوتے ہیں۔ اہل علاقہ انہیں سلامتی ایمان کی شہادت سے یاد کرتے ہیں۔ مگر ایسے متوفی کے بیٹے کسی صورت میں اپنی ہمشیرگان کو باپ کی وراثت سے ملنے والا حصہ نہیں دیتے بلکہ مکمل جائیداد سب بھائی آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ خواہ ہمشیرہ پر فاقوں کی بھی نوبت رہے۔ اس کے برعکس سرکاری کاغذات میں متوفی کی اولاد کے درمیان جو تقسیم ہوتی ہے اس میں بیٹی کو محروم نہیں کیا جاتا بلکہ نسبتاً بھائی کے آدھا حصہ ہمشیرہ کے نام لگایا جاتا ہے۔ بے انصافی کی صورت میں ہمشیرہ قانونی لحاظ سے اپنا حق عدلیہ کے ذریعے وصول کر سکتی ہے مگر حقیقی بھائیوں سے بائیکاٹ اور قطع تعلقی کے خوف سے چارہ جوئی نہیں کرتی اور باہمی طور پر صلح صفائی سے حق وصول کرنے کی کوشش میں رہتی ہے۔ ادھر بھائیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمشیرہ کو کسی طریقہ سے ٹالا جائے۔ کبھی تو ہمشیرہ کو خوشی و

عمی ختم کرنے کی دھمکی دے کر جائیداد حاصل کر لی جاتی ہے اور بعض اوقات دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے پٹواریوں کو دھوکہ دیکر ساری جائیداد اپنے نام لگوا لیتے ہیں اور ہمشیرگان کو مردہ لکھوا دیتے ہیں۔ زندہ کو مردہ لکھوانے کی شہادت کے لیے ادھر کچھ حضرات دفاتر میں حاضر باش رہتے ہیں۔ بفرض محال ہمشیرہ اپنا حصہ بھائیوں سے حاصل کر بھی لے تو پھر تا زیست بھائی اپنی ہمشیرہ سے جائیداد کی غیرت سے علیک سلیک بھی روا نہیں سمجھتے۔

اگر نوبیاہتی لڑکی فوت ہو جائے۔ تو اسے میکے اور سسرال کی طرف سے مستقلاً، نہ کہ عاریۃً، جہیز میں ملنے والا سامان سارے کا سارا میکے والے اٹھا لیتے ہیں اور اس پر قبضہ جما لیتے ہیں۔ چلو یہ بچی چل بسی تو دوسری بیٹی کا جہیز بازار سے نہیں لینا پڑیگا۔

کافی لوگوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ اگر بیوہ عورت شادی کر لے تو مرنے والے خاوند کی جائیداد اور ترکہ سے محروم ہو جاتی ہے۔ اسے حصہ نہیں ملتا۔ کہتے ہیں بیوہ اگر عمر بھر متوفی خاوند کے حق میں بلا شادی و نکاح زندگی گزار دے تو اس کے ترکہ سے حصہ پائے گی ورنہ نہیں۔

اگر باپ زندگی میں مکمل جائیداد بیٹوں کے نام منتقل کر دے اور بیٹیوں کو محروم کر دے تو سب لڑکے باپ سے راضی اور خوش رہتے ہیں بلکہ باپ سے یہ جرم زیادہ تر بیٹے کرواتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ بعض بیٹوں کو ساری کی ساری جائیداد ھبہ کر دیتا ہے اور کچھ بیٹوں کو کسی جرم اور نافرمانی کی پاداش میں محروم رکھتا ہے۔ ایسے موقع پر محروم ہونے والے بیٹے اور انکے خیر خواہان کہتے ہیں! ''اپنے جیندیاں قبراں انگاراں نال بھری بیٹھا ہے۔''

مقام حیرت ہے اگر باپ ایک بیٹے کو محروم کر دے تو پھر محروم ہونے والا بیٹا اور دیگر چاپلوس ہر محفل میں یہی ذکر کرتے نظر آتے ہیں کہ اسے قبر، حشر، حساب، کتاب نظر نہیں آتا، اگر سات لڑکیوں کو محروم کرا دیں تو پھر سب کے سب جائیداد کے نشہ میں مست اور دھت نظر آتے ہیں۔ اب نہ اپنی قبر کی فکر نہ باپ کی قبر میں انگارے نظر آتے ہیں حالانکہ بیٹی ہو یا بیٹا ہر ایک کے محروم کرنے اور حق مارنے کا جرم برابر کا ہے۔

ہندوؤں اور آریاؤں کے دھرم میں لڑکی باپ کے مال سے محروم ہوتی ہے اور سارا مال لڑکا ہی لیتا ہے ان کی اندھی تقلید کرتے ہوئے کاٹھیاواڑ اور پنجاب کے مسلمانوں نے اپنے لیے ہندوانی

قانون قبول کیا اور حکومت کو لکھ کر دیا کہ ہم کو ہندوانی قانون منظور ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم زندگی میں تو مسلمان ہیں اور مرنے کے بعد نعوذ باللہ ہندو۔ ۸۵ موجودہ زمینداروں کی صورتحال بھی اسی طرح تشویشناک ہے۔

باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان عطیات اور ھبہ میں فرق کرے تو یہ ظلم اور ناانصافی ہے بلکہ بیٹے اور بیٹی کے درمیان برابری روا رکھے۔ بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے۔ بیٹے کے لیے بیٹی سے دوگنا حصہ والد کی وفات کے بعد ہے۔ اگر والد اپنی حیات میں اولاد کے درمیان ساری جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو مستحسن امر یہی ہے کہ سب کے درمیاں خواہ بیٹیاں ہوں یا بیٹے، بعض پیارے اور بعض سے رنجش ہو تو ان کے درمیان جائیداد برابر تقسیم کرے۔ اس غرض سے بیٹوں کو جائیداد اور مال دے دینا کہ بیٹیاں محروم ہو جائیں ناجائز ہے اور بلاوجہ کسی وارث کو محروم کرنے پر سخت وعیدات آئی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جو شخص اپنے وارث کو میراث پہنچانے سے بھاگے اور راہ فرار اختیار کرے۔ قَطَعَ اللهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے گا۔ ۸۶

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد انہیں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح دیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو اسے لوٹا دے۔ (غلام بیٹے سے واپس لے لے)۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ مکمل اولاد تمہاری خدمت میں برابر ہو۔ عرض کیا ہاں تو فرمایا نہیں۔ (یعنی اگر مکمل اولاد کے خدمت میں برابر ہونے کے خواہاں ہو تو پھر عطیہ اور ہبہ میں ایک کو باقی اولاد پر فوقیت نہیں۔)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے کہا مجھے میرے باپ نے کچھ دیا تو عمرۃ بنت رواحہ بولیں میں تو راضی نہیں جب تک کہ رسول اکرم ﷺ کو اس چیز پر گواہ کر لوں تو وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو جو کہ عمرۃ بنت رواحہ سے ہے ایک عطیہ دیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے بیٹے کے ھبہ پر رسول اکرم ﷺ کو گواہ بنا لو تو آپ ﷺ

نے فرمایا! اَعْطَیْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ ۔ قَالَ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ۔

کیا تم نے تمام بچوں کو اسی طرح دیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو تو حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عطیہ اور ہبہ واپس لے لیا۔

لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ۔ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔ ۸۷

مذکورہ حدیث مبارک سے واضح ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان جائیداد اور مال ہبہ کرنا چاہے تو مساوات اور برابری کو ملحوظ رکھے ورنہ تفاوت کی صورت میں ظلم اور ناانصافی ہوگی اور اسی بنا پر امام احمد ثوری اور اسحاق نے فرمایا:۔

اولادوں کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا حرام ہے۔ نیز ایسے غیر شرعی سلوک پر گواہ نہیں بننا چاہیے۔ اس سے ان حضرات کو پرہیز کرنا چاہیے جو والدین کو اس ظلم اور ناانصافی پر ترغیب دیتے ہیں کہ اپنی زندگی میں جائیداد بیٹوں کو دے دو ورنہ تمہاری وفات کے بعد کچھ حصہ بیٹیاں لے جائیں گی اور بیٹے پریشان ہوں گے۔ وفات پانے والے شخص کی مرگ کے بعد حسبِ دستور شرع تجہیز و تکفین، قرض اور مہر ادا کئے جائیں اور ثلث مال سے وصیت پر عمل کیا جائے۔ بعد ازاں مال متروکہ اور متوفی کے ترکہ کو تمام ورثاء اور حقداروں کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ کوئی حصہ دار دوسرے حقدار کی رضا کے بغیر اس کا حصہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ حتیٰ کہ اگر مرنے والا باپ ہو تو ایک بیٹا دوسرے بھائیوں اور ہمشیرگان کی رضا کے بغیر باپ کے ترکہ سے قل خوانی اور چہلم وغیرہ کے موقع پر مساکین میں خیرات اور صدقہ بھی نہیں کر سکتا۔

سربراہ بھائی یا تو تمام ورثا سے اذن لے لے یا اپنے حصہ سے صدقہ، خیرات کرے ورنہ عنداللہ جوابدہ ہوگا۔ کافی لوگ متوفی کے تمام ترکہ اور مال متروکہ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ دوسرے حقداروں کو انکا حصہ دینا روا نہیں سمجھتے ہیں۔ زیادہ تر عورتیں اور ہمشیرگان اپنے حصے سے محروم کی جاتی ہیں حالانکہ باپ یا کسی اور کی وفات کے بعد عورتوں اور ہمشیرگان کو محروم رکھنا اور ساری جائیداد پر قابض ہو جانا بالکل حرام، گناہ اور ظلم صریح ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی بھائی نے کچھ عرصہ اپنی ہمشیرہ کو باپ کی جائیداد

سے ملنے والے حصے سے باز رکھا تو جب جائیداد سے اسے دے گا تو یہ بھی اس پر لازم ہے کہ باپ کی وفات سے لیکر تادم واپسی رقبہ اور دکان وغیرہ کی جتنی آمد کھائی وہ بھی ساتھ واپس کرے۔ بصورت دیگر بروز قیامت اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہوگا۔ کسی شخص کی جائیداد پر ظلماً قبضہ کرنا اور متوفی باپ یا کسی اور مرنے والے کی جائیداد پر ایک وارث کا جبراً قبضہ کر لینا برابر ہے۔ جو وعیدات کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کے متعلق وارد ہوتی ہیں وہی وعیدات شخص کے بارے ہوں گی جو دوسرے حصہ داروں اور ہمشیرگان کے حصہ پر ناجائز قابض ہوگا۔ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔

جو شخص ناحق زمین کا کچھ حصہ دبائے تو اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائیگا۔ ۸۸

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا۔۔۔

جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً حاصل کر لے تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائیگا۔ ۸۹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! کیا تمہیں معلوم ہے مفلس اور غریب کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ہم میں تہی دست وہ شخص ہے جس کے پاس نہ پیسے ہوں نہ سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا! مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر اس حال میں آئے کہ اس نے کسی کو گالی دی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو یا کسی کا مال لیا ہو، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا ہو۔ (مطالبات والوں کو راضی کرنے کے لیے) اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں کے درمیان تقسیم کردی جائیں گی۔ پھر اگر مظلوموں کے حقوق پورے ہونے سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اب ان مطالبات والوں کے گناہ اس کی گردن پر ڈالے جائیں گے۔ پھر اسے جہنم میں ڈالا جائیگا۔ ۹۰

بے اولاد فوت ہونے والی عورت کا ترکہ جو کہ بوقت شادی میکے اور سسرال والے دیتے ہیں اور جس کے بارے تھل میں یہی رواج ہے کہ اس کی مالکہ عورت ہوتی ہے اور وہ سامان ناقابل

واپسی ہوتا ہے۔ ایسا سامان یا علاوہ ازیں جو مال اور جائیداد فوت ہونے والی عورت کی ملکیت ہو اس مال متروکہ اور تمام تر، ترکہ میں سے 1/2 حصہ خاوند کا ہوتا ہے اور باقی حسب ضابطہ شرعی ورثاء کا۔ چنانچہ قرآن پاک کی سورۃ نساء آیت نمبر ۱۲ میں ہے:۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ (نساء:۱۲)

اور تمہارے لیے آدھا مال ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو۔

مذکورہ آیت کریمہ سے واضح ہے کہ لاولد فوت ہونے والی عورت کے مال متروکہ سے 1/2 حصہ خاوند کا ہے۔ نہ اس سے کم ہے اور نہ اس سے زائد۔ جس طرح میکہ والوں کے لیے یہ امر جائز نہیں کہ سارا مال اٹھالیں اور مکمل ترکہ کے اپنے آپ کو وارث سمجھیں اسی طرح خاوند کے لیے بھی جائز نہیں کہ مکمل مال متروکہ پر قابض ہو جائے اور کسی کو وارث تصور نہ کرے۔ وراثت میں گڑ بڑ کرنا اور بعض مستحقین کو بالکل محروم کرنا دراصل علامات قیامت سے ہے۔

ان الساعة لا تقوم حتے لا یقسم میراث۔ ۹۱

بیوہ عورت کے لیے یہ شرط بھی لغو ہے کہ اگر شادی نہ کرے تو متوفی خاوند کے ترکہ سے حق پائے گی ورنہ نہیں۔

شادی کرے یا نہ کرے بہر دو صورت خاوند کے مال متروکہ سے حصہ پائے گی۔

کھانا پینا:

بعض بظاہر روشن خیال مغربی تہذیب کی تقلید کرتے ہوئے سنت رسول اکرم ﷺ کے مطابق کھانا اور پینا ہتک اور گھٹیا پن سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں:

بوٹی اور ہڈی سے دانتوں کی مدد سے گوشت نوچنا معاذ اللہ کتوں کا طریقہ ہے۔ ہڈی سے آسان طریقہ اور ہاتھ سے جو گوشت علیحدہ ہو سکے کھالیا جائے اور باقی بجائے دانتوں سے نوچنے کے پھینکنا مناسب ہے۔

بوتل، گلاس اور کپ میں مشروب اور چائے کے دو تین گھونٹ بچانا اور ضائع کرنا آجکل کے وی آئی پیز کی تہذیب اور عادت بن چکی ہے۔ گرم چائے پھونک کر پی جاتی ہے۔

کھانا کھانے کے دوران اگر کوئی لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اسے اٹھانا اور کھانا ہتک اور سفلہ پن شمار کیا جاتا ہے۔

مشروبات اور چائے کے برتن میں مکھی گر جائے تو سارا مشروب اور چائے ضائع کر دی جاتی ہے۔

کھانا کھانے کے بعد انگلیوں اور سالن کے برتن کو چاٹنا تو بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے بلکہ کھانا کھانے کے دوران اگر شکم سیری کا احساس ہو جائے تو سالن کے دو چار لقمہ کھانا اور برتن صاف کرنا غیر معمولی سمجھا جاتا ہے۔

کھڑے ہو کر کھانا اور پینا فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ نیز اگر کرسی پر بیٹھ کر کھائیں یا پئیں تو جوتے نہیں اتارے جاتے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ بوٹی سے دانت کے ذریعہ گوشت نوچ کر کھانا رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں گوشت لایا گیا (تو اس گوشت سے) دستی (اگلی ٹانگ) آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ ﷺ اسے پسند کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دانت سے نوچ کر کھایا۔ ۹۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! گوشت دانت سے نوچ کر کھاؤ کیونکہ یہ خوشگوار اور زود ہضم ہے۔ ۹۳

گرے ہوئے لقمہ کو نہ اٹھانا، برتن وغیرہ صاف نہ کرنا، مشروب اور چائے کے ایک دو گھونٹ بطور فیشن باقی چھوڑنا برکت سے محرومی ہے اور انگلیوں پر لگا ہوا کھانا بجائے چاٹنے کے دھو کر ضائع کر دینا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بے ادبی۔ مشروب اور کھانے کو ضائع کرنا تکبر اور غرور کے ضمن میں بھی آتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔ ۹۴

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کس میں برکت ہے۔ ۹۵

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جو کسی پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے استغفرت له

القصعة تو پیالہ اس کے لیے دعاء مغفرت کرتا ہے ۔96

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے تو پیالہ کہتا ہے۔

اَعْتَقَكَ اللهُ مِنَ النَّارِ كَمَا اَعْتَقْتَنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ۔97 اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھے شیطان سے آزاد کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔ اس کو لیکر پونچھا پھر کھالیا اور فرمایا! اے عائشہ اچھی چیز کا احترام کرو۔ یہ چیز جب کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر نہیں آئی۔ 98 یعنی اگر ناشکری اور بے ادبی کیوجہ سے کسی قوم سے رزق اور روٹی چلی جائے تو پھر واپس نہیں آتی رزق سے محرومی کا ایک سبب اس کی توہین بھی ہے۔ اگر دس برتنوں میں تین تین چمچ کھانا چھوڑ دیا جائے تو یہ تیس چمچ کھانا بنتا ہے اور جس گھر سے صبح وشام ساٹھ چمچ کھانا اور سالن گندی نالیوں کے ذریعہ گٹر اور گندے کنویں میں پہنچے تو ایسا گھر روزانہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی کتنی توہین کر رہا ہے یہی حال چائے اور دیگر مشروبات کا ہے۔ ہوٹلوں پر پی جانے والی چائے کے برتنوں میں اگر ایک ایک گھونٹ باقی رکھا جائے تو صبح سے شام تک کئی لیٹر دودھ گندی نالیوں میں جا پہنچے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کہ روٹی کا احترام کرو کہ وہ آسمان وزمین کی برکات سے ہے۔ جو شخص دستر خوان سے گری ہوئی روٹی کھالے اس کی مغفرت ہو جائیگی۔99

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شیطان تمہارے ہر کام میں حاضر ہوتا ہے۔ کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے لہٰذا اگر لقمہ گر جائے اور اس میں کچھ لگ جائے تو صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو انگلیاں چاٹے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔100

اگر گرے ہوئے لقمہ میں پاک چیز لگ جائے تو اسے صاف کر کے لقمہ کھالیا جائے۔ اگر دھونے کی ضرورت ہو تو پھر پانی سے صاف و پاک کر کے کھالے ورنہ ویسے نہ چھوڑے بلکہ صاف

کرنا ممکن نہ ہو تو پھر بلی اور کتے کے آگے رکھ دے ضائع نہ ہونے دے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کھانے کو ٹھنڈا کر لیا کرو گرم کھانے میں برکت نہیں ہے ۔101

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کھانے اور پانی میں پھونکیں مارنے سے منع فرمایا۔102

حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کھانا کھاتے وقت جوتے اتار لیا کرو۔ یہ اچھا طریقہ ہے۔103

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:۔ لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ

تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے۔ جو ایسا کرے تو وہ قے کر دے۔104

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں حکم نسیان ایں ست، در عمد بطریق اولیٰ خواھد بود

جب بھول کر پینے میں قے کرنے کا حکم ہے تو جان بوجھ کر کھڑے ہو کر پینے میں بدرجہ اولیٰ قے کرنے کا حکم ہوگا۔105

نجومی، کاہن، بھوپے اور عامل:

بعض ضعیف الاعتقاد لوگ نجومیوں، کاھنوں اور بھوپوں کی بات پر اس حد تک یقین رکھتے ہیں کہ اگر کوئی قیمتی چیز گم ہو جائے یا مال چوری ہو جائے، دائمی مرض لاحق ہو جائے، اولاد نہ ہوتی ہو، فقط بیٹیاں ہوں بیٹا نہ ہوتا ہو غرضیکہ مسلسل ایک اہم کام میں ناکامی اور مایوسی ہو تو پھر لوگ نجومیوں، کاہنوں اور بھوپوں سے رابطہ کرتے ہیں۔ ان کے فرمودہ غیب پر اس حد تک کامل یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہہ دیں اس کے علاوہ بالکل چارہ جوئی نہیں کرتے ان کی بنا پر ایک آدمی کو اپنا چور ٹھہراتے ہیں، کام کی رکاوٹ اور مالی نقصانات کی صورت میں کسی آدمی کے گلہ میں پھندا ڈال دیتے ہیں کہ ساری حرکت اسی کی ہے۔ فلاں بھوپے نے ہمیں بتایا ہے اس نے ہم پر ناجائز تعویزات، ٹونے ٹوٹکے کیے

ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی کے دودھ کی دہی نہ بنتی ہو تو اس کا جرم اور الزام بھی، بھوپے کے کہنے پر کسی ہمسایہ عورت کے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ اسی بنا پر کئی رشتہ داروں کے درمیان ہمیشہ کیلئے فتنے، فسادات کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بعض دفعہ طلاقوں پر نوبت آجاتی ہے۔ اور ایک دوسرے سے مالی نقصانات کے تاوان وغیرہ بھی وصول کئے جاتے ہیں۔

کاہن اور بھوپے کے پاس پوشیدہ معاملات، واقعات پوچھنے کیلئے جانا اور انکے ڈھکوسلے پر اعتقاد رکھنا حرام اور گناہ ہے۔ مزید برآں اس کی کسی بات کا یقین کرتے ہوئے کسی سے مالی نقصان وصول کرنا اور کسی کو چور و مجرم ٹھہرانا ستم بالائے ستم ہے عاملوں کی تصدیق کرنا دین سے دوری ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

جو شخص کاہن (بھوپے) کے پاس جائے، اس کے بیان اور جو کچھ وہ کہے اسے سچا جانے تو وہ شخص قرآن اور دین اسلام سے الگ ہوگیا۔ ۱۰۶

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔

جو شخص کاہن (بھوپے، عامل، نجومی) کے پاس جا کر کچھ دریافت کرے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ ۱۰۷

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ کا غلام کوئی چیز کھانے کیلئے لیکر آیا۔ جب آپ تناول کر چکے تو غلام نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے۔ یعنی جو چیز آپ نے کھائی ہے کہاں سے آئی ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ نے فرمایا! بتاؤ کہاں سے لائے ہو؟ غلام نے کہا جس وقت میں مسلمان نہیں تھا۔ اس وقت کاہنوں کا صحیح علم مجھے نہیں تھا میں نے ایک شخص سے دھوکا کیا (ویسے ہی میرا انکل پچو لگ گیا) اور آج وہ بندہ مجھے ملا، کہانت کے پیسے دیئے تو میں نے پیسوں کے عوض آپ کیلئے وہ کھانا خریدا جو آپ نے تناول فرمایا ہے۔

فَاَدْخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَیْءٍ فِیْ بَطْنِهٖ

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ (انگلیاں یا انگوٹھا) حلق میں داخل کیں اور

جو آپ کے پیٹ میں تھا مکمل کی قے کر دی۔ ۱۰۸

کاہنوں اور بھوپوں کے بارے میں کچھ لوگوں کے نظریات ہیں کہ جنات ان کے تابع ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ مخفی امور اور پوشیدہ معاملات کی خبر جنات سے لیکر لوگوں کو بتاتے ہیں اور ان کے مسائل حل کرتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے ان بھوپوں کے تابع جنات نہیں ہوتے۔ اگر تابع ہوں بھی تو جنات علم غیب نہیں جانتے۔ دیکھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی، قیام کی حالت میں۔ ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح قبض کر لی تو آپ علیہ السلام ایک سال تک عصا کے آسرا پر حالت قیام میں اسی جگہ پر کھڑے نظر آتے رہے۔ جنوں اور انسانوں کے ذمہ آپ نے جو کام لگائے تھے وہ بدستور کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سال گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیمک کو حکم دیا کہ آپ کے عصا کو کھائے جب دیمک نے عصا کو کھا کر کمزور کر دیا تو آپ علیہ السلام عصا کے ٹوٹنے سے زمین پر تشریف لے آئے۔ اس وقت جنوں اور انسانوں کو معلوم ہوا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہا اگر جن غیب کا علم جانتے تو اہانت آمیز عذاب میں نہ رہتے کیونکہ جنات کہا کرتے تھے کہ ہم غیب جانتے ہیں، جس کی وجہ سے انسانوں پر اپنا رعب جماتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی یا اللہ میری موت جنوں پر پوشیدہ رکھنا تا کہ سب کو علم ہوجائے جن غیب نہیں جانتے۔

سورۃ سبا کی آیت نمبر 14 میں ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝

پس جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا، جنات کو آپ کی موت کا نہ بتایا، مگر زمین کا دیمک جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو۔ پس جب آپ زمین پر آئے تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے تو (اتنا عرصہ) اس رسوا کن عذاب میں نہ رہتے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں نیم روز کی طرح واضح ہوگیا کہ جنات علم غیب نہیں جانتے۔

حضرت علامہ سید یوسف حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تحفہ نصائح میں فرماتے ہیں!

ـ تصدیق کاہن کفر شد از غیب چوں گوید خبر

نجومی اگر کہے مجھے غیب کا علم ہے تو اس کی تصدیق کفر ہے۔۱۰۹ کیونکہ غیب کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے یا اس کی عطا سے انبیاء علیہم السلام یا ان کے واسطہ سے اولیا کو۔

عورت کا غیر محرم کیساتھ حج، عمرہ ادا کرنا:

دور حاضر کا بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ عورتیں ایک عظیم رکن حج وعمرہ کی ادائیگی کیلئے غیر محرم اور اجنبی مردوں کیساتھ سفر حج وعمرہ کرتی ہیں حالانکہ عورت پر اس وقت تک حج فرض ہی نہیں جبتک اس کے ساتھ خاوند یا محرم نہ ہو چونکہ حکومت کی طرف سے بھی تنہا عورت کو حج وعمرہ کی ادائیگی کیلئے اجازت نہیں اس لیے عورتیں کسی نامحرم، اجنبی مرد کو فرضی طور پر کاغذات میں اپنا محرم لکھوالیتی ہیں۔ نامحرم مرد بھی لاعلمی سے یا عورت کے گھرانہ سے تعلقات کی بنا پر غیر عورتوں کے ساتھ متبرک سفر کرنا روا سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اب حکومت کی طرف سے کسی مصلحت کی بنا پر چالیس سال سے کم عمر والے مرد کو تنہا عمرہ کی ادائیگی کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر بیوی یا محرمہ کوئی عورت مثلاً خالہ، پھوپھی، اور بھانجی وغیرہا ساتھ ہو تو پھر اجازت ہے۔ مرد اگر چالیس سال سے کم عمر ہو اور بیوی یا محرمہ عورت ساتھ نہ ہو تو پھر مرد صاحبان بھی دروغ گوئی کرتے ہوئے کسی غیر عورت کو محرمہ بنالیتے ہیں اور عمرہ شریف کے کاغذات میں کذب بیانی سے کام چلا کر اس سعادت تک پہنچتے ہیں۔ ایسے متبرک سفر کے دوران ائیر پورٹ پر چھان بین کے دوران اعلانیہ عورت، مرد جھوٹ سے کام لیتے ہوئے عملہ کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے محرم ہیں۔ بعض ایجنٹ صاحبان بھی چار، پانچ ہزار روپے ہضم کرنے کیلئے ایسے مردوں اور عورتوں کو یہ راستہ لگاتے ہیں۔ کئی بار ناخواندہ اور سادے لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی کہ ان کے ساتھ اجنبی اور غیر عورت اپنا محرم بنا کر سفر عمرہ اور حج کر رہی ہے۔

حالانکہ شرع کی روشنی میں عورت کو تین دن سے زیادہ کی مسافت کیلئے شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں۔ فقہاء کرام نے اس کا تخمینہ 98.73 کلومیٹر لگایا ہے۔ اتنی مسافت کے

دوران، شوہر یا محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا خواہ حج وعمرہ کرنے کیلئے ہو یا کسی اور غرض کیلئے، حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

لَا تُسَافِرَنَّ اِمْرَءَةٌ اِلَّا وَ مَعَهَا مَحْرَمٌ

عورت بغیر محرم کے ہرگز سفر نہ کرے۔۱۱۰

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا نام فلاں جہاد میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کیلئے جارہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! جا اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔ حدیث پاک کی روشنی میں دیکھیں، مجاہدین کی صف سے ایک آدمی کو نکال کر اس کی بیوی کے ساتھ بھیج دیا گیا تاکہ وہ سفر تنہا نہ کرے کیونکہ ایک آدمی کی جگہ دوسرا شخص جہاد تو کرسکتا ہے مگر اس کی بیوی کو حج نہیں کراسکتا اور نہ ہی فرضی محرم کا اہتمام کیا گیا کیونکہ محرم تو شارع کی طرف سے متعین ہیں۔ کسی آدمی کو یہ اختیار نہیں کہ ایک سال غیر عورت کا بھتیجا، ماموں اور چچا بن جائے اور دوسرے سال اتفاق ہو تو شوہر بننے کا متمنی ہو۔ خدا خوفی کریں۔ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے غیر مرد اور عورت کو ایک دوسرے کیساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا تو پھر ان کے دروازے پر احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتے ہوئے غیر عورت کو ساتھ لا کر جانا کتنی جسارت اور شرم کی بات ہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر محرم کے بغیر کرے۔۱۱۱

قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے:

اگر ایک گھر میں دس، بارہ افراد صاحب نصاب ہوں تو وہ دو، تین قربانیوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ ہم پر اتنا گوشت کافی ہے۔ کچھ لوگ باری باری سے بھی قربانی کرتے ہیں حالانکہ اگر ایک گھر میں دس افراد صاحب نصاب ہوں تو ہر ایک پر اپنی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے۔ جو افراد صاحب نصاب ہوتے ہوئے قربانی نہیں کریں گے وہ گنہگار ہونگے۔ یونہی باری باری سے قربانی کرنا مثلاً کسی کا باپ صاحب نصاب ہے، دیگر افراد صاحب نصاب نہیں تو ایسی صورت میں ہر سال باری

باری قربانی نہیں کرنی چاہیے بلکہ صاحب نصاب اپنی طرف سے کرے۔ اگر اس نے ایک سال اپنی طرف سے کی، دوسرے سال صاحب نصاب ہوتے ہوئے بیوی کے نام سے، تیسرے سال بیٹے وغیرہ کے نام سے قربانی کی اپنے نام سے نہ کی تو وہ گنہگار ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کیلئے متعدد وعیدات ارشاد فرمائیں جو طاقت کے باوجود قربانی نہیں کرتے چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جسے قربانی کرنے کی طاقت ہو پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ ایک اور روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا! جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ ۱۱۲

آپ ﷺ نے فرمایا! جو شخص (وسعت کے باوجود) قربانی نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔ ۱۱۳

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میری امت کے بہترین لوگ قربانی کریں گے اور بدترین لوگ قربانی نہیں کریں گے۔ ۱۱۴

حوالہ جات باب ۳

1	القرآن	سورۃ الحج آیت 36		
2	تفسیر روح المعانی	303/17	سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
3	تفسیر قرطبی	60/12	ابو عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
4	تفسیر خزائن العرفان	زیر آیت 36، سورۃ الحج	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	
5	صحیح بخاری	رقم الحدیث 1713	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
6	ابوداؤد	258/1	امام ابوداؤد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
7	تفسیر روح المعانی	203/17	سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
8	صحیح مسلم	399/1	امام مسلم قشیری رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
9	کوثر الخیرات	359	علامہ محمد اشرف سیالوی	ضیاء القرآن لاہور
10	فتاوی عالمگیری	285/5	علامہ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
11	فتاوی شامی	213/5	علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
12	مرقاۃ	353/5	ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
13	تنویر الابصار مع حاشیہ ابن عابدین	213/5	شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
14	بہار شریعت	648/2	محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
15	درمختار مع حاشیہ ابن عابدین	213/5	شیخ محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
16	مرقاۃ	353/5	ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
17	فتاوی عالم گیری	287/5	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
18	فتاوی رضویہ	95/17	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
19	مکاشفۃ القلوب	5	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	المطبعۃ العثمانیہ مصر
20	〃	195	〃	〃
21	〃	195	〃	〃
22	ھدایہ	53/3	علامہ شیخ الاسلام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
23	ھدایہ	305/3	〃	〃
24	〃	57/3	〃	〃
25	مشکوۃ	52	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
26	صحیح بخاری	5532,/1492	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	〃
27	مشکوۃ	52	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
28	〃	53	〃	〃
29	〃	〃	〃	〃
30	فتاوی رضویہ	97/17	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
31	مشکوۃ	262	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
32	〃	〃	〃	〃
33	درمختار مع حاشیہ ابن عابدین	348/3	شیخ محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

34	فتاویٰ رضویہ	692/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
35	انوار الحدیث	23	مفتی جلال الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ	
36	فتاویٰ عالم گیری	285/5	مولانا شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
37	فتاویٰ عالم گیری	286/5	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
38	تفہیم المسائل	385/1	مفتی منیب الرحمن صاحب	ضیاء القرآن لاہور
39	حاشیۃ الطحطاوی		علامہ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ انصاریہ افغانستان
40	فتاویٰ رضویہ	600/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
41	مراۃ شرح مشکوٰۃ	163/5	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
42	مشکوٰۃ	287	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
43	مدارج النبوۃ	242/2	شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور
44	تفسیر کبیر	380/7	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور
45	تذکرۃ المحدثین	144	علامہ غلام رسول سعیدی	فرید بک سٹال لاہور
46	فتاویٰ رضویہ	207/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
47	نور الانوار	30	ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
48	فتاویٰ شامی	403/1	علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
49	〃	303/2	〃	〃
50	ھدایہ	329/2	علامہ شیخ الاسلام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
51	فتاویٰ شامی	266/5	علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
52	خطبات محرم	279	مفتی جلال الدین احمد امجدی	فیضان مدینہ فیصل آباد
53	صحیح بخاری	رقم الحدیث 5288	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
54	ھدایہ	460/4	شیخ الاسلام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
55	〃	〃	〃	〃
56	فتاویٰ رضویہ	422,21/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
57	〃	597/22	〃	〃
58	فتاویٰ فیض الرسول	470/1	مفتی جلال الدین احمد صاحب	شبیر برادرز لاہور
59	فتاویٰ شامی	655/1	علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
60	شرح شرعۃ الاسلام	459	علامہ یعقوب بن سید علی رحمۃ اللہ علیہ	استنبول ترکی
61	ضیاء النبی	348/1	پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	ضیاء القرآن لاہور
62	فتاویٰ فقیہ ملت	10/1	مفتی جلال الدین احمد امجدی	شبیر برادرز لاہور
63	مشکوٰۃ	408	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
64	〃	362	〃	〃
65	〃	〃	〃	〃
66	〃	361	〃	〃
67	مرقاۃ	146/8	علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ امدادیہ ملتان

68	مشکوٰۃ	11	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
69	〃	135	〃	〃
70	〃	138	〃	〃
71	تنبیہ الغافلین	230	شیخ نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	دار الجیل بیروت لبنان
72	مشکوٰۃ	133	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
73	〃	〃	〃	〃
74	〃	〃	〃	〃
75	〃	〃	〃	〃
76	〃	〃	〃	〃
77	〃	〃	〃	〃
78	فتاویٰ عالمگیری	50/1	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
79	اسلام کا معاشرتی نظام	52	محمد بن علوی	ضیاء القرآن لاہور
80	فتاویٰ ہندیہ	536	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
81	مشکوٰۃ	91	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
82	مرقاۃ	16/3	علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
83	فتاویٰ ہندیہ	106/3	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
84	درمختار تنویر الابصار	475/1	شیخ محمد حصکفی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
85	اسلامی زندگی	102	مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	ضیاء القرآن لاہور
86	مشکوٰۃ	266	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
87	صحیح مسلم	632	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
88	صحیح بخاری	رقم الحدیث، 3196	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العربی بیروت
89	〃	رقم الحدیث، 3198	〃	〃
90	مکتوبات امام ربانی	199	امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	استنبول ترکی
91	حجۃ اللہ العالمین	591	یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ	دار الکتب العلمیہ بیروت
92	مشکوٰۃ	366	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
93	〃	〃	〃	〃
94	〃	363	〃	〃
95	〃	〃	〃	〃
96	〃	366	〃	〃
97	〃	368	〃	〃
98	سنن ابن ماجہ	240	امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
99	کنز العمال	8/5	حسام الدین ہندی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامی حلب

100	مشکوٰۃ	363	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
101	کنز العمال	6/8	حسام الدین ہندی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامی حلب
102	مشکوٰۃ	371	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
103	کنز العمال	3/8	حسام الدین ہندی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامی حلب
104	مشکوٰۃ	370	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
105	اشعۃ اللمعات	522/3	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
106	کتاب الکبائر	72	امام حافظ محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
107	صحیح مسلم	حدیث نمبر 2230	مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
108	ریاض النضرۃ	171	محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ	۔
109	تحفۃ نصائح	16	علامہ سید یوسف حسین رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ قادریہ
110	صحیح بخاری	حدیث نمبر 3006	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
111	[illegible]	حدیث نمبر 421	مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	۔
112	[illegible] الصالحین	310	علامہ عثمان بن حسین رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ نصیر علی سور جامعۃ الازہر
113	۔	311	۔	۔
114	۔	۔	۔	۔

باب ۴

نیک فالیں، بدشگون اور توہمات

عامۃ الناس میں ناخواندگی اور ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے مختلف اشیاء، ایام، تاریخوں اور مہینوں سے بے بنیاد نیک فالیں اخذ کرنے، بدشگونی مراد لینے اور وہم پرستی میں مبتلا ہونے کی ایک طویل فہرست ہے۔

۱۔ سفر پر روانہ ہونے والے آدمی کو پیچھے سے آواز دینا اور بلانا ناکامی کی فال سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کے روانہ ہونے کے بعد گھر والوں کو اس کے متعلقہ کوئی اہم کام یاد آجائے تو حتی المقدور اسے بلانے سے گریز کرتے ہیں اور بلانے پر روانہ ہونے والا بھی ناراض ہوتا ہے کہ مجھے پیچھے سے کیوں بلایا ہے، جس کام کے لیے میں جارہا تھا اب وہ نہیں ہوگا۔

۲۔ کسی کام پر روانہ ہونے کے بعد راستہ میں جو شخص مل جائے، کام کا انجام اس آدمی پر تھوپ دیتے ہیں۔ اگر کام نہ ہو تو اس شخص کو نحوست (عقرب) کہتے ہیں اور رکاوٹ اس کے ذمہ لگاتے ہیں۔ بعض دفعہ تو کچھ آدمیوں کو محلہ والے نامزد کر دیتے ہیں کہ فلاں فلاں آدمی سے اگر ملاقات ہو جائے تو کسی صورت میں بھی کامیابی نہیں ہوتی خواہ وہ بیچارے کتنے ہی نمازی، پرہیز گار اور راست باز ہوں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جانے والا اپنے کرتوت پر نظر نہیں رکھتا۔ راقم الحروف سردیوں کے موسم میں رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک زمیندار کے پاس بطور مہمان قیام پذیر تھا اس کے پاس دو نوجوان صحت مند لڑکے آئے کہ فلاں مقام پر ہمارا لوڈ ڈ ٹریکٹر پھنس گیا ہے۔ آپ کے پاس بڑا ٹریکٹر ہے ہماری امداد فرمائیں۔ اس زمیندار نے ٹریکٹر بھیج دیا زمیندار کا ٹریکٹر انکو نکال کر واپس آ گیا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ وہ لڑکے آگئے اور دوبارہ امداد کے خواستگار ہوئے۔ پھر اس ہمدرد اور خیر خواہ زمیندار نے اپنا بیٹا اور ٹریکٹر بھیج دیا۔ علی ہذا القیاس جب تیسری مرتبہ ٹریکٹر لینے کے لیے آئے تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو خیر ہے تیسری چوتھی مرتبہ ناکام ہو کر واپس آرہے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ آج کسی عقرب اور نحوست سے ملاقات ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہم پھنس گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کیا آپ لوگوں کو روزہ ہے تو وہ کہنے لگے نہیں۔ بندہ نے ازراہ تفہیم ان سے کہا آپ نے تندرست اور صحت مند ہو کر یوہ کے مہینہ میں روزہ نہیں رکھا۔ نحوست و بدبختی کسی اور کے ذمہ کیوں لگاتے ہو؟ اگر نحوست ہے تو تم میں ہے، جس کی وجہ سے زمین میں پھنس گئے۔

۳۔ روانہ ہونے والے آدمی کی حجام سے ملاقات ہو جائے تو بدشگونی سمجھتے ہیں۔ راستہ میں گیدڑ نظر آ جائے تو نیک فال لیتے ہیں۔ جھنگ کے بعض علاقوں میں رہائش پزیر لوگ علی الصبح کمہار سے ملاقات ہونے پر ناکامی کا شگون سمجھتے ہیں۔

۴۔ اگر کسی گھر میں مسلسل حادثات اور نقصانات واقع ہوں تو کہتے ہیں کہ فلاں بھائی کی جب سے شادی ہوئی ہے اور اس کی بیوی نے ہمارے صحن میں قدم رکھا ہے نقصانات ہی نقصانات ہو رہے ہیں۔ یہی نحوست ہے اور کوئی وجہ نہیں۔

۵۔ اگر کسی بچے کی ولادت کے قریب اسکی ماں یا باپ فوت ہو جائے تو اس معصوم بچے کو نحوست سمجھا جاتا ہے اسی طرح اگر نوجوان میاں بیوی میں سے ایک فوت ہو جائے تو زندہ کو نحوست اور بدبخت کہتے ہیں اور زیادہ تر دوسری بیوی یا دوسرے خاوند کی موت پر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی پہلی بیوی بھی فوت ہوگئی اور دوسری شادی کی تو پھر دوسری بیوی بھی فوت ہوگئی ہے لہٰذا فلاں آدمی منحوس ہے۔ دوسری مرتبہ بیوہ ہونے والی خاتون کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔

۶۔ دوکاندار علی الصبح پہلے گاہک کو ادھار پر سودا دینا بدفالی سمجھتے ہیں کہ اگر پہلا گاہک ادھار پر سودا لے گیا تو سارا دن یہی حشر ہوگا۔ نیز اگر پہلا گاہک خالی چلا جائے تو پھر بھی یہی بدشگون لیتے ہیں کہ آج سارا دن گاہک خالی جائیں گے۔

۷۔ کسی اہم کام کا قبل از وقت نتیجہ معلوم کرنے کے لیے سانس روک کر نرم زمین پر بلاشمار مسلسل لکیریں کھینچی جاتی ہیں، پھر تین تین لکیروں کو کاٹا جاتا ہے۔ آخر پر اگر لکیریں نہ بچیں تو کام کا انجام بخیر نہ ہونے کی فال لی جاتی ہے۔ اگر ایک دو لکیریں بچ جائیں تو پھر کام بخیر ہونے کا شگون لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں زمین پر لکیریں مارنے کے طریقے رائج متنوع ہیں۔

۸۔ صبح سویرے اگر کسی انسان سے یکے بعد دیگرے چھوٹا موٹا نقصان ہو جائے تو پھر سارا دن نقصان میں گزرنے کی فال لی جاتی ہے۔

۹۔ مریض کی دوائی اگر گر کر ضائع ہو جائے تو جلد شفایابی کی امید کی جاتی ہے۔

۱۰۔ دوران سفر برلب سڑک آنے والی خانقاہ کے گلہ میں نذرانہ نہ ڈالنے سے حادثہ یا کوئی نقصان درپیش آنے کی بدفالی جاتی ہے۔

۱۱۔ مغرب کے وقت ایک گھر والے دوسرے گھر میں نمک دینا اچھا نہیں سمجھتے۔ نیز فروختہ جانور شام کے وقت خریدار کو سپرد کرنا بھی کم بختی گمان کیا جاتا ہے۔

۱۲۔ ہفتہ کے دن:

ہر علاقہ میں ہفتہ کے کسی نہ کسی دن کو منحوس، بھاری اور ناکامی کا دن خیال کیا جاتا ہے۔ بدھ کے دن کو کچھ لوگ بھاری گمان کرتے ہیں۔ سفر پر جانا اور نیا کام کرنا اچھا نہیں سمجھتے۔

اتوار:

اتوار کے متعلق کہاوت ہے۔ ”آڈت وار نہ ٹپین پار۔۔۔ متاں جھتین ہار“۔ یعنی اتوار کے دن بطرف مغرب (کچھی والے لوگ سندھ دریا کے پار) نہ جائیں ورنہ شکست ہوگی۔ جھنگ میں کہاوت ہے ”سنوار نہ ٹپ پار“ یعنی سوموار کے دن دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف نہیں جانا چاہیے۔ غرضیکہ پورے ہفتہ کے دنوں کے متعلق ہر علاقہ میں ملتے جلتے احمقانہ خیال پائے جاتے ہیں۔

۱۳۔ عیدین:

کچھ لوگ دونوں عیدوں کے موقع پر مشین اور ٹریکٹر وغیرہ کے ذریعے کرایہ پر کام کرنا نقصان دہ اور خطرناک خیال کرتے ہیں۔

۱۴۔ بعض خانقاہوں کے سجادگان ایسے بھی ہیں جو اپنے مریدین اور معتقدین کو اس بات پر قائل کرتے ہیں کہ فلاں فلاں تاریخ اور دن نحس ہیں۔ ان میں نہ شادی بیاہ کرنا اور نہ نئے مکانات تعمیر کرنا۔ ان ایام میں قمر در عقرب ہوگا۔

۱۵۔ اگر کسی آدمی کو کوئی کام راس نہ آئے اور کوشش بسیار کے بعد بھی ناکامی ہو تو پھر اس کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ہیں کہ ابھی تک میری خوش قسمتی کا ستارہ گرداب اور بھنور میں ہے۔ جب تک وہاں سے نہیں نکلے گا اس وقت تک ناکامی میرے ساتھ رہے گی۔

۱۶۔ راقم کی نظر سے بعض کتب عملیات اور جنتریاں ایسی گزری ہیں جن میں سال بھر کے ایام، ہفتہ کے دنوں اور ایک سے لیکر 71 تک اعداد کے سعد و نحس کا ذکر ہے تیز ستاروں کی رفتار، دوستی اور

دشمنی کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے۔ بعہد حاضر لوگوں میں اوقات کے نحس و سعد ہونے کے جو توہمات اور لغو خیال پائے جاتے ہیں انکی اصل اور جڑ یہی جنتریاں اور کتب عملیات ہیں۔ میں نے 2010ء کی ایک ایسی جنتری کا مطالعہ کیا جس میں 6 ماہ 4 دن کے نحس ہونے کا ذکر ہے۔ اکثر ایام اور تاریخیں بالعموم نحس ہیں اور چند ایک تاریخیں خاص کاموں کے لیے نحس قرار دی گئی ہیں نیز ہر مہینے میں 48،48 گھنٹے کے "3" انتہائی نازک وقتوں کا ذکر موجود ہے جن میں آفات ارضی و سماوی اور بڑے بڑے جان لیوا حادثات کے وقوع کا خطرہ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں ہفتہ کے دنوں میں سے پانچ دن نحس ہونے کی ایک موضوع روایت بھی درج ہے کہ ہفتہ اور اتوار کے دن قطع لباس کے لیے نحس ہیں پیر کا دن نئے لباس، سفر، شادی بیاہ غرضیکہ تمام کاموں کے لیے نحس ہے، منگل لباس کاٹنے کے لیے نحس ہے، بدھ ماسوا تعمیر کے تمام کاموں کے لیے بد ہے۔

تواریخ نحس کے لگ بھگ قمر در عقرب کے اوقات ہیں جن میں معمولات کے علاوہ دیگر تمام کام کرنے ممنوع ہیں۔ سفر کرنا، نیا کاروبار کرنا، عقیقہ، منگنی، نکاح، شادی، ولیمہ، تعمیرات اور کسی قسم کا معاہدہ بھی ان ایام میں کرنا خطرناک قرار دیا ہے۔ اعداد کے خواص واثرات کے متعلق درج ہے کہ ایک سے لیکر 71 تک جو اعداد ہیں ان میں 17 عدد ایسے ہیں جن میں خطرات، حادثات، ناگہانی واقعات، شکست اور دشمنوں سے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔

عاملوں اور نجومیوں کے جو فرمودات جنتریوں میں درج ہیں ان پر عمل کرنے والوں اور انکی صحت پر عقیدہ رکھنے والوں کے بس سے یہ بات باہر ہے کہ جنتری پاس نہ ہو اور وہ بیچارے کوئی کام کر سکیں۔ اگر نحس اوقات سے بچنا چاہیں تو پھر جنتری 24 گھنٹے نظر میں رکھیں۔

"شمع شبستان رضا" کے بعض صفحات پر اوقات کے نحس ہونے اور قمر در عقرب ہونے کے وقت، معمولات سے ہٹ کر کام کرنے کی ممانعت ہے ورنہ نقصان ہوگا۔ جلد چہارم میں درج ہے۔

محققین کے نزدیک مندرجہ ذیل تاریخوں میں جو کام بھی شروع کیا جائے گا پورا نہ ہوگا۔

محرم	۱۳۔۱۱	جمادی الاول	۱۱۔۲	رمضان المبارک	۲۰۔۹
صفر	۳۔۱	جمادی الآخر	۴۔۲	شوال	۷۔۶
ربیع الاول	۲۰۔۱۰	رجب	۱۵۔۱۳	ذیقعدہ	۵۔۲

ربیع الآخر	۸۔۱	شعبان	۴۔۲	ذی الحج	۷۔۲

اس کتاب میں کافی مقامات پر رطب و یابس مخلوط ہے اور کئی ناخواندہ حضرات اس کتاب کے سہارے ناجائز امور کرنے اور کروانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر انہیں کسی ناجائز عمل کے بارے تنبیہ کی جائے تو کہتے ہیں بھائی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شمع شبستانِ رضا" میں یہ عمل درج فرمایا ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو اتنے بڑے مقتداء کیوں درج فرماتے؟ حالانکہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات سے قطعاً نہیں ہے۔

مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب لکھتے ہیں کتاب "شمع شبستان رضا" اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے۔۱

راقم الحروف کے ہاں کتاب "شمع شبستانِ رضا" کا جو نسخہ ہے اس کے سرورق پر مرتب کا نام اقبال احمد نوری، لکھا ہوا ہے۔ یہ اس بات کا عین ثبوت ہے۔ کہ اس کتاب کے مرتب و مصنف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہیں۔

"شمع شبستانِ رضا۔ کے صفحہ ۹ پر مرتب اقبال احمد نوری صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا نام "شمع شبستانِ رضا" رکھا۔ مرتب کتاب کی اس عبارت سے واضح ہے کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں۔

۱۷۔ اگر مین روڈ پر ایک ہی جگہ مسلسل حادثات واقع ہوں تو اس جگہ کے متعلق مختلف انواع کے توہمات کیے جاتے ہیں ۱۔ یہ جگہ بھاری ہے ۲۔ زیر سڑک کسی بزرگ کا مزار ہے ۳۔ یہ جگہ منحوس ہے۔

۱۸۔ اگر کسی مالدار کے جانوروں میں مرگ واقع ہو جائے اور ایک قسم کے جانور مسلسل مرگ کا شکار ہوں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں قسم کے جانور مثلاً بکریاں یا بھینسیں ہمارے ہاں زندہ نہیں رہتیں۔ اس خاص قسم کے جانور ہمیں راس نہیں آتے۔

۱۹۔ "۳" کے عدد کو بہت ناموافق اور نحس سمجھا جاتا ہے۔ مقامی زبان میں تین کو "کڈی" کہتے ہیں اگر کسی کام میں تیسرا چاند نظر آنے والا ہو تو چاند کے نظر آنے سے قبل کام کا اختتام کر دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر دیہات میں چہلم کے سلسلہ میں اگر ایک مہینہ میں مرگ واقع ہو جائے تو دوسرے مہینہ کی آخری تاریخوں میں چہلم کی تقریب منعقد کر دی جاتی ہے خواہ چالیس دن مکمل نہ ہوں۔ منع کرنے پر کہا

۱۔ فتاویٰ فقیہ ملت جلد ۲ / ۳۱۰

جاتا ہے ''ترائے چن چنگے نہیں ہوندے'' تین چاند (مہینے) اچھے نہیں ہوتے۔

۲۰۔ والد کی حیات میں اگر بیٹا اسکی دستار سر پر باندھے تو باپ کی قبل از وقت وفات کا شگون لیا جاتا ہے۔اس لیے عورتیں بیوہ ہونے کے خوف سے بیٹے کو خاوند کی دستار نہیں باندھنے دیتیں۔جبکہ دیگر لباس، جوتا استعمال کرنے سے شگون نہیں سمجھتے۔

علاوہ ازیں بہت توہمات اور بدشگونیاں ہیں مگر بخوف طوالت مندرجہ بالا پر اکتفا کیا گیا۔

شرعی تحقیق:

مذکورہ بالا جتنے توہمات، بدشگون اور بے بنیاد فالیں ہیں، اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہیں۔نیک فال لینا تو سنت ہے البتہ بدفالی لینا ممنوع ہے کیونکہ بدفالی میں اللہ تعالیٰ سے ناامیدی ظاہر ہوتی ہے کہ فلاں مہینہ، تاریخ، دن اور فلاں انسان یا جانور کے سامنے آنے سے کام میں رکاوٹ ہوتی ہے۔کام نہیں ہوگا، ناکامی ہوگی، یہ خیال کرنا توکل اور ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ کے خلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! الطیرۃ شرک پرندے اڑانا شرک ہے۔یہ تین بار فرمایا نہیں ہے ہم سے کوئی مگر اللہ تعالیٰ اس کو توکل سے لیجاتا ہے (چونکہ اہل عرب نیک فال اور بدشگون پرندے اڑانے سے لیتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کرنا شرک ہے)۔

حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شگون اور بدفالی کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں اچھی فال ہے اور کسی مسلمان کو نہ لوٹائے، جب تم میں سے کوئی چیز دیکھے جسے ناپسند کرتا ہو تو یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّاٰتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اے اللہ بھلایاں تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور برائیاں تیرے سوا کوئی نہیں ٹالتا۔طاقت اور قوت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے بدفالی اس کے کام سے روک دے وہ مشرک ہوگیا اور اسکا کفارہ یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات پڑھے:

اللھم لا خیر الا خیرک ولا طیر الا طیرک ولا الہ غیرک[2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی شئے سے بدفالی نہیں لیتے تھے البتہ نیک فال لیتے تھے چنانچہ قریش مکہ نے جس وقت رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے کے لیے انعام مقرر کیا تو بریدہ اپنی قوم کے ہمراہ اپنے گھر سے نکلے رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا میں بریدہ ہوں۔آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا ہمارا معاملہ حرارت، گرمی اور شدت سے محفوظ ہوگیا بلکہ سرد اور خشک ہوگیا (بریدہ برد سے ہے اور اس کا معنی ٹھنڈک ہے)۔

پھر پوچھا تو کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟

اس نے عرض کیا قبیلہ اسلم سے ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر ہم سلامتی میں ہیں (اسلم کا مادہ اور معنی سلامتی اور امن ہے)۔پھر دریافت فرمایا قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ بریدہ نے عرض کیا بنی سہم سے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر تمہارا حصہ اور نصیبہ نکل آیا (کیونکہ سہم کا معنی حصہ ہے)۔[3]

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جس وقت رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی غرض سے حاضر ہوئیں تو حضرت عبدالمطلب نے پوچھا تم کس خاندان سے ہو؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا بنو سعد سے ہوں۔پھر نام پوچھا تو عرض کرنے لگیں میرا نام حلیمہ ہے۔حضرت عبدالمطلب یہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا یہ دونوں خصلتیں حلیمی اور سعادت (جو کہ آپ کے نام حلیمہ اور خاندان ''بنو سعد'' سے ماخوذ ہیں) ایسی ہیں کہ دنیا بھر کی بھلائی اور جہان کی عزت ان میں موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص کے متعلق سوال آیا کہ نجابت خان جاہل اور بدعقیدہ ہے۔سود خور ہے اور نماز، روزہ، خیرات وغیرہ کرنا بیکار محض سمجھتا ہے۔ اس شخص کی نسبت عام طور پر جملہ مسلمانان و اہل ہنود میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر صبح کو اس کی منحوس صورت دیکھ لی جائے یا کہیں کام کو جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے تو ضرور کچھ نہ کچھ وقت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی۔چنانچہ ان لوگوں کو ان کے خیال کے مطابق تجربہ ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ برابر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے نجابت خان سامنے پڑ گیا تو اپنے مکان کو واپس جاتے

ہیں اور چندے توقف کرکے، یہ معلوم کرکہ وہ منحوس سامنے نہیں ہے جاتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا سوال کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے: اذا تطیرتم فا مضوا جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو، وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے۔ مسلمان کو ایسی جگہ پڑھنا چاہیے اللھم لا طیر الا طیرك ولا خیر الا خیرك ولا الہ غیرك۔ اے اللہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف اور تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔[4]

اوقات کے نحس ہونے کا نظریہ:

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اوقات کے نحس ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بڑی تفصیلی بحث فرمائی ہے اور بہت ساری ایسی روایات، اقوال نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں دن مبارک ہے اور فلاں دن نحس۔ فلاں دن کام کرنا کامیابی ہے۔ اور فلاں دن کرنا ناکامی ہے لیکن آخر میں فرماتے ہیں اس قسم کی روایات میرے نزدیک ساقط الاعتبار ہیں، بعض روایات صحیح سند سے ثابت نہیں اور کچھ موضوع ہیں۔

فرماتے ہیں۔ و أقول کل الایام سواو لا اختصاص لذلك بیوم الاربعاء ۔۔ وقصاری ما اقول: ماشاء اللہ کان و مالم یشالم یکن، لا دخل فی ذلك لوقت ولا لغیرہ۔ میں کہتا ہوں کہ تمام دن برابر ہیں۔ بدھ کا دن نحس کے لیے نہیں بلکہ المختصر میں یہ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہوجاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا مخصوص وقت کو یا کسی اور چیز کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ البتہ بعض اوقات برکت اور شرف والے ہوتے ہیں جیسے جمعۃ المبارک کا دن یا رمضان المبارک کا مہینہ۔[5]

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! کسی دن کو منحوس نہ کہنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنوں کی نحوست میری آمد سے ختم ہوگئی۔[6]

بدھ کے دن سفر کرنے اور گھر سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں اگر حرج ہوتا تو رسول اللہ ﷺ دس رمضان المبارک، بدھ کے دن فتح مکہ مکرمہ کے لیے سفر شروع نہ کرتے۔[7]

حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت سعادت کا دن بھی بدھ ہے۔[8] بیہقی میں ہے کہ اِنَّ الدُّعَاءَ یُسْتَجَابُ یَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ۔ بدھ کے دن دعا مقبول کی جاتی ہے رد

نہیں ہوتی۔[9]

صاحب ہدایہ سے منقول ہے کہ جس چیز کی ابتداء بدھ کے دن کی جائے وہ تکمیل کو پہنچتی ہے نامکمل نہیں رہتی۔[10]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے کہا فلاں دن سفر کرنا اور فلاں دن نہ کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا کیونکہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہے ہیں آپ ﷺ نے کبھی نہ فرمایا کہ فلاں دن سفر کرنا چاہیے اور فلاں دن نہ کرنا چاہیے۔[11]

ماہ صفر، محرم:

ماہ صفر اور محرم کے متعلق لوگوں کے ہاں بے پناہ توہمات، لغو خیالات اور بدشگونیاں پائی جاتی ہیں۔ ماہ صفر کو بہت بھاری، مصائب اترنے اور فتنے برپا ہونے کا مہینہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے اس ماہ میں شادی بیاہ، نیا کام کرنا اور سفر پر جانا راس نہیں آتا۔ ان توہمات پر اسقدر یقین رکھتے ہیں کہ اگر ماہ صفر میں کسی شادی یا اسی نوعیت کی تقریب میں حادثہ پیش آجائے تو کہتے ہیں ماہ صفر کی وجہ سے فلاں حادثہ پیش آیا ہے اگر کسی اور مہینے میں تقریب کرتے تو اتنا خسارہ اور نقصان نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ ماہ صفر میں تقریب سعید کے موقع پر اگر مرگ واقع ہوجائے تو وہ وفات بھی ماہ صفر کے ذمہ لگائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے ایک محلہ شیش گراں میں صفر کی 13 تاریخ کو علی الصبح مٹی کے تمام برتن اس وہم سے توڑ دیے جاتے ہیں کہ ان میں بلائیں اترتی ہیں۔ برتنوں کو توڑ پھوڑ کر بلائیں ٹالی جاتی ہیں۔ نیز کچھ لوگ صفر کے پہلے 13 دنوں کو تیرہ تیزی کہتے ہیں اور کچھ فقط 13 تاریخ کو تیرہ تیزی سمجھتے ہیں۔ بہر حال جن کے نزدیک مکمل 13 دن تیرہ تیزی کے ہیں انکے ہاں یہ تصور ہے کہ صفر کے پہلے 13 دنوں میں برتن احتیاط سے رکھنے اور اٹھانے چاہئیں اگر ایک بھی برتن ٹوٹ گیا تو تیرہ کے تیرہ ٹوٹ جائیں گے۔ محرم الحرام کے متعلق صفر سے بھی زائد خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔ ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں نئے مکانات تعمیر کرنا، بوسیدہ مکانوں کی لپائی کرنا اور نیا لباس زیب تن کرنا روا نہیں سمجھا جاتا۔ علاوہ ازیں بعض لوگ ماہ محرم میں حقوق زوجیت ادا کرنے کے متعلق بھی دریافت کرتے رہتے ہیں کہ حقوق زوجیت ادا کرنا جائز ہے یا نہ۔

مسلمانوں کے نزدیک صفر المظفر کامیابی کا مہینہ ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عامہ آنرا محل نزول بلایا حوادث و آفات دارند ویں اعتقاد نیز باطل است و اصلے ندارد۔ ۱۲

عام لوگ صفر کے مہینے کو مصیبتوں، حادثات اور آفات کا مہینہ سمجھتے ہیں انکا یہ اعتقاد باطل اور بے بنیاد ہے۔

صفر کے معانی:

صفر کے متعدد معانی ہیں اور انہیں معانی کی بنا پر مغالطہ لگتا ہے انہیں معانی کی وجہ سے صفر کو بیماریوں کا مہینہ خیال کیا جاتا ہے۔

۱۔ صفر کا ایک معنی "خالی" ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل ماہ محرم میں جنگ کرنا حرام تھا۔ جب صفر کا مہینہ آتا تو اہل عرب جنگ کے لیے نکلتے اور گھروں کو خالی چھوڑ دیتے۔ عرب والوں کا اس ماہ میں اپنے گھروں کو خالی چھوڑنا اس ماہ کے نام کی وجہ بن گیا۔

۲۔ جب اس ماہ کا نام وضع کیا گیا اس وقت موسم خزاں تھا۔ برگ ریزی کا آغاز تھا اور درختوں کے پتے زرد تھے۔ چونکہ صفر کا معنیٰ زرد بھی ہے اس مناسبت سے اس ماہ کو صفر کہتے ہیں۔

۳۔ صفر کا معنی براشگون لینا بھی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل صفر اور محرم دونوں کو صفران کہا جاتا تھا۔ ظہور اسلام کے بعد پہلے کا نام محرم ہوگیا اور دوسرا نام اپنی حالت پر باقی رہا۔ ۱۳

بہر حال صفر کے متعلق جو توہمات ہیں ان کی وجہ جو بھی ہو احادیث مبارکہ کی رو سے انکی ممانعت ہے اور اسلام نے ان باتوں کو لغو اور باطل قرار دیا ہے۔ مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر یقین رکھے اور ماہ صفر المظفر کو بیماری لگنے، بدشگونی، مصائب و آلام اترنے اور نحوست و بھاری ہونے کے حوالے سے نہ جانے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ صفر میں نہ بیماری ہے نہ نحوست ہے اور نہ بھوت و شیطان۔ ۱۴

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نہ تو بیماری کا لگنا ہے اور نہ نحوست نہ بھوت و شیطان۔ ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر وہ اونٹ میں کیا

ہے جو دوڑتا ہے، جھپٹتا ہے۔ گویا کہ وہ ہرن ہے جسے خارش ہے۔ پھر وہ اونٹوں میں گھس جاتا ہے اور سب کو خارش ہو جاتی ہے۔ فرمایا پھر پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی۔ ۱۵

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نہ بیماری لگتا ہے، نہ بدشگونی ہے، نہ نحوست ہے، نہ صفر (بدفالی) ہے اور نہ بھوتوں کا اثر۔ ۱۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ نہ صفر (بدفالی) ہے نہ نحوست ہے، نہ بیماری لگتا ہے اور نہ دو مہینے ساٹھ دن کے ہونگے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے بدعہدی کی وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔

تنبیہ:

شرعی نقطۂ نظر سے سال کے بارہ مہینوں، ہفتہ کے سات دنوں اور ہر ماہ کے ۳۰ دنوں میں چھوٹے، بڑے اور نئے کام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ کسی دن، مہینہ اور تاریخ کی طرف نحوست کی نسبت کرنا جہالت اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ سال بھر میں کسی دن اور مہینہ میں خواہ محرم اور صفر ہو شادی کرنا یا اور کوئی تقریب منعقد کرنا، غرضیکہ تمام جائز کام، جائز ہیں۔

سورج، چاند اور ستاروں کے متعلق بہت توہمات ہیں۔ کئی توہم پرست اپنے تمام تر معاملات ستاروں کے سپرد کردیتے ہیں کہ کامیابی اور ناکامی کا راز ستاروں سے متعلق ہے حالانکہ ستارے فاعل اور مختار نہیں بلکہ انہیں بالذات موثر اور فاعل ماننا کفر ہے۔ نہ ستارے کسی شے کے خالق ہیں اور نہ ہی خیر و شر کا صدور ان سے ہے۔ ۱۷

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو کوئی ستاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ذکر کی ہوئی بات کے علاوہ کسی علم کا دروازہ کھولتا ہے اس نے جادو کا ایک حصہ نکالا۔ فرمایا نجومی کاہن ہے، کاہن جادوگر ہے، جادوگر کافر ہے۔ ۱۸

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کی زندگی ستاروں میں نہیں رکھی۔ نہ کسی کا رزق، نہ موت اور جو لوگ (زندگی، رزق اور موت کو) ستاروں سے جوڑتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ۱۹

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین کاموں کیلئے بنایا ہے:

۱۔ آسمان کی زینت

۲۔ شیاطین کے لیے رجم

۳۔ مسافر کے لیے علامات منزل مقصود۔

جس نے انکے علاوہ اور کچھ بیان کیا اس نے غلطی کی اور اپنی زندگی کا حصہ ضائع کیا۔ [۲۰]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تقدیر کا ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ، جب ستاروں کا ذکر ہو تو رک جاؤ اور جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو رک جاؤ (ان کی عیب جوئی نہ کرو)۔ [۲۱]

آپ ﷺ نے فرمایا! میں اپنی امت پر اپنے بعد تین چیزوں کا خوف رکھتا ہوں

۱۔ آئمہ اور حکمرانوں کا ظلم۔

۲۔ ستاروں کے ساتھ ایمان۔

۳۔ اور تقدیر کی تکذیب۔ [۲۲]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ستاروں کا اتنا علم سیکھو جس کے ساتھ خشکی اور دریا میں ہدایت حاصل کر سکو پھر رک جاؤ، یعنی حوادث کے صدور کے حوالہ سے نجوم کا علم نہ سیکھو۔ [۲۳]

حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی صاحب فرماتے ہیں! جس تاریخ میں قمر در عقرب ہوتا ہے اس تاریخ میں شادی بیاہ کو برا ماننا شرع کے خلاف ہے۔ یہ نجومیوں کے ڈھکو سلے ہیں، کیلنڈر میں قمر در عقرب نجومیوں کے خیالات کی بنا پر لکھا ہوتا ہے۔ چاند جب برج عقرب میں ہو تو نجومی سفر کرنا برا جانتے ہیں اور منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں۔ ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے۔ یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکو سلے ہیں۔ [۲۴]

اعداد کے متعلق وہم:

اسلامی تعلیمات کی رو سے کوئی عدد منحوس نہیں البتہ طاق عدد ۱۔ ۳۔ ۵۔ ۷ وغیرہ متبرک و پسندیدہ ہیں۔ بعض مسلمانوں میں مخصوص اعداد کی نحس ہونے کی جو وجوہات ہیں وہ غیر مسلموں کے اثرات اور ناخواندگی ہے۔ ہندومت میں ایک جنس کے تین بچوں کی پیدائش کے بعد دوسری جنس کے بچے کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں۔ آٹھواں بچہ اگر بیٹا ہو تو نہایت نامبارک خیال کرتے ہیں۔ علاوہ

ازیں اہل مغرب دعوت کے موقعوں پر ۱۳ ویں کرسی پر نہیں بیٹھتے۔ وہم یہ کہ جو شخص ۱۳ نمبر کی کرسی پر بیٹھے گا وہ چند دنوں میں مر جائے گا۔ یہودا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ۱۳ واں حواری تھا جس نے آپکی مخبری کی تھی۔۔۔۔ اس کے بعد خاص طور سے عیسائی دنیا میں یہ ہندسہ نحس سمجھا جانے لگا۔ ایران میں آج بھی گنتی کرتے ہوئے ۱۳ نہیں کہتے بلکہ دوازدہ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایران میں ۱۲ کے ہندسے کو غیر معمولی قوت اور برکت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ بعہد حاضر کچھ مسلمان ۳ کے عدد کو منحوس سمجھتے ہیں۔ تین کی نوبت اور باری آئے تو کہتے ہیں "ترائے کڈی زون" ۲ کر لو یا چار۔ راقم الحروف ایک آدمی کے چہلم میں گیا تو وہاں معلوم ہوا کہ جس متوفی کا آج چہلم ہے اس کی وفات کو ابھی ۳۵ دن گزرے ہیں۔ اس کے بیٹوں سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے آپ کے والد کی وفات کو ابھی ۳۵ دن گزرے ہیں اور آپ نے چہلم کی محفل منعقد کر دی؟ کہنے لگے اگر چالیس دن پورے کرتے تو پھر تین چاند اکٹھے ہو جاتے یعنی ایک ماہ میں وفات، دوسرا خالی اور تیسرے ماہ میں چالیسواں تو میں نے کہا اگر تین چاند ہو جاتے تو پھر کیا ہو جاتا؟ جواب دیا بزرگ کہتے چلے آئے ہیں کہ "ترائے جن اکٹھے چنگے نہیں ہوندے اس طرح چالیسواں ترائے چنان بنڑ وایندا"

یعنی ایک کام کیلئے تین ماہ کا جمع ہونا اچھا نہیں ہوتا اور اس طرح ہمارے والد کا چالیسواں تین چاند والا بن جاتا۔ میں نے اسے ازراہ تفہیم کہا کہ آپ تین بھائی ہیں، یا چالیس دن پر ختم چہلم کراؤ یا تیسرے بھائی کا انتظام کرو۔ وہ بھی اچھا نہیں کڈی ہے۔ جھنگ کے بعض علاقوں میں تین کے عدد کو اس قدر نامبارک خیال کرتے ہیں کہ مٹھائی لیتے ہوئے بھی تین دانے نہیں لیتے اور ساتھ کہتے ہیں "ترائے کا تریں ہوندان"

۳ کے عدد کو منحوس سمجھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رافضیوں کا پاکستان کے جن علاقوں میں غلبہ ہے وہ خلفاء ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے تین کے عدد کو بہت منحوس سمجھتے ہیں۔ ایک عورت جو کہ صحیح العقیدہ تھی شوئ قسمت سے اس کا خاوند رافضی ہو گیا۔ اس نے بیوی سے کھانا مانگا اتفاقاً اس نے تین روٹیاں آگے رکھ دیں۔ وہ سخت غصہ میں آ گیا اور روٹیاں پھینک دیں۔ عورت اس کی خباثت جان گئی اور کہنے لگی کہ تم تین بھائی ہو، تمہارے باپ تین بھائی تھے، تمہاری ماں کی تین بہنیں تھیں، تیرے باپ کی تین بہنیں تھیں، کیا

صرف تین روٹیاں ہی منحوس ہیں یا تیرا سارا خاندان بھی منحوس ہے۔

حقیقت حال یہ ہے تین کا عدد طاق ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی یہ عدد پسند ہے۔ عبادات کے سلسلہ میں کافی مقامات پر تین اور دوسرے طاق اعداد مقبولیت کا درجہ رکھتے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اَللّٰہُ وِتْرٌ وَّیُحِبُّ الْوِتْرَ۔ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو محبوب رکھتا ہے۔ ۲۵ اس حدیث مبارک سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ باقی طاق اعداد کی طرح تین کا عدد بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیُصَلِّیْ عَلَیْہِ ثَلٰثَۃُ صُفُوْفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا اَوْجَبَ۔

جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز (جنازہ) پڑھیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت کا حقدار بنا دیتا ہے۔ ۲۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو شخص جنازہ کے پیچھے چلا وَحَمَلَھَا ثَلٰثَ مِرَارٍ۔ اور میت کو تین مرتبہ کندھا دیا تو مرنے والے کا، اس پر جو حق تھا اس نے ادا کر دیا۔ ۲۷

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے تو اس کا رکوع مکمل ہوگیا۔ اور جب سجدہ کرے اور سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے تو تحقیق اس کا سجدہ مکمل ہوگیا اور تین مرتبہ پڑھنا اقل درجہ ہے۔ ۲۸

نماز مغرب میں فرضوں کی رکعتیں تین ہیں اور نماز وتر کی رکعتوں کی تعداد بھی تین ہے۔

میت اگر مرد ہو تو اسے تین کپڑوں میں کفن دیا جاتا ہے جب کہ قبر میں میت سے بھی تین سوال ہونگے۔

اس ضمن میں اور بھی حقائق پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن امکان غالب ہے کہ تین کے عدد کو نا مبارک یا منحوس خیال کرنا کس قدر جہالت پر مبنی ہے اور اس طرز فکر سے گریز کس قدر ضروری ہے۔

حوالہ جات باب ۴

1	مشکوٰۃ	392	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
2	مراۃ	219/6	مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
3	مدارج النبوۃ	62/2	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور
4	مراۃ	219/6	مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
5	تفسیر روح المعانی	121-22/27	علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
6	حاشیہ تحفہ نصائح	98	عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ قادریہ لاہور
7	رفیق الفقراء والحسان	347	مفتی محمد رفیق الحسنی	جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم کراچی
8	تفسیر روح المعانی	121/27	علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
9	〃	120	〃	〃
10	〃	120	〃	〃
11	حاشیہ تحفہ نصائح	47	عبدالرحمن	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
12	اشعۃ اللمعات	620/3	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
13	ماہنامہ اہلسنت 23 اپریل 2002ء	23		نیک آباد گجرات
14	ما ثبت بالسنۃ	51	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ جمال کرم لاہور
15	مشکوٰۃ		ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
16	ما ثبت بالسنۃ	52	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ جمال کرم لاہور
17	حاشیہ تحفہ نصائح	34	عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ قادریہ لاہور
18	حاشیہ تحفہ نصائح	46	عبدالرحمن	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
19	〃	〃	〃	〃
20	〃	〃	〃	〃
21	رفیق العلماء والاعلام	233	مفتی محمد رفیق الحسنی	جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم کراچی
22	〃	〃	〃	〃
23	〃	〃	〃	〃
24	فتاویٰ فیض الرسول / فتاویٰ فیضیات	260/2	مفتی جلال الدین امجدی	شبیر برادرز لاہور
25	المستدرک	410/1	حافظ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
26	مشکوٰۃ	147	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	〃
27	〃	146	〃	〃
28	〃	83	〃	〃

باب ۵

جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات

جہلاء عرب، ہندو، وحشی قبائل، قدیم مصری، قدیم یونانی، رومن، مغول، تاتار، قدیم ایتھنز کے باشندگان اور ایسے مسلمان جو تعلیمات اسلامی سے محروم رہے اور ان پر غیر مسلموں کا تسلط رہا۔ سب کے نزدیک جانوروں کا وجود، رہائش، مخصوص اوقات میں بولنا اور سامنے آنا غرضیکہ چوپاؤں اور پرندوں کی نقل و حرکت گونا گوں اوہام اور بدشگونی سے عبارت ہیں۔

اہل عرب جب کام کو جاتے تو کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑاتے۔ اگر وہ داہنی طرف اڑتا تو سمجھتے کہ ہمیں کامیابی ہوگی، دوران شکار اگر شکاری جانور دائیں طرف سے نظر آتا تو نیک فال لیتے ۔۱ بائیں طرف نظر آتا تو بدفال لیتے نیز ہرنوں اور پرندوں کو چھوڑ کر یوں نیک فال اور بدشگونی لیتے کہ اگر ہرن اور پرندہ دائیں طرف جاتا تو اسے متبرک سمجھتے، بائیں طرف جاتا تو منحوس گردانتے ۔۲ کوّے کو ابو زاجر (شگون کا باپ) کہتے اور اسکی اڑان سے فال لیتے۔ عربوں کے خیال کے مطابق کوا دو چاہنے والوں کو جدا کر دیتا تھا اس لیے اسے غراب البین (جدائی کا کوا) کہتے۔ ۳ جنات سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے گلے میں خرگوش کا ٹخنہ لٹکاتے۔ بچوں کے گلے میں لومڑی کے دانت بھی اسی مقصد کے تحت لٹکائے جاتے تھے۔ قدیم عربوں کے نزدیک کبوتر وصال، خوشی اور امن کی علامت تھی۔ ۴

ہندومت کے ماننے والوں میں بھی بہت سے اوہام و شگون اور ٹونے ٹوٹکے مروج تھے۔ آج بھی ان کی بہت سی صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ ہندو مور کو نہایت مقدس مانتے ہیں۔ ایک ایرانی سوداگر نے مور کا شکار کیا تو ہندوؤں نے اس کو جان سے مار ڈالا۔ سانپ کو مارنا پاپ سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی برہمن کسی حائضہ عورت، زچہ، نعش یا ہڈی کو چھو کر ناپاک ہو جائے تو گائے کو چھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ آج بھی پاک ہونے کیلئے برہمن گائے کا دودھ، دہی، گھی، پیشاب اور گوبر ملا ہوا پیتے ہیں۔ ۵

بدھ مت کے مقلدین کے نزدیک شیر اور ریچھ بہادری، گیدڑ اور لومڑی دانائی و سیاست دانی، کوئل عشق و محبت، کوا، اُلو اور گدھا نحوست میں خاص پایہ رکھتے ہیں۔ ۶

قدیم ایتھنز میں اُلو کو دانش اور خرد کی علامت سمجھا جاتا تھا اور سکہ پر اس کا نقش کندہ کیا جاتا تھا۔ ۷

قدیم مصری جن جانوروں کو مقدس مانتے ان کے لیے گراں قدر قیمتی مندر تعمیر کرتے۔

ایران میں گھوڑے کا سُم نظر بد سے بچنے کے لیے آج بھی دروازے پر لٹکاتے ہیں اور ٹرکوں کے پیچھے باندھتے ہیں۔8

قدیم یونان اور روما میں گدھ، باز اور عقاب کی اڑان سے فال لیتے تھے۔ یونان اور ایران میں دستور تھا کہ جب کوئی سورما لڑائی میں مارا جاتا تو اس کے گھوڑے کو اسی کے ہتھیاروں سے سجا کر اسکا جلوس نکالتے اور اس کے پیچھے ماتم کرتے ہوئے جاتے تھے۔ کلیسائے روم والے مینڈک کو غیر معمولی قوت کا مالک سمجھتے ان کے مطابق کسی سوئی ہوئی عورت کی چھاتی پر مینڈک کی زبان رکھی جائے تو وہ اپنے سارے راز اگل دیتی تھی۔9

آریہ قوم ہر گھوڑے کو مقدس مانتی تھی، جبکہ رومی ہد ہد کو مقدس سمجھتے تھے۔ مغول اور تاتار بھیڑ، بکری کی ہڈی سے اکثر فال لیا کرتے تھے۔ جب بھی پلاؤ میں کسی بکرے یا بھیڑ کے شانہ کی ہڈی ثابت وسالم نکل آتی تو اسے نہایت غور سے دیکھتے گویا کہ کوئی تحریر پڑھ رہے ہیں اور غیب کی خبر دیں گے۔ آج بھی ایران میں اسکا رواج ہے اسے شانہ بینی یا فال شانہ کہتے ہیں۔10

قدیم زمانہ سے جادوگر اپنے ٹونوں ٹوٹکوں میں خرگوش، مینڈک، ہد ہد، اُلو، کالی مرغی اور مرغ، کوے اور کالی بلی وغیرہ کی ہڈیوں، پنجوں، خون اور پروں سے کام لیتے رہے۔11

بعہد حاضر بعض مسلمان کوے، الو، گیدڑ، بھینس وغیرہ سے نیک فال اور بدشگون لیتے ہیں اور انکی رہائش اور آواز کو نہایت ہی منحوس اور آفت ومصیبت نازل ہونے کا خطرہ خیال کرتے ہیں۔

کتّا! اگر غوغو (اروڑی) کرے، رونے کی طرح آواز نکالے، کتا زیادہ تر ایسی آواز رات کے وقت نکالتا ہے۔ کتے کی ایسی آواز کو بہت ہی خطرناک خیال کیا جاتا ہے۔ موت یا حادثہ پیش آنے کا شگون لیا جاتا ہے اور کچھ لوگوں کے وہم کے مطابق کتے کی ایسی آواز مصیبت اور بلا لاتی ہے۔ اس لیے اس کو ٹالنے کے لیے ایسی آواز نکالنے پر کتے کو بھگاتے ہیں اور پٹائی بھی کرتے ہیں اگر پھر بھی باز نہ آئے تو جان سے مار ڈالتے ہیں۔

اُلو! الو کی رہائش بہت منحوس سمجھی جاتی ہے اور اس سے یہ بدشگون لیتے ہیں کہ الو جہاں رہائش اور گھر بنالے وہ جگہ ویران اور برباد ہو جاتی ہے۔ الو جہاں بھی نظر آئے اسے فوراً ہی مار دیا جاتا ہے تا کہ اس کی آواز اور رہائش سے رستہ بستہ گاؤں ویران نہ ہو جائے۔

گیدڑ! گیدڑ کے متعلق یہ وہم ہے اگر اہم کام پر جانے والے کے سامنے راستہ پر گیدڑ نظر آجائے تو فتح اور کامیابی کی فال ہے۔ نیز بلی کے سامنے گزرنے سے ناکامی کی فال لی جاتی ہے اور لومڑی سامنے گزرنے سے کامیابی گمان کرتے ہیں۔

کوا! کوے کی طرف بھی ایک غیب بینی موسوم کی جاتی ہے۔ اگر کوا حویلی یا منڈیر، مکان کے کونہ اور صحن میں لگائے ہوئے درخت پر بیٹھ کر ایک مخصوص آواز میں مسلسل کائیں کائیں کرے تو کسی مہمان کی یا رشتہ دار کی آمد کا وہم کیا جاتا ہے۔ ضیافت کو بوجھ سمجھنے والے اس کو اڑانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ نہ کوا بولے اور نہ مہمان آئے۔

مرغی! اگر بجائے مرغ کے مرغی بانگ دے تو اس مرغی کو نحوست اور غیر متبرک گمان کیا جاتا ہے اور اسکو اس جرم کی پاداش میں ذبح کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ نیز اگر مکان کے دروازے کے سامنے لیٹ کر پھڑ پھڑائے تو کوے کی طرح مہمان کی آمد کا شگون لیا جاتا ہے۔

بھینس! جس بھینس کے سینگ بجائے اوپر کے نیچے کی طرف لٹکے ہوئے ہوں اور نسبتاً لمبے ہوں تو مقامی زبان میں ایسی بھینس کو "مینڑھیں" کہتے ہیں۔ ایسی بھینس کو نہایت ہی متبرک، دعا گو اور مالک کے لیے نفع بخش خیال کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایسی بھینس اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگتی ہے کہ اے اللہ میرے دائیں بائیں اتنی بھینسیں بھیج کہ میں ان میں چھپ جاؤں اور میرا یہ عیب نظر نہ آئے۔

ہیجڑا! بھیڑ، بکری کا اگر ایسا بچہ پیدا ہو جس میں نر و مادہ کی علامات مخلوط ہوں تو کچھ مالدار ایسے جانور کو فقیر کہتے ہیں اور اسکا بیچنا بھی نامناسب سمجھتے ہیں بلکہ صدقہ وخیرات کر دیتے ہیں۔ اگر جانور کا زیریں جبڑا نسبتاً بالائی جبڑے سے چھوٹا ہو تو ایسے جانور کو "سوتی" کہتے ہیں اور اسے منحوس خیال کرتے ہیں اس لیے دوسرے جانوروں کی نسبت کم ریٹ پر فروخت کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ اس کے الٹ گمان کرتے ہیں کہ بھینس کی طرح یہ بھی اپنے ماحول میں جانوروں کی کثرت کی دعا کرتا ہے۔

حالانکہ جانوروں کے متعلق ایسے عقائد رکھنا کہ انکی رہائش، بولنا اور سامنے آنا نحوست ہے یا ناکامی ہوگی، کوئی مصیبت واقع ہوگی یا حادثہ پیش آئیگا۔ ایسے نظریات اور توہمات کی اسلام نے نفی کی ہے اور ایسے عقائد رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ نبی اکرام ﷺ نے فرمایا عیافہ، طرہ اور طرق بت پرستی ہے۔[12] عیافہ جانوروں سے فال لینا، طرق پرندے کا اڑانا اور عیافہ لکیر کھینچنے کو بھی کہتے ہیں۔ طرق کنکریاں مارنے کو کہتے ہیں۔ مصیبت اور واقعہ کے پیش آنے کا سبب کتے کی بھونک نہیں ہوسکتی کیونکہ مصیبت اور بلا آنے کی وجہ یا تو گناہ ہوتے ہیں یا اللہ تبارک وتعالیٰ کی آزمائش اور ناراضگی۔ بہرحال آنے والی مصیبت صدقہ، خیرات، توبہ و استغفار اور صالحین کی دعاؤں سے تو ٹل سکتی ہے، کتے کو مارنے یا بھگانے سے نہیں رک سکتی۔

الو کے متعلق بھی ایسے خیالات رکھنا کہ جہاں بیٹھتا ہے وہ مکان ویران ہو جاتا ہے اور نحوست اس کے ساتھ رہتی ہے۔ ایسے توہمات غیر مسلموں کے اثرات ہیں۔ حالانکہ الو اولاً ایسی جگہ اپنا گھونسلہ اور گھر بناتا ہے جو پہلے ہی اجڑا ہوا اور ویران ہو۔ الو کی رہائش اور آواز سے وہ جگہ ویران نہیں ہوتی بلکہ پرندے جبلتی طور اپنے لیے مختلف انواع کے ٹھکانے منتخب کرتے ہیں بلبل باغ اور پھولوں میں، الو ویران اور کھنڈرات میں گھر بناتا ہے۔ جو جگہ الو کے بسنے سے پہلے ویران ہو چکی ہے وہ نقصان اور ویرانی کسی اور الو کے کھاتے میں ڈالنی مناسب ہے نہ کہ الو پرندہ کے کھاتہ میں۔

مرغی کے متعلق یہ وہم کیا جاتا ہے کہ اگر مرغی اذان دے تو یہ نحوست ہے یہ بالکل نادرست بات ہے کیونکہ جانور غیر مکلف ہیں اگر نر جانور کا کام مادہ سرانجام دے تو اس کے لیے اتنی سزا روا نہیں کہ اسے ذبح کردیں البتہ مرد کا منصب اگر عورت سنبھالنے کی کوشش کرے تو اسے معافی نہیں۔ حیرت کی بات ہے اگر ایسی مرغی نحوست ہے تو ایسی نحوست کو بھگانا چاہیے نہ کہ ذبح کر کے اسے کھانا۔ نحوست کو کھانا اور لقمہ بنانا کہاں کی نیک بختی ہے؟ ایسی مرغی کو اگر ہضم کرنا نحوست نہیں تو اس کا جینا اور صحن میں رہنا بھی نحوست نہیں۔

بھینس کے متعلق بھی یہ محض خیال ہے۔ کافی مالداروں کے پاس ایسی ایک ایک بھینس دیکھی جو مرتے دم تک ایک ہی رہی دوسری نہ آئی۔ بہرحال پرندہ ہو یا جانور ہو بلاوجہ اسے جان سے مارنا اور بھگانا جائز نہیں بلکہ جانوروں کی حفاظت اور خدمت انسانوں کے ذمہ ہے راقم الحروف کی نظر سے ایک روایت بھی ایسی نہیں گزری کہ نبی اکرم ﷺ نے جانوروں اور پرندوں کو مارنے اور بھگانے کا حکم دیا ہو، یا فرمایا ہو، کہ فلاں فلاں پرندے کی آواز مصیبت لانے والی ہے اسے سرے سے قتل کر دو۔ البتہ سرکش گھوڑے کے متعلق فرمایا کہ اگر نحوست ہوسکتی ہے تو گھوڑے میں۔ اور گرگٹ (چھپکلی)

کے مارنے کے متعلق بھی فرمایا کہ اس کے مارنے میں ثواب ہے۔[13] علاوہ ازیں جتنے جانور ہیں اگر ایذا اور تکلیف پہنچائیں تو پھر انکے مارنے میں کوئی مضائقہ نہیں جس طرح کہ الو کی سرشت ہے کہ انسان کی چوٹی کو چونچ سے کاٹتا ہے تو ایسی صورت میں اسے جان سے مارنا جائز ہے نہ کہ اس بناء پر کہ یہ نحوست ہے۔

جانوروں پر شفقت اور خدمت کرنے کے متعلق مرویات:

جانوروں کی خدمت کرنا اور انکی حفاظت کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عہدہ نبوت عطا کرنے سے قبل جانوروں کی خدمت کرنے سے آزمایا جب انہیں جانوروں اور بکریوں پر شفقت کرنے والا پایا تو منصب نبوۃ عطا فرمایا کہ یہ نفوس جب جانوروں پر اتنے رحیم وکریم ہیں تو اشرف المخلوقات انسانوں پر کس قدر شفیق ہونگے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! مَامِن نَّبِيٍّ اِلاَّ وَ قَدْ رَعٰی۔ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ نے بھی چرائی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔[14]

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی انبیاء علیہم السلام سے بکریاں چروانے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جاننے کے باوجود بھی انبیاء علیہم السلام کو اس ذمہ داری اور خدمت سے آزمایا کہ یہ نفوس قدسیہ میری مخلوق، جانوروں پر کس قدر شفیق ہیں؟ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جانوروں اور بکریوں پر رحم وشفقت کرتے ہوئے پایا تو انہیں منصب نبوۃ عطا فرمادیا۔[15]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تو نے مجھے کس وجہ سے اپنا کلیم اور صفی بنایا؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تو نے میری مخلوق پر ترس کیا تو میں نے تجھے نبی بنادیا۔ تو ایک مرتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرا رہا تھا تو اسی دوران ایک بکری ریوڑ سے بھاگ گئی۔ تجھے اس بکری کی تلاش اور پکڑنے میں مشقت اور تکلیف پہنچی۔ جب تو نے اس بکری کو پکڑا تو اسے اپنی گود میں لے لیا اور اسے کہا اے مسکینہ! تو نے مجھے بھی تھکایا اور اپنے آپ کو بھی تھکا ڈالا۔ تو میں نے تجھے اپنی مخلوق (ایک بکری) پر شفقت کرنے کی وجہ سے نبوۃ عطا کردی۔[16]

جب نبی اکرم ﷺ دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ فتح مکۃ المکرمہ کے لیے مدینہ شریف سے روانہ ہوئے تو اسی دوران ایک جگہ پر کتیا دیکھی جس نے ابھی بچے جنے تھے اور وہ اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس خیال سے کہ کوئی آدمی اس کتیا اور اس کے بچوں کو اذیت نہ پہنچائے اپنے ایک صحابی جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کرے اور اس کے پاس کھڑا رہے تاکہ اس لشکر کا کوئی فرد کتیا اور اس کے بچوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ ۱۷

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو فقط اس وجہ سے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا نہ اسے کھانا دیا اور نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ مرگئی۔ ۱۸

آپ ﷺ نے فرمایا ایک فاحشہ اور بدکارہ عورت کی مغفرت اور بخشش اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے ایسا کتا دیکھا جو شدت پیاس سے قریب المرگ تھا تو اس نے اپنا جوتا اتار کر، دوپٹہ سے باندھ کر کنویں میں لٹکایا اور کتے کے لیے پانی نکالا۔ ۱۹

فقہاء کرام نے ایک تجزیہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے نماز کے لیے وضو کرتا ہے اور اس کے ساتھ کتا بھی ہے، پانی فقط اتنا ہے کہ اگر وضو کرتا ہے تو پانی کتے کے لیے نہیں بچتا کتا پیاس سے مرجائیگا۔ تو اب اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وضو جیسے فریضہ کو معطل کردے پانی کتے کو پلائے یا اس کے لیے رکھ دے اور تیمم کرکے نماز ادا کرلے بشرطیکہ غسالہ کا جمع کرنا متعذر ہو۔ ۲۰

امیر ناصر الدین سبکتگین جس وقت ملازم تھا اس کے پاس فقط ایک گھوڑا تھا جس پر سوار ہوکر جنگل میں گھوما کرتا تھا اور جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا چنانچہ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک ہرنی مع بچے کے جنگل میں چر رہی ہے۔ سبکتگین نے اسے دیکھتے ہی گھوڑا دوڑایا اور ہرنی کے بچے کو پکڑلیا۔ بچے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اپنی زین سے باندھ دیے اور شہر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ کچھ دور ہی گیا ہوگا کہ اس نے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہرنی پیچھے چلی آرہی ہے اور اس کی صورت اور حرکات سے پریشانی اور رنج کا اظہار ہورہا ہے یہ عالم دیکھ کر سبکتگین کو اس بے زبان جانور پر بہت رحم آیا اور بچے کو چھوڑ دیا۔ ہرنی اپنے بچے کی رہائی سے بہت خوش ہوئی اور بچے کو ہمراہ لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ تھوڑی تھوڑی دور چل کر سبکتگین کی طرف مڑ مڑ کر دیکھ لیتی تھی جیسے اپنی خوشی کا اظہار کررہی ہو۔ جس دن کا یہ

واقعہ ہے اسی رات کو سبکتگین نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ اے ناصر الدین تو نے ایک بے زبان جانور پر رحم کیا ہے وہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں بہت مقبول ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے صلے میں تجھے چاہیے کہ یہی طریق اختیار کرے اور کبھی رحم کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ۲۱
ایک شخص کی فقط اس وجہ سے مغفرت کی گئی کہ اس نے سخت سردیوں میں بلی کا ایک ایسا بچہ دیکھا جو سردی سے کانپ رہا تھا اور گلی میں دائیں بائیں دیواروں کے سہارا لگنے کے لیے گھوم رہا تھا تو اس نے اسے اٹھا کر اپنی گرم آستین میں داخل کرکے اس کی جان بچالی۔

جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دینا:

کسی جانور کو ستانا، بلاوجہ اذیت پہنچانا، طاقت سے زیادہ کام لینا اور بھوکا پیاسا رکھنا حرام اور گناہ ہے بعض لوگ جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے بہت تکلیف دیتے ہیں۔ جانوروں کو آرام سے پکڑ کر زمین پر گرانے کے بجائے ایک ہی آدمی جانور کے سر کو پکڑ کر یوں مروڑتا ہے کہ جانور خود بخود گر جاتا ہے اور ساتھ ساتھ گردن بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ ایسی سنگدلانہ حرکت کو بہادری سمجھا جاتا ہے کہ جس جانور کو نو دس آدمی مشکل سے گراتے ہیں فلاں ذابح تنہا گرا سکتا ہے اور ذبح کرلیتا ہے۔ جانور گرانے کے بعد قبلہ شریف کی طرف صحیح رخ کرنے کے لیے سنگلاخ اور سخت زمین پر گھسیٹنے سے بھی گریز نہیں کرتے، جانور کو اپنی ماں کے سامنے اور ماں کو اپنے بچے کے سامنے ذبح کرنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے علاوہ ازیں اگر گائے وغیرہ حاملہ نہ ہوتی ہو تو ''ہن'' ملانے کے بعد اسکے پیشاب کے مقام کو گرم درانتی اور چھری سے جلایا جاتا ہے۔ کئی نیم حکیم بانجھ گائے وغیرہ کا علاج یوں بھی کرتے ہیں کہ پیشاب کے راستے میں سروٹ داخل کرکے پھیرتے ہیں اور سنگریزہ (روڑ)، نمک اور لال مرچ داخل کرتے ہیں۔ جن لوگوں کے ہاں جانوروں کا گلہ ہوتا ہے خاص طور پر اونٹ اور گائے کا تو وہ لوگ جانور کے چہرہ، گردن اور ران پر بطور شناخت یوں نشان لگاتے ہیں کہ جانور کا چمڑا اور گوشت جل جاتا ہے، اگر ایک جانور کو مخصوص گھاس سے نفرت ہو تو گھاس نہ کھانے پر مالک جانور کو گالیاں بھی دیتا ہے اور پٹائی بھی کرتا ہے حالانکہ خود وہ آدمی کئی قسم کے کھانوں سے نفرت کرتا ہے اور اسکے مالک حقیقی کی طرف سے کوئی گرفت نہیں ہوتی۔

بعہد ماقبل نصف صدی میانوالی سے مظفر گڑھ تک، دریائے چناب اور سندھ کے مابین اتنا

صحرا اور جنگل تھا کہ ہرن بکریوں کے ریوڑوں کے طرح تھے۔ اس عظیم صحرا میں ہمارے ابو بھی چار دھائی تک مویشی سدھاتے رہے انکے بقول اسوقت کچھ سنگدل اور وحشی لوگ جانوروں پر جو ظلم و ستم کرتے تھے اسکی مثال فی زمانہ ملنی مشکل ہے۔ جو واقعات والد صاحب ہمیں سناتے ہیں ان میں سے دو واقعات نذر قارئین ہیں۔

اس جنگل میں بسنے والے کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ غریب الوطن لوگوں کے زندہ اونٹوں کے کوہان سے چربی اور گوشت نکال کر کھانا روا سمجھتے تھے۔

ہرنوں کی اتنی کثرت تھی کہ ہرنیوں کے چھوٹے چھوٹے بچے (بک) اپنی ماں کا دودھ پینے کے بعد سایہ دار درخت، پودے اور بوٹے کے سایہ میں نیند کی حالت میں آسانی کے ساتھ کثرت سے میسر ہو جاتے، کئی سنگدل اور ظالم چرواہے ان بچوں کو پکڑ کر رسی اور چاقو نہ ہونے کے باعث انکی ٹانگیں اپنے گھٹنوں پر رکھ کر یوں توڑتے تھے جس طرح کہ باریک، خشک اور لمبی لکڑیوں کو چولہے میں ڈالنے کے لیے کلہاڑی نہ ہونے کی وجہ سے گھٹنے پر رکھ کر توڑا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس شکستہ ٹانگوں والے ہرن کو وہاں پر چھوڑ کر چرواہے بھیڑ، بکریاں چرانے کے لیے چلے جاتے تھے، وہ بچہ سارا دن تڑپتا اور چیختا رہتا، انکی مائیں گھاس چرنے اور پانی پینے کے بعد جب انہیں دودھ پلانے کے لیے واپس آتیں تو ان پر جو صدمہ اور دکھ گزرتا وہ ایسا ہوتا جس طرح کہ ایک انسان کی ماں اپنے معصوم بچے کے حادثہ پر دیکھتی ہے۔ چرواہے واپسی پر ان بچوں کو اٹھا کر اپنے گھر لے آتے اور ذبح کر کے شام کا سالن پکاتے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ اونٹوں اور ہرنی کے بچوں پر اس طرح ظلم و ستم کرنے والوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بوقت موت کئی روز تک بعینہٖ ہرن کے بچے اور دردزدہ اونٹوں کی طرح وہ دھاڑیں مار مار کر اور چیخ چیخ کر اس دنیا سے روانہ ہوئے۔

بعہد حاضر بھی جانوروں پر ظلم و ستم کے بعض دفعہ دل سوز واقعات موصول ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی آدمی نے اپنے مخالف اور دشمن کے جانوروں کے باڑے کو نذر آتش کر دیا یا گھاس پر زہریلی دوائی چھڑک دی اور کئی بار ایسا کر گزرنے سے خوف نہیں کرتے کہ قربانی کے موقع پر خوبصورت، قیمتی مینڈھے کے کان کاٹ لیے تاکہ مالک کو زیادہ پیسے نہ ملیں۔ کئی مرتبہ لوگ سرکاری جنگلات کو آگ لگا دیتے ہیں جس میں ان گنت جانور اور انکے بچے جل جاتے ہیں۔ بہر حال جانوروں پر ظلم و ستم کی ایک

طویل فہرست ہے۔ کسی وجہ سے بھی جانور کو ستانا اور تکلیف دینا روا نہیں۔ عضو کاٹنا، گرم لوہے سے داغنا، گالیاں دینا، چہرے پر مارنا، شرع شریف میں اس کی ممانعت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے افعال سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ گدھا رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے اس کے چہرے پر داغ لگایا ہے۔ ۲۳

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص کسی جاندار کو لٹکا کر اس پر نشانہ لگائے وہ لعنتی ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں بھلائی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، چھری تیز کرو اور ذبیح کو راحت پہنچاؤ۔ ۲۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ ایک چیونٹی نے ایک نبی علیہ السلام کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کے مسکن کو جلا دینے کا حکم دیا چنانچہ وہ جلا دیا گیا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نبی علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا مگر تم نے ایک ایسی امت کو جلا دیا جو (اللہ تعالیٰ) کی تسبیح کر رہی تھی۔ ۲۵

کلام حیوانات:

جانوروں اور پرندوں کی مختلف حالات میں صوتی کیفیات گوناں گوں اور متنوع رہتی ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی خاص ذکر اور وظیفہ میں مصروف ہیں، جب باہم محبت میں ہوں تو انکی آواز اور ہوتی ہے، جب ایک دوسرے سے لڑیں تو اور آواز ہوتی ہے، جب کوئی انہیں شکار کر رہا ہو تو اس وقت انکی آواز حال زاری پر دلالت کرتی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اظہار خیال کے لیے وسیع پیمانے کی قوت نطق عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا جانوروں اور پرندوں کے مسلسل آوازیں نکالنے سے رنجیدہ

خاطر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی انہیں گالیاں دینی چاہئیں اور نہ ہی مارنا مناسب ہے۔ ممکن ہے جب آپ انہیں ماریں یا گالیاں دیں تو وہ اس وقت کسی خاص تسبیح اور ذکر سے لطف اندوز ہو رہے ہوں۔ اور نہ ہی انکی آواز کو نحس خیال کرنا چاہیے اور نہ حادثہ یا موت آنے کا سبب سمجھنا چاہیے چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: اِذَا صَاحَتِ الْهَامَةُ فَقَالَ اَحَدٌ يَمُوْتُ رَجُلٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ كُفْرًا ۔ یعنی جب الو نے آواز نکالی تو ایک آدمی نے کہا کوئی شخص مرجائیگا تو بعض نے کہا یہ کفر ہے۔ مگر یہ حکم الو کی آواز کیساتھ خاص نہیں بلکہ کسی بھی جاندار کی آواز پر اس طرح کہنا کفر ہوگا۔ بہر حال جانوروں اور پرندوں کی آوازیں نہ تو نحوست پھیلانے والی ہیں اور نہ بدبختی لانے والی ہیں بلکہ اکثر طور پر تو غافل انسان کے لیے نصیحت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر ہوتی ہیں۔ افادۂ عام کے لیے چند حیوانات کی گفتگو اور کلام ذکر کی جاتی ہے۔

مرغ: مرغ کی اکثر وبیشتر آواز اور کلام یہ رہتی ہے: اُذْكُرُ اللهَ يَا غَافِلُوْنَ۔

اے غفلت میں رہنے والے اپنے پروردگار کو یاد کرو۔ نیز مرغ کو جس وقت فرشتہ نظر آتا ہے تو اس وقت بھی آواز نکالتا ہے۔ صبح کو جب مرغ اپنے غافل مالک کو جگانے کے لیے بار بار آوازیں نکالتا ہے تو کئی لوگ اس کی آواز سے تنگ دل ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نیند اور آرام میں خلل انداز ہو رہا ہے۔ تو دوسرے دن مرغ کی رہائش اور مسکن سے دور اور ہٹ کر چارپائی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ کل اس نے (صبح کی نماز کے وقت) ہمیں جگا دیا تھا اور بے چین کیا تھا اب اس سے دور سوتے ہیں تا کہ صبح کے وقت اسکی آواز سے آنکھ نہ کھلے حالانکہ بہتر تو یہ ہے کہ غافل، بے نمازی اور لمبی نیند سونے والے مرغ کے آس پاس چارپائی ڈالیں تا کہ صبح کی نماز قضا نہ ہو اور اس نحوست سے بچ جائیں۔

تیتر: تیتر کہتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عرش کا مالک ہے۔

مور: مور انسان وغیرہ کو یوں نصیحت کرتا ہے كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

ہدہد: ہدہد کہتا ہے مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔

چنڈول: چنڈول کہتی ہے اَللّٰهُمَّ الْعَنْ مُبْغِضَ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔ اے اللہ: رسول اللہ ﷺ اور انکی آل سے بغض رکھنے والے کو اپنی رحمت سے محروم فرما۔

گدھ: گدھ کی زبان پر یہ کلمات جاری وساری رہتے ہیں۔ يَا ابْنَ آدَمَ عِشْ مَاشِئْتَ آخِرُكَ

الْمَوْتُ۔ اے انسان جس قدر دل چاہے جی لے آخر تجھے موت آنی ہے۔

باز: باز کہتا ہے فِي الْبُعْدِ مِنَ النَّاسِ اُنْسٌ۔ لوگوں سے دور رہنے میں راحت ہے اور محبت (بڑھتی) ہے۔

طیطویٰ: کہتا ہے كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ۔ ہر زندہ نے مرنا ہے اور ہر نئے نے پرانا ہونا ہے۔

طوطا: طوطا اس گفتگو میں مگن رہتا ہے۔ وَيْلٌ لِّمَنِ الدُّنْيَا هَمُّهٗ۔ جس نے دنیا کا ارادہ کیا اس کے لیے ہلاکت ہے۔

سنگورہ: یہ نصیحت کرتا ہے: جو خاموش رہا اس نے نجات پالی۔

فاختہ: فاختہ کا یہ ذکر ہے: يَا لَيْتَ ذَا الْخَلْقِ لَمْ يُخْلَقْ۔ کاش مخلوق پیدا نہ کی جاتی۔

زرزور: یہ بھی ایک قسم کا پرندہ ہے جو قدرے چڑیا سے بڑا ہوتا ہے اسکا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فقط یہی سوال ہوتا ہے۔ اللھم انی اسئلك قوت یوم بیوم یا رزاق۔ اے روزی رساں میں تجھ سے فقط ایک دن کے رزق کا سوال کرتا ہوں۔

الو: چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی کلام سمجھنے کی تعلیم دی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تھے۔ ان میں سے زیادہ تر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیوانات اور پرندوں سے بات کرنے کی روایات ملتی ہیں۔ میری نظر سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی الو کے ساتھ گفتگو کی جو روایت گزری ہے وہ دیگر حیوانات اور پرندوں سے کلام کرنے کی روایات اور واقعات سے زیادہ تفصیل کی حامل ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین میری نظر سے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں کے اندر جو نادر واقعہ گزرا ہے کیا میں تم کو وہ نہ بتاؤں؟

الو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا نبی اللہ تو آپ نے جواب دیا وعلیک السلام (یہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی شان ہے کہ الو کو بھی سلام کا جواب دے رہے ہیں اور سلامتی کی دعا کر رہے ہیں۔)

1 حضرت سلیمان علیہ السلام نے الو سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تو کھیت سے کوئی چیز نہیں کھاتا؟ تو اس نے جواب دیا اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اسی وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا۔

2 دوسرا سوال آپ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ تو پانی کیوں نہیں پیتا؟ تو وہ کہنے لگا اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اس میں غرق کیا گیا۔

3 آپ علیہ السلام نے فرمایا تو آبادی میں کیوں نہیں رہتا۔ ویران، جنگل اور کھنڈرات میں کیوں رہتا ہے؟ تو الو نے جواب دیا ویران اور جنگل اللہ تعالیٰ کی میراث ہے۔

4 آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تو ویران جگہ میں ہوتا ہے تو کیا کہتا ہے؟ تو الو نے جواب دیا میں کہتا ہوں اس جگہ میں جو لوگ عیش اور خوشی میں تھے وہ کہاں ہیں۔

5 آپ علیہ السلام نے فرمایا جب کھنڈرات سے تیرا گزر ہوتا ہے تو اس وقت کیا کہتا ہے؟ تو کہنے لگا میں کہتا ہوں ویل لبنی آدم کیف ینامون و اماھم الشدائد:۔ انسان پر افسوس ہے کہ وہ کس طرح سوتا ہے حالانکہ انکے آگے سختیاں ہیں۔

6 آپ علیہ السلام نے فرمایا تو دن کو کیوں نہیں نکلتا رات کو نکلتا ہے؟ تو جواب دیا انسان ایک دوسرے پر ظلم ڈھا رہے ہوتے ہیں اس وجہ سے دن میں نہیں نکلتا۔

7 آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تو بولتا ہے تو کیا کہتا ہے؟ تو الو نے جواب دیا میں کہتا ہوں۔ تزودوا یاغافلون وتھیئوا السفر کم سبحان خالق النور۔ اے غافلو آخرت کا سامان تیار کرو اور ہر وقت سفر (آخرت) کے لیے تیار رہو۔ نور پیدا کرنے والی ذات پاک ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب الو کے جوابات سماعت فرمائے تو فرمانے لگے اولاد آدم کیلئے الو سے بڑھ کر خیر خواہ، زیادہ نصیحت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا کوئی پرندہ نہیں ہے۔ ۲۸

مینڈک: مینڈک کی تسبیح یہ ہے۔ سبحان ربی القدوس۔ میرا پروردگار پاک ہے۔ ۲۹

شیر: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا:

أَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ الْأَسَدُ فِىْ زَئِيْرِهٖ؟ قَالُوْا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْنِىْ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْمَعْرُوْفِ۔

کیا تم جانتے ہو شیر اپنی پست آواز اور نیچی سر میں کیا کہتا ہے؟ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ اپنی پست سر میں یہ کہتا ہے

''اے اللہ مجھے کسی نیک پر مسلط نہ فرمانا''۔ ۳۰

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب مچھلی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتی ہے تو جال میں واقع ہو جاتی ہے۔ ۳۱

شناخت اور شوق کی وجہ سے جانوروں کے اعضاء کاٹنا:

جانوروں کے اعضا میں سے کوئی عضو شرعی اذن کے بغیر کاٹنا یا جانور کا بالکل حلیہ بدلنا ''مثلہ'' ہے۔ مثلہ کرنا حرام، گناہ اور شیطان کی تابعداری ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ جسوقت شیطان آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے راندہ درگاہ، گمراہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گیا اور آدم علیہ السلام کی اولاد کا ازلی دشمن بن گیا۔ اولاد آدم کو بھٹکانے اور بے راہ رو کرنے کے لیے شیطان نے جو کچھ اس وقت کہا، اللہ تعالیٰ نے اسکا ذکر قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ (النساء:۱۱۹)

میں ضرور انہیں حکم دونگا کہ وہ جانوروں کے کان ضرور چیریں گے اور ضرور انہیں حکم دوں گا کہ وہ یقیناً بدل ڈالیں گے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنا لے تو اس نے کھلا نقصان اور خسارہ اٹھایا۔

مذکورہ آیت کریمہ سے نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں قطع و برید شیطانی امر ہے اور شیطان کی تابعداری ہے نیز اللہ تعالیٰ نے جس جانور کو ایک خاص شکل، صورت اور مخصوص اعضا عطا فرمائے ہیں اس میں رد و بدل کاٹ چھانٹ کرنا، اسکا حلیہ بگاڑنا، دم اور کان کاٹنا اس جانور کو معذور کرنا اور اس خاص عضو کی منفعت ختم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر معترض ہونا ہے اس لیے جانوروں میں شناخت اور شوق کی وجہ سے تراش خراش ممنوع اور حرام ہے۔

مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ کافی لوگ کتوں کے کان اور دم کاٹ کر آگ میں بھون کر کتوں کو کھلاتے ہیں اور ایسا کرنے کا فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا کتا بہت ہوشیار اور چالاک ہوتا ہے اور اپنے مالک کی صحیح طرح نگرانی کرتا ہے۔ کاتک کے مہینہ میں مونگی اور گوارہ کی کٹائی اور (گہائی) کے موقع پر سرحد سے کثرت کے ساتھ جو پٹھان دنبے کا ریوڑ لے کر پنجاب میں چرانے کے

لیے آتے ہیں ان کے ساتھ نگرانی کے لیے جو کتے ہوتے ہیں اکثر و بیشتر دم و گوش بریدہ ہوتے ہیں شاید انکے نزدیک بھی یہی فلسفہ ہو۔

علاوہ ازیں بکریوں اور بھینسوں کے ریوڑوں کے مالک بھی بطور پہچان وشناخت کان وغیرہ کا کچھ حصہ کاٹ لیتے ہیں۔ فتح پور کے گردونواح میں جن لوگوں کے ہاں "برباتی" بکریاں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں وہ بھی بکریوں کیساتھ کان کاٹنے والا سلوک کرتے ہیں۔ راقم نے ایک چرواہے سے وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگا خوبصورتی کے لیے کاٹتے ہیں۔ اسی طرح گائے وغیرہ کے سینگوں کی صورت حال ہے۔ جب گائے بچھڑی جنم دے تو کافی حضرات فوری طور پر سینگ کے مقام پر زہریلی اور سینگ ختم کرنے والی دوائی ڈالتے ہیں اور کچھ لوگ جانوروں کے ڈاکٹر کو بلوا کر معصوم بچھڑیوں کے سینگ کے مقام کو تیز بلیڈ سے کٹوا دیتے ہیں یا آہنی اوزار گرم کر کے اس جگہ کو جلا دیتے ہیں۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بے سینگ گائے سینگ دار گائے سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اور نسبتاً بے سینگ گائے مہنگے دام فروخت ہوتی ہے۔

حالانکہ جانور کے کسی عضو کو کاٹنا اور چیرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو جتنے اعضاء عطا فرمائے ہیں ہر عضو عطا کرنے میں اس حکیم ذات کی صدہا حکمتیں ہیں۔ غور کریں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو جو دم عطا کی ہے اس میں جانور کے کتنے فوائد ہیں۔ جانور اپنی پیٹھ سے کاٹنے والی، زہریلی اور خون چوسنے والی خرطومی مکھیوں اور مچھر کو اڑاتا ہے، اگر جانور کے پچھلے حصہ پر رگڑ وغیرہ سے زخم ہو جائے، چمڑا ختم ہو جائے اور گوشت نمودار ہو تو پرندے گوشت نوچنے کے لیے جب حملہ آور ہوتے ہیں تو اسوقت دم جانور کو دفاع کا کام دیتی ہے۔ گوبر و پیشاب کا مقام دیگر حصوں سے کافی نرم ہوتا ہے اس لیے کوا اس جگہ کو زیادہ کاٹنے کی کوشش کرتا ہے تو اس مقام کے لیے دم پردہ ہے۔ علی ھذا القیاس سینگ کے بھی بہت فوائد ہیں۔ اگر جانور اپنے اگلے حصہ پر خارش محسوس کرے تو سینگ کے ذریعے اس جگہ کو کھرچتا ہے۔ نیز لڑنے والے جانور سے بھی اپنی جان کا تحفظ سینگ کے ذریعے کرتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے جس جانور کو جو اعضاء عطا فرمائے ہیں جانور کے لیے ان میں صدہا فوائد ہیں۔ جس طرح انسان اپنے ہر ہر عضو کو اپنے لیے مفید اور کارآمد سمجھتا ہے کسی عضو کو خوبصورتی کیلئے نہیں کاٹتا تو جانوروں کے اعضا کا بھی یہی حال ہے۔

جانوروں کے اعضاء کاٹنے والوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جو وعیدات ارشاد فرمائی

ہیں ملاحظہ ہوں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ کرنے (اعضاء کاٹنے) سے منع فرمایا اگرچہ سگ گزندہ (کاٹنے والا کتا) ہو، جو کسی جاندار کا مثلہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ [۳۲]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چوپاؤں کو مثلہ کرنے سے (انکے اعضاء کاٹنے سے) منع فرمایا۔ [۳۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ جب کوئی لشکر کافروں پر بھیجتے تو فرماتے انسانوں اور حیوانوں کا مثلہ نہ کرو یعنی انسان اور جانور کے اعضاء کاٹنے سے منع فرماتے۔ [۳۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو یہاں مثلہ کرے گا (کسی جاندار کے اعضاء کاٹے گا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مثلہ کرے گا (اس کے اعضاء کاٹے گا)۔ [۳۵]

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو فرمایا جب جہاد کرو اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام مبارک لے کر کرو، دھوکہ نہ کرو، خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور نہ بچے قتل کرو۔ [۳۶]

جانوروں کے اعضاء میں قطع و برید ایک حوالے سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ اشیاء پر معترض ہونا ہے اور یہ بھی جائز نہیں دیکھیں حضرت نوح علیہ السلام کو جو اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا۔

آپ کتنا عرصہ روتے رہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کا اولاً نام عبدالغفار تھا پھر نوح اس وجہ سے آپ کا نام پڑ گیا کہ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے ایسا کتا دیکھا جسکی چار آنکھیں تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ کتا بدصورت ہے تو کتے نے بزبان فصیح آپ سے کہا۔ اے عبدالغفار یہ عیب نقش میں ہے یا نقاش (نقش وصورت بنانے والے) پر ہے؟ اگر عیب نقش (یعنی مجھ میں) ہے تو یہ میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں کتا نہ ہوتا اگر عیب وطعنہ نقاش پر ہے تو یہ بھی نامناسب ہے کیونکہ وہ تو ایسی ذات ہے یفعل مایشا۔ جس طرح وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہٰذا اس پر اعتراض کرنا بھی لائق نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب کتے کا جواب سنا تو آپ نے رونا اور نوح کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بقیہ زندگی مسلسل رونے میں گزار دی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام نوح علیہ السلام مشہور ہو گیا۔ [۳۷]

حوالہ جات باب ۵

1	مراۃ شرح مشکوۃ	216	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ اسلامیہ لاہور
2	ماثبت بالسنۃ	6	شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ جمال کرم لاہور
3	کائنات اور انسان	42	علی عباس جلالپوری	تخلیقات لاہور
4	〃	43	〃	〃
5	〃	40	〃	〃
6	〃	〃	〃	〃
7	〃	42	〃	〃
8	〃	41	〃	〃
9	〃	43,41	〃	〃
10	〃	〃	〃	〃
11	〃	〃	〃	〃
12	ماثبت بالسنۃ	68	شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ	جمال کرم لاہور
13	مشکوۃ	361	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
14	تنبیہ الغافلین	240	شیخ نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
15	〃	〃	〃	〃
16	〃	〃	〃	〃
17	ضیاء النبی ﷺ	422/4	پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	ضیاء القرآن لاہور
18	مشکوۃ	168	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
19	〃	168	〃	〃
20	حاشیہ الطحطاوی	93	سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ انصاریہ ہرات افغانستان
21	تاریخ فرشتہ	551	محمد قاسم فرشتہ	المیزان لاہور
22	مشکوۃ	357	ولی الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
23	〃	358	〃	〃
24	〃	357	〃	〃
25	〃	361	〃	〃
26	تفسیر روح المعانی	226/19	علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
27	تفسیر روح البیان	422/6	علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبۃ القدس کوئٹہ
28	حیوۃ الحیوان	387/2	کمال الدین دمیری	انتشارات ناصر خسرو
29	تفسیر روح المعانی	226/19	علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
30	حیوۃ الحیوان	9/1	کمال الدین محمد دمیری	انتشارات ناصر خسرو
31	〃	568/1	کمال الدین محمد دمیری	〃
32	فتاوی رضویہ	660/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
33	سنن ابن ماجہ	229	امام ابو عبداللہ محمد رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
34	فتاوی رضویہ	661/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
35	〃	663/22	〃	〃
36	سنن ابن ماجہ	205	امام ابو عبداللہ محمد رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
37	بدائع الزہور	55	شیخ محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ	سعیدیہ کتب خانہ مردان

باب ۶

مریض بچوں کے لیے مہمل
اور بے فائدہ ٹونے، ٹوٹکے

کچھ مریض بچوں کی مائیں ناخواندگی اور لاشعوری کے سبب اپنے پیارے بچوں کا صحیح اور حکیمانہ علاج معالجہ کرنے کی بجائے لایعنی اور مضحکہ خیز ٹونے ٹونکوں پر اکتفا کرتی ہیں۔ درج ذیل ٹونے ٹوٹکے ایسی ماؤں کے نزدیک مجرب نسخہ کی حیثیت رکھتے ہیں حالانکہ ایسی نامناسب حرکات نہ تو علاج ہیں اور نہ شفاء بخش۔ بلکہ معصوم بچوں کی توہین اور توہمات کے ضمن میں آتی ہیں۔

پھوڑے:

گرمیوں میں اگر بچوں کے بدن پر پھوڑے نکل آئیں جنہیں مقامی زبان میں ''پانڑیں چاڑے کہتے ہیں'' تو ایسے بچوں کے لیے طرح طرح کے ٹونکوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور مریض بچے کی خبر گیری کے لیے ہر آنے والی سن رسیدہ اور بوڑھی عورت حکیمانہ انداز میں ایک دو ٹونکوں کی فرمائش کئے بغیر واپس نہیں جاتی۔

اگر کسی شخص کو اپنے جرم کی سزا میں ہتھکڑی لگی ہو اور وہ کچھ عرصہ جیل خانہ میں رہا ہو تو ایسے آدمی کے ہاتھوں سے مریض بچوں کو غسل دلوانا باعث شفاء گمان کیا جاتا ہے۔

علی الصبح اندھیرے میں، یا سورج کی نصف ٹکیہ جب غروب ہو جائے تو مریض بچے کا باپ مادر زاد ننگا ہونے کے بعد سانس روک کر اڑھائی ''مٹھیاں'' سبز سرکنڈے کی کاٹ کر زمین پر پھیلا کر رکھ دیتا ہے۔ بچے کی ماں ان سرکنڈوں پر بچے کو کپڑوں سمیت غسل کرواتی ہے۔ بعد میں بچے کا لباس اتار کر ہمیشہ کے لیے وہاں پھینک دیا جاتا ہے اور گمان یہ کیا جاتا ہے کہ جتنے وقت میں ''سبز سروٹ'' سوکھ جائیں گے اتنے وقت میں پھوڑے بھی خشک ہو جائیں گے۔ مذکورہ طریقہ کے علاوہ سرکنڈے استعمال کرنے کے اور بہت سارے طریقے بھی علاقے میں رائج ہیں۔

مثلاً ویران چاہات سے گندا پانی نکال کر ایسے بچوں کو نہلانے کی خبریں بھی سننے میں آتی ہیں۔

دریاؤں کے آس پاس رہنے والے لوگ بھنور والے مقام سے ایک دو گھڑے پانی نکال کر ایسے بچوں کو غسل کروانا صحت یاب ہونے کی کلید خیال کرتے ہیں۔

کھانسی:

کالی کھانسی کے مریض کو "کپی" پر سویاں رکھ کر منہ نہار کھلانے سے صحت یاب ہونے کی توقع رکھی جاتی ہے۔

کالی کھانسی والے مریض بچوں کا علاج نیلی گھوڑی والے سے بھی دریافت کیا جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی کھانسی کے علاج سے بے خبر ہو۔ بعض اوقات پہلی مرتبہ ایسا واقعہ پیش آنے سے گھوڑی والے بیچارے پریشان ہوجاتے ہیں کہ نہ تو ہم حکیم ہیں اور نہ تجربہ کار، ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ پھر بچے والے گھوڑی والے کو رائے دیتے ہیں کہ پریشان نہ ہو کوئی علاج بتا دو اگرچہ گڑ اور درخت کے پتے ہی کیوں نہ ہوں ہمارا بچہ صحت یاب ہو جائے گا۔ وبائی دور میں تو بار بار پوچھنے پر نیلی گھوڑی والے تنگ آ کر غصہ سے یا مذاقاً کہہ دیتے ہیں کہ ایسے مریض کو پھانسی پر لٹکا دو۔ اس بے سروپا علاج کے علاوہ کالی کھانسی کے مریض کو گدھی کا دودھ پلانا بھی باعث شفا گمان کیا جاتا ہے۔[1]

باری کا بخار:

ریت اور نرم زمین میں الٹی کون (Cone) کی طرح چھوٹا سا گڑھا بنا کر، اس کی تہہ میں چھپ کر، مٹی اور ریت کے رنگ کا مکھی کے برابر ایک کیڑا رہتا ہے جسے مقامی زبان میں چور کہا جاتا ہے۔ وہ گڑھے میں گرنے والی چیونٹیوں کا شکار کرتا ہے۔ باری کے بخار والے مریض کے گلہ میں ایسا کیڑا باندھنا باعث شفا سمجھا جاتا ہے۔ اس حرکت کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ ایسے بخار والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو چوری بخار ہو جاتا ہے۔ چور کو چور ٹکراؤ ممکن ہے پہلا چور (چوری ہونے والا بخار) بھاگ جائے۔ حالانکہ جس گھر کے دو مہمان چور ہوں اس گھر کا خطرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

ایسے مریض کا کلہاڑی وغیرہ سے سایہ بھی کاٹا جاتا ہے نیز بعض علاقوں میں خالی ماچس کی ڈبی میں دھاگہ ڈال کر گلہ میں لٹکانا صحت یاب ہونے کا ضامن خیال کیا جاتا ہے۔

پیچش:

جن بچوں کے دست نہ رکتے ہوں، ایسے بچوں کو پوری طرح سورج غروب ہونے سے قبل

دو عورتیں گھڑونچی کے خانوں سے سانس روک کر گزارتی ہیں اور یہ عمل سات مرتبہ کیا جاتا ہے۔

خسرہ:

ریل گاڑی کا ٹکٹ خسرہ کے مریض کے گلے میں لٹکا دیا جاتا ہے۔

مقصد یہ ہوتا ہے کہ خسرہ گاڑی پر سوار ہو کر دور چلا جائے گا۔[2]

آنکھوں کا ورم:

آنکھوں میں ورم آجائے تو مسلی قوم کی عورت کے دوپٹے کا پلو چوری چوری آنکھوں پر پھیر لیا جاتا ہے یا پھر "جت" سے چھپ کر اونٹ کی رسی آنکھوں پر پھیر لی جاتی ہے۔[3]

چک:

اونٹ کے کلے، بھوسہ اور توڑی کی حفاظت کے لیے سرکنڈوں وغیرہ کا جھونپڑی نما بغیر چھت کے ایک مکان بنایا جاتا ہے۔ درد کمر اور چک والا ان میں سے متاثرہ حصہ کو جس کے ساتھ رگڑے اسے درد ختم ہو جانے کا باعث خیال کیا جاتا ہے۔

پرچھائیں:

پرچھائیں کے مریض کو ترازو کے ایک پلڑے میں بٹھا کر دوسرے پلڑے میں جوتے ڈال کر تولا جاتا ہے۔

بچے کے گلے میں ریچھ کے بال باندھے جاتے ہیں۔

روٹی بچے کے سر پر گھما کر کالے رنگ کے کتے کو کھلائی جاتی ہے۔[4]

گلے پڑنا:

یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے کانوں کے نیچے سوزش ہو جاتی ہے۔ بعض مرتبہ سارا گلہ پھول جاتا ہے۔ اس صورت حال میں مریض کے علاج کے لیے ایسے بچے کے پاؤں اور ایڑھیاں بیمار کے بدن کے متاثرہ حصہ پر مس کرواتے ہیں جسکی پیدائش میں بجائے سر کے پہلے پاؤں باہر آئے ہوں۔ برادر طریقت راؤ محمد اکمل صاحب جو کہ شہر رنگ پور کے مقیم ہیں انہوں نے ہمیں بتایا کہ ان کا ایک بیٹا ایسا ہے جس کی پیدائش یوں ہوئی تھی۔ گلے کے مریض بچے ہمارے گھر اسی ٹوٹکے کے لیے آتے

رہتے ہیں، وبا کے ایام میں تو ایسے بچوں کا رش لگ جاتا ہے۔ بیٹا گھر نہ ہونے کی صورت میں مائیں اپنے بچوں کو لیکر ہمارے گھر انتظار میں رہتی ہیں۔

''ڈانور کپن'':

اگر بچہ بیٹھنے کے بعد جلدی سے نہ چلے تو بچے کی ٹانگوں میں کچا دھاگہ باندھا جاتا ہے اور اس دھاگہ پر میٹھی روٹی رکھ کر درانتی سے روٹی اور دھاگہ کسی چست آدمی سے کٹواتے ہیں اور اس مخصوص مگر بے فائدہ عمل کو ''ڈانور کپن'' کہتے ہیں۔

کوے کا جھوٹا پلانا:

بچوں کے تمام امراض کے لیے ہر علاقہ اور خاندان میں الگ الگ اور ایک دوسرے سے مختلف، بے پناہ ولغو ٹوٹکے دید و شنید میں آتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ کلام نہ کرے یا اس کی زبان میں لکنت ہو تو اسے کوے کا جھوٹا پلانا مفید گمان کیا جاتا ہے۔

کان چھیدنا:

جس بچے کو ام الصبیان (مرگی) وغیرہ کے دورے پڑتے ہوں، اس کے کان چھیدنا اور بالیاں ڈالنا دافع دورہ خیال کیا جاتا ہے۔

حفاظتی تدابیر:

بعض عورتیں اپنے بچوں کی اس حد تک حفاظت کرتی ہیں۔ کہ چالیس دن کے دوران معصوم بچے کے کان میں ایسی عورت کی آواز نہیں آنے دیتیں جو ایام ماہواری میں مبتلا ہو یا حال ہی میں اس کا بچہ فوت ہو گیا ہو۔ ایسی عورت کی گود میں بچہ دینا بالکل ہلاکت کے قریب سمجھا جاتا ہے۔ جن عورتوں کو اٹھراہ کا مرض ہو تو ایسی عورتوں کے سایہ سے بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اٹھرہ والی عورت اگر نہا کے آئے اور کسی بچہ پر اپنے بال ڈال دے تو اس حد تک یقین کیا جاتا ہے کہ یہ بچہ مر جائیگا یا ہمیشہ تکلیف میں رہیگا اور آئندہ مصیبت کا باعث بننے والی عورت کے بچے فوت نہیں ہونگے۔ ایسی عورتوں سے ضعیف الاعتقاد لوگ اپنے بچوں کو چھپاتے اور دور رکھتے ہیں۔

پرچھائیں والے بچے کا سایہ تندرست بچے پر نہیں پڑنے دیا جاتا۔

پرات میں ایک چھلنی اوندھی رکھ کر اس پر پرچھائیں والے بچے کو بٹھا کر نہلایا جاتا ہے۔ بچے کو نہلانے کے بعد وہ پانی کسی چوراہے (چوک) میں پھینک دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں اس پانی کے اوپر سے جو عورت گزر جائے گی اس کے پیٹ میں بچہ سوکھنا شروع ہو جائے گا۔ نیز کالے سانپ کو مار کر اس کے اوپر برتن رکھنے کے بعد بچے کو بٹھا کر بھی نہلایا جاتا ہے۔

بچوں اور جانوروں کو بری نظر لگنے پر کئے جانے والے ٹوٹکے:

بچوں یا جانوروں کو نظر بد لگ جائے تو دونوں کے لیے نظر بد دفع کرنے کے لیے بے فائدہ اور بے معنی جو ٹوٹکے استعمال کیے جاتے ہیں بہت متنوع ہیں۔ جسے نظر بد لگ جائے اس کے اوپر پھٹکوی وار کر چولہے میں ڈال دی جاتی ہے۔ کہتے ہیں اگر نظر لگی ہو تو پھٹکوی نظر بد لگانے والے کا بت بن جاتی ہے۔ اگر بت بن جائے تو پھر اسے جوتوں سے مارا جاتا ہے یہ سوچ سراسر وہم پر مبنی ہے۔ پھٹکوی ویسے بھی آگ میں ڈالی جائے تو پگھل کر پہلی صورت سے مختلف ہو جاتی ہے۔

مرچیں وار کر چولہے میں ڈالی جاتی ہیں۔

جس شخص کی نظر کا گمان ہو اس کے پاؤں کی مٹی جلائی جاتی ہے اور بعض مرتبہ اس کے قدموں کے نشانات پر جوتے مارے جاتے ہیں۔

نظر کاٹنے کا عمل:

کچھ لوگ نظر زدہ سے نظر بد کے اثرات زائل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل بے معنی اور بے اثر عمل بھی کرتے ہیں۔

''کٹ'' کے پیالہ پر کچھ پڑھ کر یوں دھاگہ لپیٹا جاتا ہے جس طرح جمع کا نشان ہوتا ہے۔ پھر اس برتن میں دودھ ڈال کر اس کو انگاروں پر رکھا جاتا ہے۔ اگر دھاگہ جل جائے تو کہتے ہیں نظر بد نہیں لگی۔ اگر دھاگہ نہ جلے تو پھر یقین کیا جاتا ہے کہ نظر بد نے اثر کیا ہے۔ اس کا اثر دور کرنے کے لیے دھاگہ کاٹ کر نظر زدہ کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے اور اسے نظر کاٹنا کہتے ہیں۔

حوالہ جات باب۶

1	تاریخ لیہ	444	مہر نور محمد تھند	لوک پنجاب لیہ
2	//	445	//	//
3	//	//	//	//
4	پنجاب میں پیدائش کی رسمیں	177	تنویر بخاری	لوک ورثہ اسلام آباد

باب ۷

جہلاء عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات رسومات اور رواج

جہلاء عرب کی رسومات، بیہودہ اور لغو عادات:

جہلاء عرب نہائیت درجہ تو ہم پرست، ٹونکے اور شگون کے معتقد تھے، ستاروں کے پرستار، جوا، سٹہ اور قمار بازی انکی عام تفریحات میں داخل تھیں، معمولی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی حتیٰ کہ انکی بیشتر لڑائیاں صرف اس بنا پر تھیں کہ ایک قبیلے کے آدمی نے دوسرے قبیلے کے آدمی سے قبل اپنے گھوڑے کو پانی کیوں پلایا؟ عورتوں کی انکے نزدیک کوئی عزت نہ تھی ایک عورت کے ساتھ کئی مرد ایک ہی وقت میں شادی کر لیتے اور اس سے جو اولاد پیدا ہوتی اس کا فیصلہ عورت کے سپرد ہوتا۔[1]

بت پرستی:

دنیائے بت پرستی میں گو دیگر قومیں آج تک بت پرست ہیں لیکن مشرکین مکہ نے بت پرستی کے جو واقعات چھوڑے ہیں وہ اپنی مثال دنیا میں نہیں رکھتے۔

پتھروں، درختوں اور مٹی کے ڈھیروں کے سامنے بھی اپنا عزت والا سر جھکا دیتے۔ ان کی جہالت اور پست ذہنی کا یہ عالم تھا کہ جب انہیں سفر کی حالت میں ریگستان کے اندر پوجنے کے لیے پتھر نہ ملتا تو چولہے کی اینٹ لے کر اس کی پوجا کرتے۔ اگر یہ بھی میسر نہ آتی تو اپنی غذا کے لیے رکھے ہوئے ستوؤں کی مورتی بنا کر پوجا کر لیتے تو پھر جب بھوک لگتی تو اپنے اسی معبود کو کھا جاتے تھے، راستہ سے چار پتھر اٹھا کر تین سے استنجا کر لیتے اور چوتھے کو معبود، خدا بنا لیتے۔

یمن کے رہنے والے اساف اور نائلہ مرد و عورت نے کعبہ کے اندر زنا کیا تو ان کی شکلیں مسخ ہو گئیں، پتھر بن گئے۔ جہلاء عرب نے ان دونوں پتھروں کو کعبہ کے اندر سے نکال کر دروازہ کے دائیں بائیں رکھ دیا (تاکہ انہیں دیکھ کر عبرت ہو پھر کبھی ایسی حرکت نہ ہو) چند روز کے بعد یہ دونوں پتھر اہل مکہ کے خدا بن گئے، عرب کے ایک بت پرست آقا نے اساف اور نائلہ بتوں کی طرف دودھ اور مکھن بطور چڑھاوا بھیجا۔ حسب حکم غلام نے مکھن اور دودھ بتوں کے پاس رکھ دیا اس کے دیکھتے ہی ایک کتا آیا دودھ، مکھن کھا پی لیا اور جاتے وقت ان جھوٹے معبودوں کے منہ پر موت کر چلا گیا۔[2]

مادر زاد ننگے ہو کر کعبہ شریف کا طواف:

عربوں کی زندگی کے تمام تر پہلو تاریک تھے انکے ہاں جو عبادت اور پرہیزگاری تھی وہ بھی

بنائے خلیل علیہ السلام بیت اللہ شریف خانہ کعبہ کی ایک نوع توہین تھی۔ خانہ کعبہ کے مجاور قریشیوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر یہ تقویٰ تراشا کہ جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے اسے یہ روا نہیں کہ اپنے کپڑوں میں طواف کرے بلکہ وہ کسی مجاور سے کپڑے مانگ کر طواف کرے کیونکہ سوائے مجاورین کے دوسروں کے کپڑے ناپاک ہیں۔ جو شخص مجاور کے کپڑے نہ لے سکے وہ بالکل ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرے خواہ مرد ہو یا عورت۔ کچھ عرصہ بعد یہ ناپاک رسم مکہ میں عام ہو گئی مرد اور عورتیں سب ننگے ہو کر طواف کرتے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے اور منہ سے سیٹیاں۔

جوتے کے عوض معصوم بیٹی فروخت کرنا:

جہلاء عرب کو اگر سفر میں جوتے کی ضرورت ہوتی اور زاد راہ ختم ہو جاتا تو وہ شخص اعلان کرتا جو شخص مجھے جوتا دے گا میں اسے آج کے بعد اپنے نطفہ سے پیدا ہونے والی بیٹی جوتے کے عوض دوں گا۔ جو شخص اس اعلان کرنے والے کو جوتا دیتا تو وہ اس کی پیدا ہونے والی لڑکی کا مالک ہوتا۔ گویہ کہ ایک معصوم لڑکی کی قیمت جوتا ٹھہرتا۔

بچیوں کو زندہ در گور کرنے کی رسم:

کفار عرب کی سب سے زائد ظالمانہ اور وحشیانہ یہ حرکت تھی کہ اپنی معصوم بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ انکی اس ظالمانہ حرکت کی مثال تاریخ عالم کے کسی ورق پر نہیں ملتی پانچ چھ سال کی معصوم بیٹی کو باپ جنگل کی طرف اس بہانہ سے لیجاتا کہ اسے ننھیال لے جا رہا ہے۔ جنگل میں پہلے اس مقصد کے لئے ایک گڑھا تیار ہوتا اس کے کنارے پر بچی کو کھڑا کر کے گرا دیتا تھا۔ چیختی چلاتی ہوئے جگر گوشہ پر مٹی کا ڈھیر ڈال کر واپس آ جاتا۔ بعض اوقات نکاح کے وقت یہ شرط طے کی جاتی کہ ہونے والی لڑکی کو مار دیا جائیگا۔ لڑکی پیدا ہونے پر غریب اور بے کس ماں کے ہاتھوں سے اس وحشیانہ فعل کا ارتکاب کرایا جاتا تھا اور اس کے لیے ایک باقاعدہ رسم مقرر تھی قبیلہ کی سب عورتیں جمع کی جاتیں، جشن منایا جاتا اور ان کے سامنے ماں سے بالجبر اس ظلم کا ارتکاب کرایا جاتا تھا تا کہ دوسری عورتیں بھی یہ رسم ادا کرنے سے گریز نہ کریں بلکہ انتظار میں رہیں۔

دھاگہ سے بیوی کی خیانت معلوم کرنا:

جب کوئی شخص سفر پر جاتا تو ایک دھاگہ کسی درخت کی ٹہنی سے باندھ دیتا یا اس کے تنے

کے ارد گرد لپیٹ دیتا۔ جب سفر سے واپس آتا تو اس دھاگہ کو دیکھتا اگر وہ صحیح سلامت ہوتا تو وہ کہتا اس کی بیوی نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی، اگر اسے ٹوٹا یا کھلا ہوا پاتا تو خیال کرتا اس کی بیوی نے اس کی عدم موجودگی میں غلط کاری کا ارتکاب کیا ہے۔

حائضہ عورت سے نفرت:

عرب کے یہودی اور مجوسی حائضہ عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا ایک مکان میں رہنا گوارا نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی طرف دیکھنا اور ان سے کلام کرنا بھی حرام جانتے تھے۔

ماتم:

مرگ پر ماتم کی رسم بھی جہلاء عرب میں رائج تھی جب کوئی مرد مر جاتا تو وہ اس پر نوحہ خوانی کرتے، روتے، اپنے چہروں پر طمانچے مارتے، گریبان پھاڑتے اور سر منڈوا دیتے۔ یہ رسم ایک سال تک بپا رہتی بسا اوقات مرنے والا اس کی وصیت بھی کرتا۔

قتل معاف کرنا آسمان کی طرف تیر پھینکنے سے معلوم کرتے:

عربوں کے ہاں قتل کی دیت ادا کرنے اور قتل معاف کرنے کا یہ طریقہ تھا۔ کہ قاتل اپنے ہمراہ اپنی برادری کے معزز افراد لا کر مقتول کے ہاں دیت ادا کرنے کے لیے اور معافی کیلئے حاضر ہوتا۔ مقتول کے ورثاء طاقتور ہوتے تو دیت مسترد کر دیتے، غریب ہوتے تو اپنا پردہ رکھنے کے لیے کہتے ہم اپنے مقتول کو سو اونٹ کے بدلے فروخت نہیں کرتے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا تو پھر ہم دیت قبول کر لیں گے انکے ہاں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ تھا۔ آسمان کی طرف تیر پھینکا جاتا اگر وہ خون سے آلودہ ہو کر واپس آتا تو کہتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیت لینے کی اجازت نہیں اگر واپس آنے والا تیر خون آلود نہ ہوتا تو کہتے اللہ تعالیٰ نے دیت قبول کرنے کے بارے فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ حیلہ محض عوام کو ٹالنے کیلئے کیا جاتا ورنہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ تیر پھینکا گیا ہو اور وہ خون سے رنگین ہو کر واپس آئے۔

اہل عرب کی توہم پرستی:

اہلِ عرب کے ہاں کاہن اور جادوگر بڑے ہی ذی احترام لوگ تھے ہر مشکل میں ان کے پاس جاتے انکی ہر بات بے چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے ان کی بتائی ہوئی خبروں کو فرمودۂ غیب تصور کرتے۔ انکی وہم پرستی کا ایک جز جانور کے اڑنے سے نیک و بدشگون لینا بھی تھا۔ چنانچہ اہل عرب جس کام کے لئے روانہ ہوتے تو کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑاتے۔ اگر وہ داہنی طرف اڑتا تو سمجھتے کہ ہمیں کامیابی ہوگی اگر بائیں طرف اڑتا تو کہتے کام میں دیر لگے گی۔ دوران شکار اگر شکاری جانور دائیں طرف سے نظر آتا تو نیک فال لیتے، بائیں طرف نظر آتا تو بدفالی لیتے۔ مرض اور مرگ سے بچنے کی خاطر عجیب عجیب ٹونے ٹوٹکے استعمال کرتے۔

جس عورت کے بچے مرجاتے تو وہ عورت آئندہ ہونے والے بچہ کو موت سے بچانے کے لیے یہ ٹونا کرتی۔ اگر کسی شریف آدمی کو قتل کیا جاتا تو وہ عورت مقتول کی نعش کو روندتی۔

وباء اور جنات سے بچنے کی خاطر ایک مضحکہ خیز ٹوٹکا کرتے۔ جب کوئی شخص کسی ایسے گاؤں میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا جس میں کوئی وبا پھوٹی ہوئی ہوتی تو اس سے بچنے کے لیے اور وہاں کے جن کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے وہ اس گاؤں کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا، قدم رکھنے سے پہلے گدھے کی طرح ہینگتا پھر خرگوش کا ٹخنہ اپنے گلہ میں باندھتا اور یقین کر لیتا کہ اب نہ وبا مجھے پہنچے گی اور نہ جنات اذیت دے سکیں گے۔

جانور بیمار پڑ جاتے تو انکو داغتے۔ ایک اونٹ کو خارش کی بیماری لاحق ہو جاتی تو اسکے ساتھ جو صحت مند اونٹ ہوتا اس کو آگ سے داغ لگاتے۔ اور گمان یہ کرتے کہ خارش زدہ اونٹ تندرست ہو جائے گا۔

عربوں کی خشک سالی پر وحشیانہ رسم:

جب قحط باراں ہوتی اور خشک سالی کا دور ہوتا تو جہلاء عرب درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کر ایک گائے کی دم کے ساتھ باندھ دیتے، شاخوں کو آگ لگا دیتے اور گائے کو دشوار گذار پہاڑیوں میں چھوڑ دیتے۔

کسی گائے، بیل یا اونٹ کی دم میں توڑی کی گٹھڑی باندھ کر اس میں آگ لگا دیتے جانور آگ کے خوف سے جس قدر بھاگتا تو ہوا کی وجہ سے آگ مزید بھڑکتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان جانوروں پر رحم فرما کر بارش عطا فرما دیتا۔

درخت پرستی:

عربوں میں درخت پرستی بھی پائی جاتی تھی مکۃ المکرمہ کے قریب ایک بڑا سبز درخت تھا جاہلیت میں لوگ سال میں ایک دفعہ وہاں جاتے، اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے آس پاس حیوانات ذبح کرتے۔ جہلا عرب جب حج کو آتے تو اپنی چادریں اس درخت پر لٹکا دیتے اور حرم میں بغرض تعظیم بغیر چادروں کے داخل ہوتے۔ اہل نجران بھی شجر پرستی میں مبتلا تھے ایک بہت بڑے درخت کی پرستش میں اسقدر گم گشتہ تھے کہ سال میں ایک عید اس درخت کے پاس کرتے، قیمتی کپڑے اور زیورات اس درخت پر ڈالتے۔

ان کے ہاں عورتیں اور زیردست لوگ وراثت سے محروم رہتے:

عرب میں عورتیں اور چھوٹے بچے اپنے مرنے والے باپ اور خاوند وغیرہ کی وراثت سے یکسر محروم کر دیے جاتے تھے، بھارت میں بھی عورت وارث شمار نہیں کی جاتی اور یورپ میں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی ہے صرف بڑا لڑکا وارث بنتا ہے دوسرے لڑکے محروم۔ ۳ ۴ ۵

ہندو مذہب!:

اہل مغرب کی اصطلاح کے مطابق ہندو کوئی مذہب نہیں ہر مذہب کی تعریف کی جاسکتی ہے لیکن ہندومت کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ ہندومت کے کوئی مقرر عقائد واصول نہیں۔

ہندو ہر قسم کی گھناؤنی رسوم ورواج کو اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اپنے بتوں کے ساتھ وہ انسان کی طرح سلوک روا رکھتے ہیں۔ بت اگر گھر میں ہوں تو معزز مہمان، مندر میں ہو تو بادشاہ۔ بت کو ایک خاص رسم سے تخت پر بٹھاتے ہیں۔ تخت کو پہلے دھویا جاتا ہے پھر پھولوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ عود، لبان جلایا جاتا ہے نیز کھانا بھی بت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ خیال کرتے ہیں کہ اس کھانے کا روحانی حصہ بت نے کھالیا ہے باقی پجاری استعمال کرتے ہیں۔ پتھر اور

دھات کی بے حس مورتی کو پنکھا جھلا جاتا ہے، موسیقی سے اسکی تواضع کی جاتی ہے۔ بت اگر کسی بڑے مندر میں ہو تو رقص کرنے والی لڑکیوں کی ایک جماعت اس کے سامنے رقص پیش کرتی ہے کچھ پیشہ ور عورتیں بت کے سامنے ناچنے کیلئے اپنی زندگی وقف بھی کر دیتی تھیں۔

امروز اس امر کے شواہد ان کے مندروں سے ملتے ہیں کہ مندروں کے اندر و باہر عورتوں کے برہنہ مجسمے اور تصویریں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ ہندوؤں کا مرنے والے کی روح کے بارے یہ عقیدہ ہے کہ موت کے بعد اگرچہ جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روح دوسرے اجسام (حیوان، کتا، گدھا وغیرہ) کے لباس پہن کر غیر متناہی مدت تک چکر لگاتی ہے۔ ہندوؤں کے تمام تر عقائد رسوم و رواج کو ذکر کرنے کے لیے حیا مانع ہے مگر چند رسومات افادۂ عام کے لیے رقم کی جاتی ہیں۔

حمل کی ہندو رسوم:

شادی کے بعد حمل سے قبل بکارت زائل ہو جانے کے بعد عورت کے لئے دودھ، تیل یا گوشت کا استعمال ممنوع ہوتا ہے۔ غسل کے بعد آٹے کی پانچ روٹیاں، اخروٹ اور انار اس کی گود میں رکھ کر ایک بچے کو بٹھایا جاتا ہے تاکہ یہ عورت اولاد کو جنم دے۔

اگر کسی عورت کے تمام بچے مر جائیں تو وہ حمل کے تیسرے مہینے میں کسی ڈوبی ہوئی کشتی سے لوہے کا ایک ٹکڑا لیتی ہے اور اس سے ایک ''کڑی'' بنواتی ہے۔ اس کڑی کو اپنی دائیں ٹانگ میں پہنتی ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اگلی مرتبہ اس کا بچہ قبل از وقت نہیں مرے گا۔ حاملہ عورت کسی ایسی عورت کے پاس نہیں جا سکتی جس نے حال ہی میں بچہ جنم دیا ہو۔ ان تمام صورتوں میں حمل ساقط ہونے کا خوف اصل محرک ہے۔

اگر کوئی سانپ نظر آئے اور بھاگنے کی کوشش کرے تو یقین کیا جاتا ہے کہ حاملہ عورت کا سایہ پڑنے سے وہ سست رفتار سے رینگے گا۔

اگر کبھی حمل ساقط ہو یا گرنے کا خطرہ ہو تو اس کا تدارک کرنے کے لیے عورت کو ایسی لکڑی کا ٹکڑا دیتے ہیں جس پر کسی آدمی کو پھانسی دی گئی ہو یا شیر کا گوشت یا پنجہ دیتے ہیں۔

حمل کے دوران خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ پر گرہن کے منحوس اثرات نہ پڑیں۔ حاملہ عورت اور شوہر گرہن کے دوران آنکھوں میں سرمہ ڈالنے یا پیشانی پر تلک لگانے، تالہ

کھولنے، بند کرنے اور کلہاڑی سے لکڑی کاٹنے سے پرہیز کرتے ہیں تاکہ گرہن کے اثرات ایسے عمل سے بچہ پر واقع نہ ہوں ایسے کام سے نہ بچنے کی وجہ سے بچہ کی انگلیاں مڑنے اور ناکارہ ہونے کا خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔ چاند یا سورج گرہن کے دوران حاملہ عورت سیدھی لیٹے ورنہ بچہ کبڑا پیدا ہوگا۔ ہر صبح سب سے پہلے شوہر کا چہرہ دیکھنا ضروری ہے تاکہ بچے کی شکل اسی جیسی ہو اگر شوہر پاس موجود نہ ہو تو دوسرے بچوں کا چہرہ یا آئینہ میں اپنا چہرہ یا اپنی بہن کا چہرہ دیکھنا چاہیے لیکن اپنے بھائی کا نہیں۔

ان کے ہاں پیدائش کی خوش بختی اور بدبختی کا مدار:

پیدائش کی خوش بختی یا بدبختی کا دار و مدار خاندان میں کسی واقعے کے ساتھ نسبت اور بچے کے جنم لینے کا انداز ہوتا ہے۔ پیدائش کا موسم اور وقت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔

نو ماہ سے قبل جنم لینے والا بچہ:

حمل کے آٹھویں مہینے میں جنم لینے والے بچے کے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ ایسا بچہ فقط سات دن زندہ رہتا ہے اور آٹھویں روز یا آٹھویں مہینے، آٹھویں سال یا اٹھارویں سال مر جاتا ہے۔ لہٰذا بچے کی عمر بتاتے وقت آٹھ کا ہندسہ استعمال کرنے کی بجائے ''ان گنت'' لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ کانگڑا میں آٹھویں ماہ جنم لینے والے بچے کو ''اٹھواہا'' کہتے ہیں اور اسے ماں باپ دونوں کے لیے بدشگون سمجھا جاتا ہے کہ وہ باپ کی قبل از وقت موت کا سبب بنے گا۔ چنانچہ اس ہونی کو ٹالنے کے لیے ماں کے سر کے گرد چرخے کے تین پھیرے لگوائے جاتے ہیں اور پھر وہ چرخہ دایا کو دیا جاتا ہے۔

کانگڑا میں پیدائش کے وقت یا فوراً بعد مر جانے والا بچہ منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی ناک میں سوراخ کر کے ایک سونے کی تھلی ڈال دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے برے اثرات نہ ڈال سکے۔

قمری مہینے کے نصف میں جو پانچ دن آتے ہیں ان ایام میں جنم لینے والے بچے کو والدین کے لیے بدبختی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ اس ہونی کو ٹالنے کے لیے متنوع ٹوٹکے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مٹی کے برتن میں 28 سوراخ کر کے اسے پانی اور مختلف ادویات سے بھر دیا جاتا ہے پھر اس برتن کو زمین سے کچھ اوپر کر کے لٹکا دیتے ہیں اور سوراخوں سے ٹپکنے والے پانی کو والدین کے سروں پر پڑنے دیا جاتا ہے۔ دیگر منحوس بچوں کی طرح گرہن کے دوران پیدا ہونے والے بچے کو بھی ہر ماہ

"سنکرانت" کے دن سات قسم کے اناج میں تول کر خیرات کیا جاتا ہے۔

بھادوں میں جنم لینے والا بچہ نیک شگون جب کہ کاتک میں پیدا ہونے والا بچہ بدشگون خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے بچے کی ماں کو گھر سے نکال دیتے ہیں پھر اسے ایک برہمن کو دے کر قیمتاً واپس لے لیا جاتا ہے۔

کاتک میں پیدا ہونے والے بچے کو اور اس کے والدین کو کاتک ختم ہونے کے بعد سات کنوؤں یا دریاؤں سے نکالے ہوئے پانی، ہلدی، صندل، ادرک اور دیگر ادویات ملے پانی سے غسل دیا جاتا ہے۔

مذکورہ شہر میں پیدا ہونے والے بچے کے گھر کچھ لوگ جا کر بندوق سے فائر کرتے ہیں۔ والدین انہیں کھانا کھلاتے ہیں اور تمام کو پگڑی اور روپیہ دیتے ہیں۔ گاؤں کے دیوتا اور مراسی کو بھی ایک ایک روپیہ دیا جاتا ہے اور اس رقم کو "ودہائی" کہتے ہیں۔

"تری کھل":

ایک جنس کے تین بچوں کی پیدائش کے بعد دوسری جنس کے بچے کی پیدائش کو "تری کھل"، "ترکل"، "اتری کھائی" کہتے ہیں۔ ایسے بچے کی پیدائش کے گرد بہت زبردست تصورات جمع ہیں۔ ہندو اس حمل کو غیر مبارک سمجھتے ہیں۔ اسقاط حمل کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اگر حمل ساقط نہ ہو تو پھر ایسے بچے کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں مگر ایسی حرکات کے لیے قانون مانع ہونے کی وجہ سے بچے کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے بچے کو بدشگون خیال کرتے ہیں والدین کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ لیکن بنیادی طور لڑکا باپ اور لڑکی ماں کے لیے نقصان دہ تصور کی جاتی ہے نیز تین بیٹیوں کے بعد پیداہ ہونے والا لڑکا خود اپنے لیے منحوس ہوتا ہے۔

اور درج ذیل نقصانات کا خطرہ لاحق ہوتا ہے:

۱۔ ماں یا باپ کی موت۔

۲۔ والدین کی دولت ضائع ہونے کا خطرہ۔

۳۔ گھر میں آگ لگنے۔

۴۔ کسی اور آفت مثلاً بجلی گرنے یا سانپ کاٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ مذکورہ خطرات

کے تدارک کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جاتے ہیں۔

۱۔ جس کمرے میں "تری کھل" بچہ پیدا ہوا اس کمرے کے روشن دان سے باپ تھوڑا سا گھی گراتا ہے۔

۲۔ ایک پیتل کے تھال کو درمیان سے توڑ کر بچے کو اس سے گزارا جاتا ہے۔

۳۔ گھوڑے کے نعل پر خوشبو لگا کر ماں کے بستر پر لٹکا دیتے ہیں۔

۴۔ اگر پیدائش کے بعد تیسرا دن اتوار کا ہو تو "تری کھل" نامی ایک تقریب منعقد ہوتی ہے۔

سات درختوں سے سبز پتے جمع کر کے 101 سوراخوں والے گھڑے میں رکھتے ہیں۔ سات کنوؤں سے لایا ہوا پانی دوسرے گھڑے میں ڈالا جاتا ہے۔ ماں بچے کو گود میں لے کر مکان کے "پرنالہ" کے نیچے بیٹھ جاتی ہے۔ رشتہ دار عورتیں "چھلنی" پر پتوں سے بھرا ہوا گھڑا رکھ کر اس عورت کے سر پر اٹھائے ہوئے کھڑی رہتی ہیں جبکہ اس بچے کا باپ سات کنوؤں سے لائے ہوئے پانی سے بھرا ہوا گھڑا چھت کے پرنالے سے نیچے انڈیلتا ہے تاکہ وہ پانی گھڑے میں گرے اور چھاننی کے ذریعے قطرہ قطرہ ماں کے سر پر ٹپکے۔

"تری کھل" بچے کی پیدائش پر انجام دی جانے والی رسومات بہت متنوع ہیں ایک مضحکہ خیز رسم یہ بھی ہے کہ والدین ایک ہل پر بیٹھتے ہیں اور 108 یا 101 سوراخوں والے گھڑے میں گنگا اور 27 کنوؤں، 108 ادویات اور دودھ ملائے ہوئے پانی سے نہاتے ہیں۔ نیز اس کے ایک کان میں دو چھید اور دوسرے میں ایک چھید کرتے ہیں۔

آٹھواں بچہ:

آٹھواں بچہ اگر بیٹا ہو تو نہایت نامبارک خیال کیا جاتا ہے۔ وہ باپ کی موت کی یقینی وجہ بنتا ہے۔ لیکن کرنال میں ماں کے لیے خطرناک قرار دیا جاتا ہے اس ہونی کو ٹالنے کے لیے ماں کے سر کے گرد چھنے کے تین پھیرے لگوائے جاتے ہیں۔

جس بچہ کے پہلے اوپر والے دانت نکلیں:

جو بچہ پہلے اوپر والے دانت نکالے اسے ماموں کے لیے بدشگون سمجھا جاتا ہے۔ بد اثرات زائل کرنے کے لیے بچے کی ماں اپنے گاؤں کی حدود سے باہر میکے کی سمت میں جاتی ہے۔ مخالف سمت سے بچے کا ماموں اپنے ساتھ پیتل کا تھال، سوا سیر چاول، سات کوڑیاں، ایک گز کپڑا اور چار کیل لاتا ہے۔ چار کیل مربع صورت میں زمین پر ٹھونکتا ہے، بچے کے سر کو تھال سے چھوتا اور باقی چیزوں کو اور تھال کو کیلوں کے درمیان رکھ کر واپس گھر چلا جاتا ہے۔ ماموں اور ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بات نہ کریں اور نہ ہی ایک دوسرے کا چہرہ دیکھیں۔ بہن بچے کو کاندھے سے لگا کر گھونگھٹ نکال کر اور بھائی کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھتی ہے۔ ماموں کی واپسی کے بعد رسم ختم ہوجاتی ہے۔

بعد از پیدائش ہندوؤں کی رسومات بہت زیادہ ہیں۔ مجموعی طور بچے یا ماں کو کسی منحوس اثر سے بچانے کے لئے درج ذیل تدابیر کی جاتی ہیں۔

۱۔ ماں کے قریب ہتھیار رکھا جاتا ہے۔

۲۔ بستر کے نیچے ہل کی ہتھی رکھی جاتی ہے۔

۳۔ بلی کو ہرگز کمرے نہیں آنے دیتے۔ ماں کے سامنے بلی کا نام لینا بھی منحوس سمجھا جاتا ہے۔ اگر بلی کمرے میں آجائے تو اس پر راکھ پھینکی جاتی ہے۔

۴۔ گھر میں جھاڑو سے صفائی نہیں کرتے ورنہ خوش قسمتی، جھاڑو کے ذریعے باہر چلی جاتی ہے۔

۵۔ ماں اور بچہ تیرہ دن کمرے سے باہر نہیں نکلتے۔

۶۔ نائن دروازے کے باہر زمین پر تیل چھڑکتی ہے۔

۷۔ سوتک کا عرصہ ختم ہونے کے بعد ماں کے پاؤں کے نیچے تانبے کے چار سکے رکھے جاتے ہیں اور گائے کی گوبر سے ایک مورتی بنائی جاتی ہے۔

پیدائش کے تیرہویں اور چالیسویں دن کے بعد رسومات:

ہندوؤں کے نزدیک پیدائش کے بعد تیرہواں دن ایک اہمیت کا حامل ہے۔ عموماً سوتک

اسی دن ختم ہوجاتی ہے۔ اسی دن تطہیر کی خصوصی رسوم ادا ہوتی ہیں۔ ماں کو نہلاتے ہیں، گھر میں موجود مٹی کے تمام برتن توڑ ڈالتے ہیں۔ یا تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔

چالیسویں دن ماں آخری مرتبہ غسل طہارت کرتی ہے۔ اس کے بعد اس کی ناپاکی ختم ہوجاتی ہے پھر وہ گھر میں معمول کے فرائض انجام دے سکتی ہے۔ بعد ازاں اجنبیوں کو بھی گھر سے کھانا لینے کی اجازت ہوتی ہے۔

''جھنڈ'':

بچے کا پہلی مرتبہ سر مونڈوانا ایک اہم رسم ہے اور یہ رسم مختلف طریقوں سے سرانجام دی جاتی ہے۔ ماں نے اگر بچے کی پیدائش سے قبل مندر میں ''جھنڈ'' اتارنے کی منت مان رکھی ہو تو وہ اپنی منت ادا کرنے کے لیے وہاں یہ رسم ادا کرتی ہے ورنہ گھر میں ہی مونڈن کیا جاتا ہے۔ ہوشیار پور میں اس موقع پر لڑکے کے کانوں میں چھید کرتے ہیں اور بچے کے ماتھے پر بکرے کا خون لگاتے ہیں۔

ان کے ہاں منگنی اور شادی کی رسومات:

ہندوؤں منگنی اور شادی کے وقت بہت سی باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ ہاتھ کی لکیروں کے علم کے لحاظ سے بھی بے شمار باتیں مدنظر رکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ جس لڑکے کے ہاتھ میں بہت زیادہ لکیریں ہوں وہ غریب اور کم عمر ہوگا۔ لڑکے اور لڑکی میں سے کسی کی پیدائش ''منگل'' یا مریخ کے جھرمٹ میں نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ایسا ہونے کی صورت میں بیوی اور شوہر میں سے کوئی ایک قبل از وقت مرجائیگا۔

لڑکی کے تمام تر اندام کا موزوں ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی انگلیاں اور انگوٹھے الگ ہونے چاہئیں نیز اس کے پاؤں کی چھوٹی انگلیاں زمین پر نہیں لگنی چاہئیں ورنہ وہ بیوہ ہوجائیگی، پاؤں کی دوسری انگلی انگوٹھے سے لمبی نہیں ہونی چاہئیں۔ ورنہ اس کا کردار بے داغ نہیں رہے گا، لڑکی کی آنکھیں نسواری یا بلی جیسی نہ ہوں کیونکہ بلی جیسی آنکھیں بے وفائی کی علامت ہیں۔

ہندوؤں میں مذکورہ نکات پر غور کرنے کے بعد اور رشتہ کا فیصلہ ہوجانے کے بعد تقریب کے لیے کوئی مبارک دن مقرر کیا جاتا ہے جو پوہ، کاتک یا چیت کے مہینے میں نہیں ہونا چاہیے، جب مریخ اور

مشتری ڈوب رہے ہوتے ہیں "شرادھ" کے دوران یا "اانترا" بھی مناسب نہیں جب زہرہ اور مشتری ایک ہی راس میں ہوتے ہیں۔ لڑکے والوں پر چاول پھینکے جاتے ہیں اور کبھی کبھی سرخ رنگ کا پانی بھی چھڑکا جاتا ہے۔

منگنی ناقابل تنسیخ:

ہندومت کے نزدیک منگنی ایک ایسا بندھن ہے جو ناقابل تنسیخ ہے حتیٰ کہ بعض قبیلوں میں اس حد تک منگنی کا تحفظ کیا جاتا تھا کہ منگنی شدہ لڑکی کا منگیتر مر جاتا تو وہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتی تھی۔ اگر وہ شادی کر لیتی تو خاندان کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، منگیتر کے والدین لڑکی کو اس کی موت کے ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ جب لڑکے یا لڑکی کو قریب المرگ سمجھ لیا جاتا تو مندرجہ ذیل رسم کے ذریعے جوڑے کا بندھن توڑا جاتا ہے۔

لڑکا مریضہ اور قریب المرگ لڑکی کے سرہانے کھڑا ہو کر کہتا ہے "تم میری بہن ہو۔" یقیناً اس طرح منگنی ٹوٹ جاتی ہے، لیکن مریضہ کی صحت بحال ہو جانے پر بندھن دوبارہ قائم ہو جاتا ہے۔

اگر لڑکا اپنی منگیتر کی موت کے بعد پہنچے تو اسے تب تک جلایا نہیں جاتا جب تک وہ اس کا منہ نہ دیکھ لے۔ اگر لڑکا ارتھی جلائے جانے کے بعد آئے تو کچھ روئی لڑکی کی پیشانی کے خون سے بھگو کر اس لڑکے کے گھر میں پھینک دی جاتی ہے۔ روئی پھینکتے وقت ہر ممکن احتیاط کرتے ہیں اور اس پر نظر رکھتے ہیں۔ کیونکہ یقین کیا جاتا ہے کہ روئی پھینکنے سے وہ گھر تباہ ہو جاتا ہے۔ چار دن بعد خون میں لتھڑی روئی نہیں پھینکی جا سکتی اور گھر محفوظ ہوتا ہے۔

گھوڑی چڑھنا:

شام کے وقت دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر دلہن کے گھر جاتا ہے، ساری بارات اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ عورتیں گیت گاتی ہیں اور آتش بازی اور ناچنے کے ذریعے خوشی منائی جاتی ہے اور گھر کے سامنے چراغاں کیا جاتا ہے۔ دولہا راستے میں اپنی تلوار سے جنڈ کے درخت کی ایک شاخ بھی کاٹتا ہے

لڑکا گود میں لینا اور تل کھیلنا:

کسی چھوٹے بچے کو نو بیاہتی لڑکی کی گود میں بٹھایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بھی بیٹوں کی ماں بنے۔

لڑکے کے بزرگ رشتہ دار لڑکی کے ہاتھوں میں مٹھی بھر تل ڈالتے ہیں جو وہ فوراً ہی واپس کر دیتی ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دلہن بھی نیچے گرنے والے تلوں جتنی تعداد میں بیٹوں کو جنم دے۔ تب عورتیں گاتی ہیں۔

ع جتنے دھرتی تل گریسی

اتنے بوجھتے پت جنیسی

ہندومت میں موت کی رسوم:

ہندومت میں موت کی رسوم بہت متنوع ہیں۔ مرنے والے کے جسم کو غسل دینے اور نئے کپڑے پہنانے کے بعد ایک ارتھی پر رکھ کر جلانے کے لیے لے جاتے ہیں۔ دو فٹ گہرا مستطیل گڑھا آگے جلانے کے لیے تیار کیا جاتا ہے، اس کے اوپر پیپل یا صندل کا چتا تیار کیا جاتا ہے پھر اس میں آگ لگائی جاتی ہے جب شعلے بلند ہونے لگیں تو چار آدمی کچھ منتر پڑھتے ہوئے نعش کے اوپر دیسی گھی ڈالتے ہیں جو کہ میت کے وزن کے برابر ہوتا ہے یا کم از کم بیس کلو دیسی گھی ڈالنا لازمی ہے اور اس میں کافور، کیسر اور دیگر خوشبوئیں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب تمام رسمیں ادا ہو جائیں اور میت خوب جل جائے تو اسے وہیں چھوڑ کر مرنے والے کے سب رشتہ دار عزیز تالاب یا دریا میں غسل کر کے واپس آجاتے ہیں۔ تیسرے یا چوتھے دن مرنے والے کی راکھ سے ہڈیاں چن کر دریا میں پھینکی جاتی ہیں۔

مرنے والے کی عمر اور کیفیت کے اعتبار سے بھی موت کی رسومات مختلف ہیں۔

اگر مرنے والا شخص اعلیٰ ذات کا ہو تو اس کی پیشانی پر تلک لگاتے ہیں، گردن میں جنیو ڈالتے ہیں اور سر پر پگڑی باندھتے ہیں۔ مرد کو سفید اور سہاگن عورت کو سرخ "چندری" میں بیوہ کو سرخ کپڑے میں لپیٹتے ہیں۔ لیکن میت کو زیور نہیں پہنائے جاتے البتہ سہاگن مرنے والی عورت کو تمام زیور سے پوری طرح آراستہ کرتے ہیں۔ کلائیوں میں چوڑیاں کا ایک نیا جوڑا، دانتوں کو مسی سے کالا کرنا، آنکھوں میں سرمہ، ناخنوں پر حنا اور پیشانی پر بندی۔

امرتسر میں پوتوں، پڑپوتوں والے کسی بوڑھے شخص کی موت پر کافی خوشی منائی جاتی ہے اور اس کے رشتہ دار سب سے بڑے بیٹے کے نہانے کے لیے پانی کے گھڑے بھیجتے ہیں۔ استعمال کے بعد ان گھڑوں کو توڑا جاتا ہے۔

ہندوؤں میں بچوں کی موت پر مختلف رسوم اپنائی جاتی ہے ہر علاقے اور قبیلہ کے ہندوؤں کے نزدیک اگر بچہ مقررہ وقت سے قبل مرجائے تو اسے بجائے جلانے کے جنڈ کے درخت کے نیچے دفن کردیتے ہیں یا کسی اور سایہ دار درخت کے نیچے دفن کردیتے ہیں اور اگلے روز قبر کے سرہانے دودھ کا ایک پیالہ اور کچھ مٹھائی رکھ دیتے ہیں۔ بعض علاقہ کے ہندو دو سال سے کم عمر کے بچے کو گاؤں اور تمام راستوں سے دور ویران جگہ پر جھاڑیوں کے درمیان اور ترجیحاً پانی کے قریب گڑھا کھود کر دفن کردیتے ہیں۔ عام دستور کے مطابق رشتہ دار تدفین سے واپسی پر قبر کے اوپر موجود درخت سے کچھ پتے توڑ لاتے ہیں اور بچے کی ماں کی گود میں ڈالتے ہیں تاکہ اس کی زرخیزی قائم رہے۔

جب کوئی بچہ فوت ہو تو اس کی ماں کو چاہیے کہ اس کا کفن پکڑ کر اپنی طرف کھینچے ایسا کرنے سے وہ ایک اور بچہ کو جنم دے گی کبھی کبھی کفن کا ایک چھوٹا ٹکڑا پھاڑ کر ماں کے دوپٹے یا سر کی چادر میں پیوند لگا دیتے ہیں۔

متوفی بچے کا کوئی زیور تڑوا کر ماں کے لیے پاؤں کا زیور بنایا جاتا ہے تاکہ وہ ایک اور بچہ جنم دے۔

اگر متوفی بچے کا چھوٹا بھائی موجود ہو تو متوفی بچے کی قد برابر ایک دھاگہ چھوٹے لڑکے کی ٹانگ میں باندھ دیتے ہیں جب چھوٹا بچہ متوفی بھائی کی عمر کو پہنچ جائے دھاگہ کھول دیا جاتا ہے۔

امرتسر کے ہندوؤں میں یہ رسم تھی کہ مذکورہ صورت کے مطابق واقعہ پیش آنے پر بچے کو اس وقت تک دفن نہیں کرتے جب تک اس کا ایک زیور چھوٹے بھائی کو نہ پہنایا جائے۔

بچے کی موت پر شوہر اور بیوی کو ایک پھل کے دو حصہ کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جاتا ہے تاکہ انہیں جلدی ایک اور بچہ مل جائے۔

متوفی بچے کی ماں سے پرہیز:

مرنے والے بچے کی ماں سے ہندو بہت اجتناب اور پرہیز کرتے ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ متوفی بچے کی ماں کی چھاتیوں سے دودھ غائب ہوجانے تک اس کا سایہ کسی اور عورت پر نہ پڑے ورنہ اس عورت کا بچہ بھی موت کا شکار ہوجائیگا۔

ہوشیار پور کے ہندوؤں میں یہ بات ہے کہ جس عورت کا بچہ پیدائش کے بعد چالیس دن کے اندر اندر مرجائے اسے ''پرچھانواں'' کہتے ہیں اور وہ چلہ کاٹتی ہوئی کسی عورت کو نہیں مل سکتی۔

وفات پانے والے بچے کے بعد پیدا ہونے والے بچوں سے متعلق رسومات:

متوفی بچے کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کی بابت وسیع پیمانے پر ہندوؤں کی رسومات ملتی ہیں۔

وفات پانے والا بچہ اگر والدین کو بہت عزیز ہو تو اس کے بعد پیدا ہونے والے بچے سے زیادہ پیار نہیں کیا جاتا۔

دوسرے بچے کی پیدائش پر پیاز تقسیم کیے جاتے ہیں۔

دوسرے بچے کو کسی سے مانگے ہوئے کپڑے پہناتے ہیں۔

نیلی پشم کے دھاگے میں کوڑیاں پرو کر اس کے دونوں پاؤں میں باندھ دیتے ہیں جب تک متوفی کی عمر کو پیدا ہونے والا بچہ نہ پہنچے دھاگہ وغیرہ اس کے پاؤں میں رہتا ہے بعد ازاں کھول لیتے ہیں۔

متوفی لڑکے کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پیدائش پر کچھ تقسیم نہیں کیا جاتا۔

نومولود کے ناک میں چھید کرتے ہیں اور تحقیراً نام رکھتے ہیں مثلاً لڑکا ہو تو اس کا نام کھوتا رام، ٹنڈن، چوہڑا۔ لڑکی ہو تو اس کا نام رلی، بلو اور چوہڑی تجویز کرتے ہیں۔

ایسے بچے کی پیدائش پر کوئی تقریب نہیں کی جاتی۔

شاہ پور میں تین یا چار بچوں کی موت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کے پاؤں میں لوہے کے کڑے پہنائے جاتے ہیں۔

جس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں تو وہ کسی اور ذات کی پیدائشی رسوم اپناتا ہے۔

''رنڈوے'' کی شادی پر رسومات:

اگر کوئی شخص پہلی بیوی سے محروم ہوجائے اور دوسری شادی کرنا چاہے تو وہ اپنے گلے میں پہلی بیوہ کی ایک چاندی کی شبیہ ''پاباجڑی'' ڈال لیتا ہے۔

پہلی تین راتوں کے دوران دونوں شوہر اور بیوی اپنے درمیان ننگی تلوار رکھ کر سوتے ہیں۔

اگر دوسری بیوی مرجائے تو اس کی تیسری شادی آک کے پودے یا ایک بھیڑ سے کی جاتی ہے تاکہ تیسری بیوی کے ساتھ شادی چوتھی بن جائے اور تیسری بیوی پہلے دو وفات پانے والی بیویوں کی ''پابا جڑیاں'' پہنتی ہے۔

سوگ اور ماتم:

مرگ کے بعد ہندوؤں میں سوگ اور ماتم کے طریق ہائے کار بہت متنوع ہیں۔

چتا جلانے کے بعد مرنے والے کے تمام رشتہ دار ہاتھ جوڑ کر اس کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں پھر قریبی رشتہ دار بلند آواز میں روتا ہے جسے "ڈھا مارنا" کہا جاتا ہے۔

اگر متوفی کی بیوی زندہ ہو تو اپنا "سہاگ" اجڑ جانے کی علامت کے طور پر چوڑیاں توڑ لیتی ہے۔ چوڑیاں بالوں کی طرح ارتھی پر رکھ دی جاتی ہے۔ کرنال میں بیوہ ہونے والی عورت اپنے بال کھول دیتی ہے۔ چوڑیاں توڑ کر انکے شکستہ ٹکڑے اور تھلی لاش پر پھینکتی ہے۔ گھر کی دیگر عورتیں بھی زیور اتار دیتی ہے۔

بیوہ عورت اپنے بال کھول دیتی ہے اور کچھ عرصہ تک ناپاک قرار پاتی ہے اور اسے بستر پر سونے یا گھر کے برتنوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہوتی دن میں ایک بار سے زائد مرتبہ کھانا بھی نہیں کھا سکتی۔

اگر کسی جوان لڑکی کا شوہر مر جائے تو اسکی راکھ ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیوہ کے گلے میں ڈال دی جاتی ہے۔

امرتسر میں منگنی شدہ لڑکے یا لڑکی میں سے کوئی ایک مرجائے تو دوسرا مرگ والے گھر میں آ کر اپنا سر دیوار کے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے۔ متوفی کے گھر والے سر ٹکرانے کو بدشگون سمجھتے ہیں۔

ہندو معاشرہ میں ستی کی رسم کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو بیوہ اپنے خاوند کی چتا میں اپنے آپ کو ڈال دیتی ہے اور جل کر خاکستر ہو جاتی تو اس کے تعریفوں کے پل باندھے جاتے۔ جو عورت ایسا نہ کرتی تو وہ خوبصورت رنگین لباس نہیں پہن سکتی تھی۔ زیورات کا استعمال ممنوع، شادی کے دروازے بند، سر منڈانا لازم غرضیکہ ہر قسم کی زیب وزینت سے کلیۃً محروم رہتی۔

اگر باپ یا ماں فوت ہو جائے تو تمام بیٹے، پوتے اور پڑپوتے مونچھیں، ڈاڑھی اور سر مونڈ لیتے ہیں۔

مرنے والے کا بیٹا یا اور کوئی رشتہ دار موجود ہو تو اسے 11 دن تک ننگے پاؤں رہنا اور ننگی زمین پر سونا لازمی ہوتا ہے۔ اور چمڑے کے جوتے بھی استعمال نہیں کر سکتا۔

ہندومت میں عورتیں بھی ماتم کرتی ہیں۔ گھر میں ایک ایسی عورت مرثیے پڑھتی ہے جسکی

فیس مقرر ہوتی ہے اور باقی عورتیں اس کا ساتھ دیتے ہوئے رانیں، ننگی چھاتیاں اور سر پیٹتی ہیں۔

رات کے وقت متوفی کے متعدد ہم ذات افراد اس کے گھر میں بطور احترام زمین پر سوتے ہیں۔

چار دن تک روزانہ صبح سویرے خاندان کے سب مرد بلند آواز میں روتے ہیں اور عورتیں بین کرتی ہیں۔

ہندو معاشرہ، موت کی متفرق رسوم:

نعش کو گھر کے مرکزی دروازے سے پھاٹک سے باہر لے کر جانا بدبختی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ نعش کو دیوار کے بنائے ہوئے سوراخ کے راستے سے باہر نکالا جاتا ہے۔

مالیر کوٹلہ میں مردے کو شہر میں لانے کے لیے شہر کی دیوار توڑنے کی اجازت لینا پڑتی تھی اور نعش کو اسی راستہ سے اندر اور باہر لایا جاتا تھا۔

شام کے وقت اس جگہ ایک مٹی کا دیا جلا دیتے ہیں جہاں متوفی نے آخری سانسیں لی ہوں۔ دیے کی بتی اتنی لمبی رکھی جاتی ہے کہ اس دن تک جلتی رہنے کے لیے کافی ہو۔ متوفی کے گھر سے باہر کسی جگہ زمین پر ایک دیا جلا کر بھی رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں طلوع آفتاب سے قبل خس یا خاشاک کی گٹھڑی پر ایک جلتا ہوا دیا رکھ کر اسے دریا یا جوہڑ میں بہا دیتے ہیں۔

سرمور میں اگر نعش کو بدھ کے دن جلانا پڑے تو جسم اٹھانے سے قبل جائے مرگ پر سر کے قریب ایک لوہے کا کیل ٹھونک دیا جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اور موت واقع ہونے کا خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔

شملہ پہاڑیوں میں یقین کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی نعش اتوار اور منگل کے روز جلائی جائے تو جلد ہی اس جگہ اور نعش جلانا پڑے گی۔

اگر مرگ سواتی نچھتر میں ہو تو نعش جلانے کے بعد لکڑی کے پانچ کلے اسی جگہ گاڑ دیتے ہیں۔ ان کے گرد بٹا ہوا سوتی دھاگہ باندھ دیا جاتا ہے۔ سوگوار واپس جاتے وقت سڑک پر ایک گڑھا کھود کر اس میں بکرے کی سری اور سات قسم کے اناج سے بنائی ہوئی ایک روٹی اور ایک پنکا دفن کر دیتے ہیں جس میں بکرے کے خون میں بھگوئے ہوئے سات لوہے کے کیل لگے ہوتے ہیں۔

کسی شخص کی مرگ کے بعد ایک سال کے اندر اندر اگر کوئی فرد ایک مخصوص بیماری میں مبتلا ہو جائے تو خیال کیا جاتا ہے کہ مردے کی رسوم صحیح طور پر انجام نہیں دی گئیں۔ اس لیے ایک برہمن کو بلوا کر علم نجوم

کے ذریعے حساب کتاب لگواتے ہیں۔

ارتھی کے ساتھ جانیوالے لوگ جب واپس آتے ہیں تو متوفی کے گھر پہنچنے پر وہ دروازے کے سامنے ایک دو قطاریں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں نائی ان کے درمیان سے پانی چھڑکتا ہوا گزرتا ہے۔ نیز سوگواران اپنے اپنے گھر پہنچنے پر دروازے سے باہر کھڑے ہو جاتے ہیں اور گھر کا کوئی فرد باہر نکل کر ان پر پانی چھڑکتا ہے اس کے بعد وہ گھر میں قدم رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں بھی پانی چھڑکنے کی رسمیں ہیں بخوف طوالت انہیں ترک کیا جاتا ہے۔

ہندو معاشرہ کے مختلف پہلو:

مسلمانوں کے ہند میں آنے سے قبل ہندوؤں کا رہن سہن اور طرز معاشرت بہت ہی گھناؤنی اور گھٹیا تھا۔ ہندو اپنے جسم کے بال نہیں مونڈا کرتے تھے، سخت گرمیوں میں ننگے رہتے اور سورج کے تپش سے اپنے غیر تراشیدہ بالوں سے سر کو ڈھانپ لیتے تھے، زیر ناف بال صاف نہیں کرتے تھے، ناخن نہیں کاٹتے تھے، ایسے چبوترے میں بیٹھ کر کھانا کھاتے جس کی لپائی گائے کی گوبر سے کی جاتی، ملکر کھانا نہ کھاتے بلکہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتا۔

جو کھانا بچ جاتا اس کا استعمال ممنوع تھا، بلکہ اس کو باہر پھینک دیتے، کھانا کھانے کے بعد برتنوں کو باہر پھینکوا دیا کرتے تھے، نہار منہ شراب پیتے اور گائے کا پیشاب بھی چسکیاں لے کر پیتے، سرنگی کی تاروں پر مضراب لگا کر مختلف راگ پیدا کرتے، بعض فقط دو انگلی چوڑی لنگوٹی سے ستر عورت کا تکلف کرتے، ازار بند پیچھے کی طرف باندھتے انکے بٹن بھی پشت کی جانب ہوتے، غسل میں پہلے پاؤں دھوتے، پھر منہ، کھیتی باڑی کا کام عورتیں کرتیں اور مرد آرام سے گھر بیٹھے رہتے، مرد عورتوں کی طرح رنگین لباس پہنتے نیز بالیاں، ہاتھوں میں کڑے، انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتے، عورتوں کی بجائے مرد دایا کا کام کرتے، چھوٹے بیٹے کو بڑے پر فضیلت دیتے، گھروں میں داخل ہونے کے وقت اجازت نہ لیتے، زور سے ہوا خارج کرنے کو باعث برکت سمجھتے، جادو کا رواج انکے ہاں عام تھا، باپ جب اپنی لڑکی کو بیاہ دیتا تو اس وقت شرط لگاتا کہ اس کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس کے داماد کا بیٹا نہیں کہلائے گا بلکہ اس کا بیٹا کہلائے گا اس بات میں انکے نزدیک کوئی قباحت نہیں تھی کہ پہلے احکام کو منسوخ کر کے ان کی جگہ نئے احکام کا نفاذ عمل میں لایا جائے ۸

حوالہ جات باب ۷

1	تاریخ تمدن عرب	37,38,39	پروفیسر سید ضمیر احمد	فرید بک سٹال لاہور
2 الف	الروض الانف	62/1	محدث ابو القاسم عبد الرحمن	عبد التواب اکیڈمی ملتان
ب	ضیاء النبی ﷺ	327/1	پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	ضیاء القرآن لاہور
ج	سیرت رسول عربی ﷺ	45,50	علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ	″
3	ضیاء النبی ﷺ	347/1	پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	″
4	تاریخ تمدن عرب	47	پروفیسر سید ضمیر احمد	فرید بک سٹال لاہور
5	سیرت رسول عربی ﷺ	49	علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ	ضیاء القرآن لاہور
6	ضیاء النبی ﷺ	176/1	پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	″
7	پنجاب کے رسم و رواج کا انسائیکلو پیڈیا	ماخوذ از متفرق صفحات	ای ڈی میکلیگن لانگ اے روز	بک ہوم لاہور

ضمیمہ

(تائیدات علمائے کرام)

جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم
JAMIA ISLAMIA MADINA TUL ULOOM
بلاک 15 گلستان جوہر کراچی فون: 0321 / 0300-9244269, 021-34619190

تاریخ ______ حوالہ نمبر ______

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم والہ واصحابہ اجمعین۔

زیر نظر کتاب "تھل کی رسومات، نظریات اور اوہام کی شرعی حیثیت" مصنفہ حضرت علامہ مولانا وزیر احمد صاحب زید مجدہ میرے دل کی آواز ہے چونکہ میں بھی تھل کا رہنے والا ہوں اور پھر دربار عالیہ پیر سواگ رحمہ اللہ اور دربار عالیہ پیر بارو رحمہ اللہ اور دربار عالیہ مرشد آباد شریف رحمہ اللہ ایک عرصہ تک زیر تعلیم رہا، اور پھر جامعہ نعمانیہ لیہ سیدی استاذیم مولانا حامد علی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ میں تین سال تک مدرس رہا، اس لئے مولانا نے جو کچھ تحریر فرمایا واقعی ہمارے علاقے کی بیہودہ رسومات ہیں جن کی صدیوں قدیم ہندوانہ تاریخ ہے ان رسومات کی بیخ کنی کیلئے علاقہ کے مشائخ اور علماء مسلسل جہاد فرمائیں تصنیفات اور فتاوی اور جلسوں کا انعقاد کر کے لوگوں کو ان رسومات کی قباحت سے آگاہ کریں میں نے زیر نظر کتاب کے اکثر مقامات دیکھے ہیں بعض مقامات پر سرخ سیاہی سے خط کھینچ دیا ہے ایسے مقامات کی اصلاح کی جائے ماشاء اللہ نہایت محققانہ پیراگراف تحریر کیئے گئے ہیں۔

جزاہ اللہ خیر الجزاء

محمد حسن حسنی عفی عنہ

۲۹ مارچ 2011ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ایک انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک ہر قدم پر اسے مکمل اور واضح ہدایات مرحمت فرمائی گئی ہیں۔ دنیا میں جتنے دیگر مذاہب موجود ہیں وہ زندگی کے کسی ایک پہلو یا کسی ایک شعبے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ پوری انسانی زندگی کا احاطہ نہیں کرتے۔ مثلاً عیسائی مذہب صرف زندگی کے اخلاقی پہلو پر جزوی ہدایات دیتا ہے۔ یہودیوں کے ہاں چند قوانین کے علاوہ کچھ نہیں ہندو مذہب، بدھ مت اور زرتشت مذہب صرف چند مذہبی رسومات (Rituals) تک محدود ہیں۔ الغرض دنیا کے تمام مذاہب زندگی کے کسی ایک یا دو شعبوں تک محدود ہیں اور ان میں بھی جزوی اور ناقص تعلیمات رکھتے ہیں جو کئی قسم کے افراط و تفریط سے لبریز ہیں۔ جبکہ اسلام ایک انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی وفات تک اس کی مکمل رہنمائی فرماتا ہے۔ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ دین ہے جو جینے کے تمام اصول و ضوابط اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور یوں اپنے ماننے والوں کو ایک مکمل ضابطہ حیات (Life Manual) عطا فرماتا ہے۔ سماجی زندگی ہو یا معاشی و معاشرتی، سیاسی نظام ہو یا عدالتی، دو انسانوں کا باہمی تعلق ہو، پوری انسانی برادری اور اقوام عالم کے باہمی روابط، اسلام کسی پہلو کو تشنہ (Unattended) نہیں چھوڑتا۔

مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ اتنے جامع، معتدل اور متین مذہب کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر انہوں نے یا تو اپنی خواہش نفس کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اور یا کسی اور نظام اور ضابطہ حیات میں پناہ ڈھونڈ کر دنیا کی سپر طاقتوں کی رعنائیوں میں گم ہیں۔ دوسری طرف ممبر و محراب کے وارثوں نے خود کو چند مخصوص موضوعات تک محدود کر دیا ہے۔ لہٰذا عوام کی دلچسپی بھی انہی موضوعات میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔ جس کا ثبوت ہمارے ملک کے مختلف حصوں میں رہنے والوں کے طور طریقے اور رسومات ہیں۔ ... وزیر احمد صاحب نے معاشرہ کو درپیش اس مسئلہ کی صحیح تشخیص کی ہے اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کا حل تجویز کیا ہے۔ موضوعات کی ... تنوع ان کے گہرے مشاہدہ (Keen Observation) اور سماجی مطالعہ (Social Study) کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پھر انہوں نے قرآن و حدیث، تفاسیر و شروحات حدیث، فقہ، تاریخ اور عمرانیات سے متعلق کثیر کتب سے استفادہ کر کے ایک موضوع کے تمام پہلوؤں کے احاطہ کی کوشش کی ہے۔ جو یقیناً پڑھنے والوں کیلئے شرح صدر کا سبب بنے گا۔ پھر جس انداز میں مصادر و مراجع سے حوالہ جات ترتیب دیئے گئے ہیں وہ تحقیق (Research) کے جدید اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ لہٰذا یہ محض ایک کتاب نہیں بلکہ پی ایچ ڈی کا مقالہ (Thesis) ہے۔ جو عام قاری کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تحقیق کا ذوق رکھنے والوں کیلئے بھی یکساں پرکشش اور مفید ہے۔ جہاں تک متعلقہ موضوع پر ذیلی عنوانات کے تنوع (Diversity) کا تعلق ہے تو اگر اسے سرزمین تھل کی رسومات کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جس درد و خلوص کے ساتھ اس اہم معاشرتی موضوع پر قلم اٹھایا گیا ہے اگر دیگر اہل علم حضرات بھی اپنی تحریر و تقریر میں معاشرتی اصلاح کو پہلی ترجیح کے طور پر شامل کریں۔ تو انشاء اللہ معاشرے سے غیر شرعی رسومات اور توہمات کے خاتمے اور اس حوالے سے شعور کی بیداری میں بہت حد تک مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ علامہ وزیر احمد صاحب کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور لوگوں میں اسے مقبولیت عطا فرما کر اصلاح احوال کا ذریعہ بنائے۔

آمین

محمد نجم الحسن
کبیرو شریف، ڈیرہ اسماعیل خان
۱۰ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ
۱۳ اپریل ۲۰۱۱ء

مفتی الٰہی بخش ساجد البازی
فون: 047-7627277
0300-7502685
★ ★ ★ جامعہ غوث الاسلام پرانی عیدگاہ جھنگ صدر ★ ★ ★

تاریخ ______

رسم ہو یا رسم یہ ایک ایسی ریت ہے۔ کہ جو مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ
ایک عقیدہ سا کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اور پھر معاملے ان رسومات
و توہمات کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔ صرف ترجیح ہی نہیں
بلکہ ان رسومات کے مقابلہ میں تو بعض دفعہ شرعی احکام
کی توہین ہی نہیں بلکہ شرعی احکام کو ٹھکرایا جاتا ہے۔
تو ایسی سرچڑھی رسومات پھر رسومات ہی نہیں رہتیں
بلکہ موجب کفر ہو جاتی ہیں۔ دور حاضر کی بعض رسومات
لایعنی و رسومات کفریہ کا اول تو زبان و کلام سے تو تعلق
آتے ہی ہیں۔ مگر تحریراً کسی نے توجہ نہ فرمائی۔
حضرت العلام مولانا وزیر احمد صاحب نے ایسی رسومات و توہمات
کے متعلق بہت ضبط و بسط سے قلم اٹھایا اور بہت ہی
احسن طریقے سے رسومات قبیحہ اور توہمات رذیلہ
کی نشان دہی فرمائی اور ساتھ شرعی احکام بھی
بیان فرما دیئے۔ امید واثق ہے۔ اس کتاب سے ہر اہل
ایمان جاہلانہ خیالات کے عمیق اندھیروں سے نکل کر
روشنی و ہدایت میں آ سکتا ہے۔

مفتی الٰہی بخش ساجد البازی
فون: 047-7627277
0300-7502685
★ ★ ★ جامعہ غوث الاسلام پرانی عیدگاہ جھنگ صدر ★ ★ ★

تاریخ ______

اور کتاب کے مضمون سے فاضل مصنف کا دینی خلوص جھلکتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی خلوص کی تعلیمات سے یہ کتاب
مذہبی معاشرہ کے بعض توہمات کو ختم کرے گی۔
دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جمیلہ کو قبول
فرما کر ان کی اس محنت کو اللہ تعالیٰ مرجع خلائق بنا دے۔
اور مصنف کو اس سے بڑھ کر اور بھی زور قلم عطا فرمائے۔
آمین بجاہ نبی الامین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

احقر الناس
الٰہی بخش [illegible]
9.3.2011

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰلہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جامعہ رضویہ انوار بارو رحمۃ اللہ علیہ (رجسٹرڈ)

منکیرہ ضلع بھکر

بانی و ناظم اعلیٰ — مفتی اہل سنت علامہ محمد حیات قریشی ہاشمی باروی

٢ ربیع الثانی ١٤٣٢ھ
8—3—2011

حوالہ نمبر

منجانب :- خویدم العلماء مفتی محمد حیات قریشی ہاشمی باروی بندیالوی ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ انوار بارو منکیرہ۔ سرپرست اعلیٰ میلاد کمیٹی منکیرہ ضلع بھکر

بگرامی خدمت حضرت علامہ مولانا وزیر احمد صاحب باروی مہتمم جامعہ ضیائے مدینہ ساہی والا P/O جمال چوہبری (لیہ)

آپ کی کتاب "محفل کی رسومات، نظریات اور احکام کی شرعی حیثیت" کا بندہ نے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے بلکہ بعض جگہوں کو مکرر پڑھا ہے انتہائی مفید اور محقق ہے اس لیے کہ آیات کریمہ، احادیث نبویہ اور معتبر و مستند فقہی جزئیات سے مزین ہے اس میں اعتراض کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتا اس کتاب کے مرتب کرنے میں آپ نے بڑی محنت کی ہے اللہ کریم آپ کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے آمین

آخر میں ایک اہم بات کی طرف توجہ مبذول کراتا ہوں کہ شادی بیاہ کی غلط رسومات میں سے ایک زلف کشائی کی رسم بھی ہے جس کے بغیر شادی کو ادھورا تصور کیا جاتا ہے جبکہ اس پر مال و وقت کی تضییع ہوتی ہے اس کی تردید بھی انتہائی اہم ہے جو کہ کتاب میں نہیں ہے۔

یہ میری ایک ناقص رائے ہے باقی آپ بہتر جانتے ہیں

سگ بارگاہ غوثیت

محمد حیات قریشی ہاشمی باروی
غفر لہ

(مہر:) مفتی اہل سنت علامہ مفتی محمد حیات قریشی ہاشمی باروی — ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ انوار بارو منکیرہ